خود پرست
ایم اے راحت

ذیشان کا ماضی کیا تھا...... یہ نا قابل ذکر بات ہے...... ہر شخص کا کوئی نہ کوئی ماضی ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے طور پر زندگی گزارنے کے بعد نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچتا ہے...... ایک الگ بات ہے...... اصل بات وہ واقعہ ہے جو اس شخص کی زندگی سے منسوب ہو جیسے ذیشان...... کیسے کیسے مراحل سے گزرا تھا...... زندگی نے کون کون سے راستے منتخب کئے تھے یہ ایک طویل کہانی ہے...... واقعات کا آغاز اس وقت سے کیا جا سکتا ہے جب اچانک ہی ایک پولیس آفیسر نے ذیشان کی میز کے گرد محاصرہ قائم کر لیا اور اس کے بعد ذیشان کو بتایا گیا کہ اس کی فرم کے مالکان نے اس پر ایک بڑے غبن کا الزام لگایا ہے اور ایف آئی آر درج کرا دی ہے...... ذیشان ششدر رہ گیا تھا...... کیا کیا تھا کیا نہیں کیا تھا، لیکن اس وقت اس ناگہانی سے نمٹنے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں تھا...... اس پرائیویٹ فرم میں وہ ایک اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے کام کرتا تھا اور اس کے مالکان نے ابھی تک اس پر ایسی کسی کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا جس سے یہ احساس ہو کہ وہ اس پر کوئی شبہ کرتے ہیں...... بہر حال ذیشان نے اپنے دفاع میں کچھ باتیں کہیں مگر اس سے کہا گیا کہ چونکہ ایف آئی آر درج ہو چکی ہے اس لئے بہر طور اسے تھانے چلنا ہے۔

ذیشان شادی شدہ تھا...... بیوی تھی، دو بچے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ ارد گرد کچھ بھی نہیں تھا...... اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے تھے...... اس کے مالکان خشک مزاج اور خالص قسم کے کاروباری تھے، حالانکہ ذیشان کو بتایا گیا تھا کہ کسی ایسی رقم کے بارے میں چھان بین ہو رہی ہے جو دستیاب نہیں ہو پا رہی لیکن مالکان نے اپنے طور پر یہ چالاکی کی تھی کہ ذیشان کو بتائے بغیر پولیس سے رابطہ کر لیا تھا تاکہ ذیشان اپنے دفاع میں کچھ نہ کر سکے...... بہر حال کچھ

لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ کے کرم کے بعد صرف اپنی ذات پر بھروسا کرنا ہوتا ہے اور کبھی کبھی اپنی ذات پر بھروسا اتنا ساتھ نہیں دے پاتا کہ انسان اپنا دفاع بھی کر سکے، چنانچہ ذیشان پر مقدمہ قائم ہو گیا...... اپنے دفاع میں جو کچھ کر سکتا تھا اس نے کیا...... ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے تھے...... بیوی کے آنسو، بچوں کی حسرت آمیز آوازیں اس کے دل کو کچو کے دیتی رہتی تھیں، لیکن ان کا تحفظ نہ ہو سکا اور آخر کار اسے تین سال کی سزا سنادی گئی۔

زندگی کو جو شدید دھچکا لگا تھا اس نے ذیشان کو بے حواس کر دیا، لیکن بے حواسی کسی درد کا درماں نہیں بنتی بلکہ اس سے سوچنے سمجھنے کے وسائل ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کچھ بھی نہیں کر پاتا...... یہ تین سال بہر طور ذیشان کو جیل میں گزارنے پڑے...... اس کی بیوی صوفیہ ان روایتی عورتوں میں سے تھی جن پر مشرق ناز کرتا ہے...... بچوں کے ساتھ اس نے یہ تین سال کس طرح گزارے یقینی طور پر قابل فخر تھے، حالانکہ صوفیہ بہت حسین تھی لیکن جیل میں اس نے ذیشان سے جتنی ملاقاتیں کیں، ہر ملاقات میں اس کا چہرہ پہلے سے مختلف نظر آتا تھا...... زمانے کے گرم و سرد نے اس پر اپنے نقوش کندہ کر دیئے تھے...... اپنے بچوں کو پالنے کے لئے صوفیہ نے بہت سے کام کئے تھے...... اس نے لوگوں کے کپڑے سیئے...... بچوں کو ٹیوشن پڑھائی...... جیل سے رہائی ذیشان کے لئے ایک اور دردناک پہلو بن گئی...... بیوی بچوں سے مل جانے کی خوشی تھی لیکن گھر کی حالت زار دیکھ کر اس کا دل خون کے آنسو رو دیا...... بچے تعلیم سے محروم تھے...... گھر میں کچھ بھی نہیں تھا...... بس جو تھوڑا بہت ہو جاتا تھا اسی پر گزارا ہو جاتا تھا...... یہ بات ذیشان کے لئے قابل فخر تھی کہ اطراف کے لوگ بے شک اسے بری نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن صوفیہ کے لئے ان کے دل میں بڑا اچھا مقام تھا...... ذیشان جیل سے رہا ہوا تھا، اس نے کیا کیا تھا اور کس طرح وہ سب کچھ ثابت ہوا تھا وہ ایک الگ بات تھی، دیکھنے والوں کو اس سے دلچسپی نہیں تھی...... بس اتنا کافی تھا کہ ایک بدکار شخص برائی کرنے کے بعد سزا پا نے گیا ہے...... بہر حال ذیشان کو صرف اس بات کی خوشی تھی کہ کم از کم صوفیہ کا کردار کسی کی نگاہوں میں مشکوک نہیں ہو سکا، جبکہ وہ ایک نوجوان اور خوبصورت عورت تھی...... جن لوگوں نے اس کے ساتھ یہ کرم فرمائی کی تھی انہیں بھلا اس کا کیا جواب دیا جاتا...... بات ہی ختم ہو گئی تھی، لیکن تقدیر ابھی ذیشان سے مذاق کرنے پر تلی ہوئی تھی...... اس نے شدید تر [illegible]یں جاری تھیں لیکن ملازمت اس سے کوسوں دور

تھی...... کہیں بھی کوئی کام کرنے کو نہیں مل رہا تھا جو کیفیت وہ اپنے گھر کی دیکھ چکا تھا اس کے تحت اس کی خواہش تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے کچھ نہ کچھ کر لے لیکن حالات اس طرح اس کے راستے روکے ہوئے تھے جیسے اس سے کچھ اور ہی چاہتے ہوں...... کچھ اور کرنا ذیشان کے بس سے باہر تھا...... فطرتاً وہ ایک نیک نفس انسان تھا اور اس نے کبھی برائیوں کی طرف رُخ نہیں کیا تھا...... تقدیر کا ایک دھچکا تھا یا کچھ لوگوں کی بد دیانتی کہ انہوں نے اسے مجرم بنا ڈالا تھا...... ذیشان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا...... دل میں بہت سے باغیانہ خیال بھی آتے...... دل چاہتا کہ ان لوگوں سے انتقام لے لیکن ایسے ہی مرحلے ہوتے ہیں جب انسان اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے اور ذیشان خود کو سنبھالنے کی فکر میں سرگرداں تھا...... یہاں تک کہ مایوسیوں کے سائے مزید گہرے ہونے لگے اور وہ مختلف انداز میں سوچنے لگا...... تمام دن سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا...... ہر شخص کو امید بھری نگاہوں سے دیکھتا اور دل یہ چاہتا کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کے کہے "کیا پریشانی ہے؟ آؤ تمہاری اس پریشانی میں تمہارا ساتھ دیں...... تمہاری مدد کریں۔"

بڑی بڑی چمچماتی کاروں میں گھومتے لوگ زمین پر رینگنے والے کیڑوں سے بے پروا اپنے اپنے ایوانوں میں مست تھے...... کسی کو کیا پڑی ہے کہ ان پر نگاہ ڈالے...... ذیشان کے دل میں باغیانہ خیال اُبھرتے رہے...... اس کا حلیہ بے حد خراب ہو گیا تھا...... گھر میں فاقہ کشی تھی...... صوفیہ اب بھی اپنا فرض سر انجام دے رہی تھی لیکن ذیشان کو احساس تھا کہ وہ ایک ناکام باپ اور ایک ناکارہ شوہر ثابت ہو گیا ہے...... وہ انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ اسے کوئی چھوٹا موٹا کام مل جائے لیکن اس کی یہ ضرورت پوری نہیں ہو رہی تھی، اس کے انداز میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی تھی...... اس کا دل چاہنے لگا کہ کوئی جرم کرے...... جب بغیر جرم کئے سزا بھگت سکتا ہے تو جرم پر اگر کوئی سزا بھگت لی جائے تو دل کو کم از کم سکون تو مل سکتا ہے۔

اس دن دوپہر کا وقت تھا وہ معمول کے مطابق اپنی ناکام زندگی کو گھسیٹ رہا تھا...... یہ ایک خوبصورت شاہراہ تھی جس کے کنارے پر ایک حسین ترین باغ بنا ہوا تھا...... اس باغ میں ایک چھوٹی سی کینٹین تھی اور اس کے سامنے بنچیں پڑی ہوئی تھیں...... تھوڑی بہت دیر آرام کرنے والوں کے لئے وہ بہترین جگہ تھی، کیونکہ وہ لب سڑک تھی...... دوپہر کا وقت

ہونے کی وجہ سے لوگ وہاں نظر نہیں آ رہے تھے، البتہ نیلے رنگ کی ایک شاندار مرسڈ[illegible] سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی اور باغ کی ایک بنچ پر ایک لڑکی یا عورت پاؤں رکھے ہو[illegible] کھڑی تھی..... فٹ پاتھ سے گزرتے ہوئے ذیشان کی نظر اس پر پڑی اور نظر ٹک اس لئے گ[illegible] کہ عورت بہت فیشن ایبل تھی، وہ جینز پہنے ہوئے تھی اور آنکھوں پر سن گلاسز لگائے ہو[illegible] تھی جس کو ایک نگاہ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ بہت قیمتی ہیں..... اس نے چہرے [illegible] حسین میک اپ کیا ہوا تھا، بالوں کا اسٹائل بھی بے حد شاندار تھا..... غالباً وہاں سے گزر[illegible] والا ہر شخص اس پر نگاہ ڈالے بغیر نہ گزرتا تھا..... وہ اس طرح کھڑی تھی جیسے کسی کا انتظ[illegible] کر رہی ہو..... نیلے رنگ کی مرسڈیز بھی یقینی طور پر اس کی ملکیت تھی، کیونکہ وہ اسی کے عق[illegible] میں کھڑی تھی اس کی نگاہ بار بار کلائی پر اٹھ جاتی جہاں خوبصورت گھڑی بندھی ہوئی تھی۔

ذیشان اسے دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن نہ جانے کیوں کچھ فاصلے پر جا کر اس کے ق[illegible] رُک گئے..... تجسس کا ایک جذبہ اس کے دل میں سر اُبھارنے لگا..... اس کی نگاہ باغ کینٹین پر پڑی جہاں پر سناٹا چھایا ہوا تھا..... یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ کینٹین چلتا، کیونکہ باغ [illegible] اس عورت کے سوا کوئی نہ تھا، کافی فاصلے پر پہنچ کر ذیشان نے اس پر پھر نظر ڈالی، اس نے عورت کو آگے بڑھتا ہوا دیکھا..... وہ مرسڈیز کی جانب جا رہی تھی..... مرسڈیز میں بیٹھ [illegible] اس نے کار سٹارٹ کی اور چل پڑی..... ذیشان نے زور سے گردن جھٹکی اور پھر ان لوگوں [illegible] بارے میں سوچنے لگا جن کے لئے زندگی اتنی دلکش اور پر سکون ہے..... قیمتی گاڑیوں میں [illegible] کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجے کی زندگی گزارتے ہیں اس طرح تقدیر کے مارے انہیں [illegible] حسرت سے دیکھتے ہیں..... ذیشان نے ایک گہری سانس لے کر اس سفید بنچ پر نظر ڈالی جہ[illegible] پر وہ کھڑی تھی، تبھی اس کو ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ نظر آیا..... سفید بنچ پر جو چمک رہا تھا۔

ذیشان کا دل ایک دم سے دھک سے ہو گیا، اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے چا[illegible] طرف دیکھا اور پھر وہ باغ کی جانب بڑھنے لگا، فاصلہ زیادہ نہیں تھا، اس سے پہلے کہ کسی کی [illegible] اس ہینڈ بیگ پر پڑ جائے اور وہ اسے اپنی ملکیت قرار دے لے اس سے پہلے ذیشان خود ا[illegible] کیوں نہ پہنچ جائے..... دنیا اسی انداز میں چل رہی ہے اور اس سے پیچھے رہ جانا ناکامیوں کا [illegible] ہوتا ہے..... ذیشان برق رفتاری سے قدم اٹھاتا ہوا وہاں تک پہنچا اور پھر اس طرح بینچ پر بیٹھ گیا جیسے اسے دنیا کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہو کچھ ہی لمحوں کے بعد اس نے احتیاط

ہینڈ بیگ اٹھایا اور اور اسے کھولنے لگا..... ہینڈ بیگ میں ہلکے میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی نوٹوں کی ایک گڈی بھی جسے دیکھ کر ذیشان کی آنکھوں میں تاریکیاں اترنے لگیں..... اس نے نوٹوں کی گڈی کا جائزہ لیا خاصی رقم تھی اور یہ رقم ذیشان کو کم از کم اس دور تک کے لئے فکروں سے آزاد کر دیتی جس دور میں اسے ملازمت نہ مل جاتی، اس کی آنکھیں خواب بننے لگیں..... اسے دوسری چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہو سکتا ہے اس میں دوسری قیمتی اشیاء بھی ہوں لیکن ذیشان کو ان قیمتی اشیاء کی قطعی ضرورت نہ تھی، وہ اب بھی اپنے آپ کو ایک حد تک محدود رکھنا چاہتا تھا آہ! کیا یہ رقم اس کے لئے زندگی کا پیغام لا سکتی ہے..... ہینڈ بیگ کو یہیں رہنے دینا چاہئے، اگر کہیں اس عورت کو یہ یاد آ جائے اور وہ واپس پلٹ آئے تو اسے مایوسی نہ ہو یا پھر اگر کسی اور کی نگاہ اس پر پڑ جائے تو وہ جانے اور اس کا کام مجھے اپنا یہ کام کر کے پھرتی سے نکل جانا چاہئے، لیکن ابھی اس نے نوٹوں کی گڈی اپنے لباس [illegible] پوشیدہ کی ہی تھی کہ وہی مرسڈیز اسے واپس پلٹتی ہوئی نظر آئی اور ذیشان کی آنکھوں میں [illegible]ریکی گہری ہو گئی..... کیا تقدیر اسے ایک بار پھر دھوکہ دینا چاہتی ہے..... مرسڈیز نے [illegible]ک پر یوٹرن لیا اور عین اس جگہ آ کے کھڑی ہو گئی جہاں وہ پہلے کھڑی تھی..... لڑکی برق رفتاری سے نیچے اتری..... وہ تیزی سے ذیشان کی جانب بڑھی..... پرس وہیں رکھا ہوا تھا اور [illegible]یشان کا بدن پسینے سے شرابور تھا، اس کے اعصاب مفلوج ہو گئے تھے..... نوٹوں کی گڈی [illegible] سے نکل کر اس کے لباس میں پہنچ چکی تھی اور وہ ایسا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اسے پرس [illegible] منتقل کر دے..... عورت اس کے پاس پہنچ گئی اس نے گہری نگاہوں سے ذیشان کو دیکھا [illegible]۔

"آپ کا خیال درست ہے..... ہینڈ بیگ میرا ہی ہے۔"

"جج..... جی۔"

عورت نے ہاتھ آگے بڑھایا اور ذیشان نے اس کا ہینڈ بیگ اس کے حوالے کر دیا.....

[illegible]ت نے ہینڈ بیگ کھول کر دیکھا..... ذیشان سوچ رہا تھا کہ اب وہ چیخ و پکار کرے گی اور [illegible] اور کوئی نہ سہی تو کم از کم کینٹین سے ملازم نکل آئیں گے..... اس کے بعد [illegible]یک ہی سزا..... بہتر ہے اس ناکام زندگی سے وہ جیل کی کوٹھری ہی بہتر ہے..... کم از کم [illegible] یہ تو کہیں گے کہ ذیشان بھی جیل پہنچ گیا ہے اور صوفیہ کو اسی انداز میں زندگی گزارنی

ہے جیسے گزارتی رہی ہے...... ہینڈ بیگ کھول کر عورت نے اسے بند کیا اور ذیشان کی طرف دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟"

ذیشان جانتا تھا کہ وہ اسے کہاں لے جانا چاہتی ہے لیکن یہ بھی ایک عجیب انداز تھا وہ بھاگنا چاہتا تھا، جانتا تھا کہ اعصاب اس قدر کشیدہ ہیں کہ اب بھاگنا بھی اس کے بس میں نہیں ہے۔

"آیئے پلیز۔" عورت کے لہجے میں نرمی تھی۔

"ذیشان ایک مجرم کی طرح اس کے ساتھ چل پڑا...... لڑکی مرسڈیز کے قریب پہنچ گئی اس نے دروازہ کھولا اور کہا۔

"بیٹھئے۔"

ذیشان سیٹ پر بیٹھ گیا...... اس لڑکی نے کار سٹارٹ کی اور پھر آگے بڑھادی...... ذیشان اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا...... نہ جانے کس طرح اس نے اپنے حواس مجتمع کر کے کہا۔

"اس ہینڈ بیگ سے نوٹوں کی گڈی بے شک میری جیب میں منتقل ہو چکی ہے لیکن اسے میں آپ کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں عورت آہستہ سے ہنسی اور بولی۔

"کر دیجئے گا ایسی کیا جلدی ہے۔"

"کیا آپ پولیس اسٹیشن جا رہی ہیں؟" ذیشان نے کہا۔

"ارے نہیں، یہ آپ نے کیوں سوچا۔"

عورت کے لہجے نے اسے چونکا دیا تھا...... پھر اس نے سوچا کہ وہ اس سے کوئی دلچسپ مذاق کرنے کی کوشش کر رہی ہے...... ذیشان نے پھر کہا۔

"دیکھئے...... آپ کو خود اندازہ ہے کہ آپ کا ہینڈ بیگ اس وقت بے سہارا پڑا ہوا تھا...... میری بجائے کوئی اور بھی دیکھتا تو اسے اپنی ملکیت سمجھ لیتا...... میں نے...... میں نے بھی ایک مجرمانہ قدم اٹھایا ہے لیکن براہ کرم کیا آپ ایسا کر سکتی ہیں۔"

"دیکھئے مسٹر آپ ہر طرح کی غلط فہمی دل سے نکال دیجئے...... میں پولیس اسٹیشن جا رہی ہوں اور نہ میں ان نوٹوں کے بارے میں اتنی مضطرب ہوں آیئے کسی جگہ بیٹھتے ہیں

اپنا حلیہ درست کر لیجئے پلیز۔" عورت نے کہا اور ایک چھوٹا سا کنگھا نکال کر اس کے حوالے کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کے بال منتشر ہیں...... ویسے تو آپ نے اپنا حلیہ خراب بنا رکھا ہے لیکن پلیز کم از کم اپنے بالوں کو تو درست کر لیجئے۔"

"آپ۔"

"براہ کرم کسی اُلجھن میں نہ پڑیئے...... میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ...... یہ آپ کے نوٹ۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں...... آپ کم از کم تھوڑا سا وقت تو دیجئے مجھے۔" عورت کے لہجے میں ایسی نرمی اور دلکشی تھی کہ ذیشان کا دماغ چکرا کر رہ گیا...... کنگھا اس کے ہاتھ میں تھا پھر اس نے اپنے بالوں کو درست کیا...... پھر تھوڑی دیر کے بعد عورت نے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ کے سامنے کار روک دی اور پھر بولی۔ "آیئے۔"

ذیشان سحر زدہ سا اس کے ساتھ اتر گیا...... دل خیالات کا مرکز ہوتا ہے اور اس وقت خیالات کے اس مرکز میں نئے نئے خیالات جنم لے رہے تھے...... کیا یہ سب کچھ؟ کیا تقدیر کوئی مناسب فیصلہ کر رہی ہے، کیا اس کی دعائیں آسمان پر پہنچ گئی ہیں...... عورت اسے لئے ریسٹورنٹ کے اندر پہنچ گئی...... دوپہر کا سنسان وقت ان کے لئے یہاں بھی معاون ثابت ہوا تھا...... کافی میزیں خالی تھیں...... عورت اسے لئے ہوئے گوشے کی میز پر جا بیٹھی۔

"اب آپ بتایئے کچھ کھانا پینا پسند کریں گے یا چائے اور مشروب سے ہی کام چلے گا۔"

"آپ تکلف۔"

"بے کار باتیں ہیں...... تکلف آپ کر رہے ہیں...... میرا خیال ہے کہ آپ کچھ کھا لیجئے یا کچھ اسنکس وغیرہ۔"

پھر اس نے خود ہی ویٹر کو ایک اچھا خاصا آرڈر دے ڈالا...... ذیشان اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا تھا...... بہر طور وہ پڑھا لکھا آدمی تھا...... اس قدر ناآشنا بھی نہیں تھا، اگر حالات کوئی نیا رخ اختیار کر رہے ہیں تو اسے حالات کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے، چنانچہ اس نے خود کو پرسکون کر لیا اور عورت بھی اس وقت تک خاموش رہی جب تک کہ چائے اور اسنکس وغیرہ نہ آ گئے۔

"نہایت سکون اور اطمینان سے پوچھ لیجئے۔"

ذیشان نے چائے کی پیالی اپنی جانب سرکائی اور اس کے بعد ٹماٹو کیچپ اپنی پلیٹ میں اُلٹنے لگا..... بھوک واقعی لگ رہی تھی، حالانکہ ان دنوں وہ خود کو بھوک پیاس سے بے نیاز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا..... عورت بھی اس کا ساتھ دیتی رہی..... تھوڑا سا کھانے کے بعد ذیشان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ جو کہا جاتا ہے نا کسی کو کھلا پلا کر مارنا..... آپ غالباً اسی منصوبے پر عمل کر رہی ہیں۔"

عورت کی کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی اس نے کہا۔

"اپنے دل میں جتنے چاہیں وسوسے پال لیں میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں..... آپ نے محسوس نہیں کیا کہ اب تک آپ کے ساتھ میرے رویئے میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔"

"ہاں..... آپ خاص ستم ظریف ہیں۔" ذیشان کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

عورت ہنسی اور بولی۔

"کہتے رہیں جو جی چاہے کہتے رہیں اور لیجئے پلیز۔"

"شکریہ ایک بھوکے کو کھانا کھلانا اچھی بات ہے۔" ذیشان نے اپنی بھوک کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

عورت خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر ذیشان بولا۔

"اب شکم سیر ہو گیا ہوں..... براہ کرم اب گفتگو شروع کیجئے کھلا تو دیا ہے آپ نے..... اب یہ بتایئے کہ یہیں ماریں گی یا کہیں اور لے جا کر۔"

"آپ ویسے اچھے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

عورت نے کہا۔

ذیشان مسکرا دیا پھر بولا۔

"جی ہاں فقر و فاقہ کشی کے بعد جب انسان کے پیٹ میں کچھ پہنچ جاتا ہے تو اس کے اندر جولانیاں اُبھر آتی ہیں اور اس وقت میں اسی کیفیت میں ہوں۔"

عورت کے چہرے پر کچھ دیر کے لئے ایک خاموش سی سنجیدگی طاری ہو گئی، پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اور اب اگر میں آپ کو آپ کے نام سے پکاروں تو آپ کو حیرت ہوگی کیا مسٹر ذیشان؟"

ذیشان نے پھر اسے چونک کر دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا میں آپ سے کہوں کہ جیل سے باہر آنے کے بعد جو زندگی آپ پر بے حد تلخ گزر رہی ہے تو سوال کرنے کی ضرورت نہیں..... میں جانتی ہوں کہ آپ شدید حیران ہوں گے لیکن ذیشان صاحب کبھی کبھی کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو کسی طرح جانتے ہیں..... اس کے بارے میں علم بھی رکھتے ہیں اور کبھی اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے اور اس میں ان کی کچھ مجبوریاں پوشیدہ ہوتی ہیں..... یا پھر یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی آپ کو جانتی ہوں اور اتنا جانتی ہوں کہ ایک ناکردہ جرم کی سزا میں آپ کو تین سال جیل میں گزارنے پڑے اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر آپ ایک تلخ زندگی گزار رہے ہیں۔" ذیشان کو ایک بار پھر چکر آنے لگے..... کون ہے یہ عورت؟ کیسا عجیب اتفاق ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو اتفاقیہ طور پر وہاں سے گزر رہا تھا کہ میں نے اس عورت کو دیکھا..... یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ میرا تعاقب کر رہی ہو اور میرے بارے میں اتنا جاننے کے بعد میرے پیچھے لگی ہو..... کیا قصہ ہے یہ؟ یہ تو ایک طرح کی جادوگری ہو گئی تھی..... ذیشان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا..... عورت نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ذیشان صاحب میں نہیں جانتی کہ آپ نے جیل میں تین سال گزارنے کے بعد وہ بھی بغیر کسی جرم کے..... آپ کے اندر کون کون سے خیالات پیدا ہوئے ہیں لیکن ایک سوال میں آپ سے کرنا چاہتی ہوں اور وہ سوال یہ ہے کہ کیا آج بھی آپ دنیا کو اسی نگاہ سے دیکھنے کے قائل ہیں جس نگاہ سے پہلے دیکھنے کے قائل تھے..... دیکھئے میں نہ تو کوئی مبلغ ہوں اور نہ آپ کو نصیحت کرنا چاہتی ہوں..... ایک ایسی بات جو میرے دل میں ہے، آپ جس لئے گریزاں نظر آتے ہیں اگر میں آپ کے کانوں تک پہنچا دوں تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ایک انسان کی دوسرے انسان کو پیش کش ہے..... تھوڑی سی شناسائی یا معلومات ہے جو وہ دوسرے کو منتقل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کی فرم کے مالکان کی کچھ رقم کم ہو گئی..... انہوں نے آپ سے پوچھا نہیں اور بتایا نہیں بلکہ اپنا کام کر گئے۔ رقم انہیں حاصل نہ ہو سکی لیکن آپ کو سزا ہو گئی اور اس کے بعد سے اب تک آپ مصائب کا شکار ہیں، کیا اس دنیا میں پھر آپ اسی انسان کی حیثیت سے دوبارہ جانا چاہتے ہیں جو اپنے جیسے کے ہاتھوں

ناکردہ جرم کی سزا پاچکا ہے۔"

"نہیں۔"

"گڈ...... یہ ایک اچھا فیصلہ ہے اور میں اس فیصلے کو برقرار رکھنے میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔"

"کیسے؟" ذیشان نے اپنے آپ کو اب سنبھال لیا تھا۔

"مدد کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں...... بعض دفعہ مدد اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ احسان نہیں بننے پاتی...... مطلب یہ کہ میں آپ کو اگر کوئی کام دینا چاہوں اور اس کا مناسب معاوضہ ادا کروں تو کیا آپ آمادہ ہوں گے؟"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"آسان نہیں ہے اور جب اس طرح کے کام کسی سے لئے جاتے ہیں تو وہ آسان نہیں ہوتے...... ہاں ان کا معاوضہ اتنا مناسب ہوتا ہے کہ انسان کو یہ احساس نہ رہے کہ اس نے کوئی غلطی کی ہے...... میرا کام بہت راز داری سے کرنا ہوگا آپ کو، اس کا معاوضہ اتنا مناسب ادا کیا جائے گا کہ آپ کو پریشانی نہ رہے گی۔"

"کیا وہ غیر قانونی کام ہے؟" ذیشان نے اُلجھتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔"

"تو پھر آپ بتائیے کیا کام ہے وہ؟"

"نہیں ذیشان صاحب...... آپ ایسا کیجئے کہ کل کسی جگہ آپ مجھے ملیں یا پھر کوئی ایسی جگہ منتخب کر لیجئے کہ میں آپ کو فون کر کے اپنا پروگرام بتادوں اور پھر کسی مناسب جگہ بیٹھ کر گفتگو کر لیں گے کہ کیا کرنا ہے؟ کیا آپ ایسا ٹیلی فون نمبر مجھے دے سکتے ہیں جس پر میں آپ سے رابطہ قائم کر سکوں۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ خود مجھے اپنا فون نمبر دے دیں، میں آپ کو رنگ کر لوں۔" ذیشان نے کہا۔

عورت سوچ میں ڈوب گئی پھر آہستہ سے بولی۔

"ایسا نہ کریں...... بلکہ آپ خود غور کریں۔"

"تو پھر کوئی وقت بتادیں مجھے...... آپ کا انتظار کر لوں گا مثلاً میرے گھر سے کچھ فاصلے

پر ایک میڈیکل سٹور ہے اور اس میڈیکل سٹور کا مالک میرا شناسا ہے...... آپ مجھے وقت بتادیں گی تو میں وہاں پہنچ جاؤں گا اور آپ کا انتظار کروں گا۔"

"بہت مناسب بات ہے...... کل دن کے گیارہ بجے میں آپ کو ٹیلی فون کروں گی اور مجھے اس میڈیکل سٹور کا نمبر بتادیجئے گا۔" ذیشان نے نمبر بتایا اور عورت نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکال کر ایک خوبصورت قلم سے اسے نوٹ کر لیا پھر بولی۔

"ٹھیک ہے ذیشان صاحب میرا خیال ہے کہ آپ کی اور ہماری ڈیل بہترین رہے گی...... کیا خیال ہے اب یہاں سے اٹھا جائے؟"

"وہ ایک جرم کا اعتراف کر رہا ہوں میں؟"

"یعنی میرے ہینڈ بیگ میں موجود وہ نوٹوں کی گڈی جو اس وقت آپ کے لباس کی جیب میں منتقل ہو چکی ہے۔"

"جی۔"

"وہ آپ کی ملکیت ہے...... آپ چاہیں تو اسے اس کام کا ایڈوانس سمجھ لیں اور ان الفاظ کے ساتھ کہ اگر آپ نے میرے کام نہ کرنے کا فیصلہ کیا تو میں اس گڈی کو واپس کرنے کا مطالبہ نہیں کروں گی سمجھ رہے ہیں نا آپ...... دوستی کا پہلا قدم سمجھ لیجئے گا۔"

ذیشان خاموش رہا...... عورت نے اسی پرس سے کچھ اور نوٹ نکالے اور بل کی رقم میز پر رکھ کے اُٹھ کھڑی ہوئی...... پھر ذیشان اس کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔

"اور اب میں آپ کو خدا حافظ کہوں گی۔" عورت نے کہا اور ذیشان نے گردن ہلادی...... پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک بجلی کی سی لہر دوڑ گئی...... عورت کار سٹارٹ کر کے اسے آہستہ سے آگے بڑھا رہی تھی کہ ذیشان نے اس کار کا نمبر اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا...... بہر حال وہ ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا اور جس انداز میں عورت نے اس سے ملاقات کی تھی اس نے اس کے اندر شدید جستجو پیدا کر دی تھی اور وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون عورت ہے جو اسے اس حد تک جانتی ہے اور اس نے اسے کس کام کی پیش کش کی ہے...... بہر حال کام پر آمادہ ہو گیا تھا وہ...... فیصلہ اس نے کر لیا تھا کہ اگر ایسا غیر قانونی کام نہیں ہے جو اس کی گردن میں پھانسی کا پھندا بن جائے تو وہ اس عورت کا کام ضرور کرے گا...... دنیا اسے کیا دے رہی ہے جواب وہ اس انداز میں زندگی گزارنے کا سوچے...... اس کے ساتھ ساتھ ہی کم از کم

اتنا تو ہونا چاہئے کہ جس کے لئے وہ کام کر رہا ہے وہ خود کو انتہائی پراسرار نہ سمجھنے لگے ..... وہ بذات خود اس کے بارے میں کچھ ہی جان لے ..... مرسڈیز کا نمبر نوٹ کرنے کے بعد اس نے اپنے قدم آگے بڑھادیئے ..... اب وہ ایک ذہین آدمی ہونے کی حیثیت سے اپنے اقدامات کا آغاز کرنا چاہتا تھا ..... پیسے جیب میں ہوں تو بہت سے کام آسان ہو جاتے ہیں ..... ٹریفک ڈیپارٹمنٹ رجسٹریشن برانچ میں پہنچنے کے بعد اس نے اس کلرک سے رابطہ قائم کیا جس کے پاس رجسٹریشن کی تفصیلات ہوا کرتی تھیں ..... پھر اس کار کے نمبر کے تحت اس نے رقم کے عوض جو معلومات حاصل کیں اس سے اس کا پتا چلا کہ مرسڈیز ایک دولت مند تاجر کی تھی جس کا نام اختیار احمد تھا اور وہ سچے موتیوں کا کاروبار کرتا تھا ..... جو پتہ رجسٹریشن میں درج تھا وہ شہر کے ایک انتہائی پوش علاقے کا تھا ..... ذیشان کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی ..... اس نے کچھ دیر کے بعد ایک رکشا لیا اور اس علاقے کی جانب چل پڑا، کوٹھی نمبر سات سو سترہ ایک انتہائی حسین عمارت تھی اور اس عمارت کو دُور سے دیکھنے پر ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کس حیثیت کے آدمی کی عمارت ہو سکتی ہے ..... ویسے احتیاط کے ساتھ کوٹھی کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے اس عمارت کے پورچ پر نظر ڈالی تھی، لیکن مرسڈیز وہاں پر موجود نہیں تھی ..... اگر عورت اسی بنگلے میں رہتی ہے تو ابھی تک شاید وہ گھر نہیں پہنچی ..... ذیشان کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی ..... اب اس کے دل میں یہ جاننے کی خواہش تھی کہ عورت کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے لئے وہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا تھا کہ وہ کارآمد رہے ..... دنیا کو اب اس نے دنیا کے انداز میں دیکھنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ عمارت نمبر سات سو سترہ کے سامنے جو عمارت تھی وہ اس کی جانب چل پڑا ..... درمیانی فاصلہ اچھا خاصا تھا ..... سامنے کی عمارت کے دروازے پر چوکیدار نظر آ رہا تھا ..... ذیشان اس کے پاس پہنچ گیا، اس نے ذیشان کو دیکھا اور بولا۔

"کس سے ملنا ہے؟"

"تم سے۔"

"ہم سے۔" چوکیدار حیرت سے بولا۔

"ہاں ..... کیا نام ہے تمہارا؟"

"صاحب بات کیا ہے؟"

"کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے بس تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا تھی۔"

"کیسی معلومات صاحب؟"

"دیکھو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا میں ..... میرے خیال میں یہ ایک نوٹ تمہاری بہت سی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔" ذیشان نے جیب سے سو روپے کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے لہرایا اس کو چوکیدار مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"ضرورت تو پوری کر سکتا ہے صاحب یہ مت پوچھنا کہ کوٹھی میں داخل ہونے کا راستہ کون سا ہے ..... یہاں کون کون رہتا ہے ..... دیکھو صاحب زمانہ اتنا برا ہے ..... انسان کو ایسی بات کرنا پڑ جاتی ہے ..... ہم اس کوٹھی کے وفادار چوکیدار ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مالک محفوظ رہیں۔"

ذیشان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"اچھے سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو ..... میں تم سے کوئی ایسی بات نہیں پوچھوں گا ..... اگر سمجھدار ہو تو بتاؤ کہ میں تمہیں چہرے سے کوئی چور ڈاکو نظر آتا ہوں۔"

چوکیدار ہنسنے لگا پھر بولا۔

"یہی تو خرابی ہو گئی ہے اس زمانے میں جو چہرے سے چور ڈاکو نظر نہیں آتے اصل میں وہی چور اور ڈاکو ہو گئے ہیں ..... صاحب ہم سیاست دان نہیں ہیں ..... پڑھے لکھے ہیں ..... اخبار پڑھ لیتے ہیں یہاں نوکری کر رہے ہیں اور مالکوں کے وفادار ہیں، صاحب وقت اس حد تک خراب ہو گیا ہے کہ لوگوں نے چوری اور ڈکیتی کو بھی ایک پیشے کے طور پر شروع کر دیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرے دوست اس کی وجوہات بھی تم جانتے ہو۔"

"نہیں صاحب اتنا نہیں جانتے ہم۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"اکبر خان ہے جی۔"

"اکبر خان یہ نوٹ رکھ لو ..... مجھے تھوڑی سی معلومات درکار ہے سمجھنے کی کوشش کرو تم۔"

"صاحب کیا معلومات کرنا چاہتے ہیں آپ؟ ہم نوٹ نہیں لیں گے آپ سے ....."

اگر ایسی معلومات ہوئی جسے دینے میں ہمیں کوئی مشکل نہ ہوئی تو بغیر نوٹ کے آپ کو دے دیں گے۔"

"آپ بہت اچھے انسان معلوم ہوتے ہو مگر تمہاری اس کوٹھی کے بارے میں نہیں میں سامنے والی کوٹھی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہو یہ سامنے والی کوٹھی۔"

"ہاں۔"

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو صاحب...... اس عمارت میں ایک خاتون رہتی ہے ا... بہت خوبصورت خاتون...... پتلون پہنتی ہیں اور نیلے رنگ کی گاڑی چلاتی ہیں...... بیوی ہے اختیار احمد صاحب کی۔"

"اچھا اچھا...... میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اختیار احمد کی اپنی عمر کیا ہے؟"

"ارے صاحب دولت مند لوگوں کی عمر پوچھنے کے قابل نہیں ہوتی...... اختیار احمد صاحب کی عمر تو بہت زیادہ ہے۔"

"مگر ان کی بیوی کی عمر تو۔"

"ہاں صاحب...... وہ بس آپ سے کیا کہیں...... ارے بڑے آدمیوں کا شوق ہے.. اختیار احمد صاحب بہت بڑے آدمی ہیں...... اپنا شوق ان جیسے آدمی پورا نہیں کریں گے تو کون کرے گا...... کیا آپ نے بیگم صاحبہ کو دیکھا ہے۔"

"ہاں...... اسی لئے تو میں حیران ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ اختیار احمد صاحب عمر بہت زیادہ ہے اور بیگم صاحب...... اکبر خان اب تمہیں بتانے میں مجھے دقت نہیں ہو... تو بیگم صاحبہ جو ہیں نا ایک زمانے میں میرا اور ان کا ساتھ رہ چکا ہے...... ہم لوگ یونیورسٹی میں ساتھ پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے...... میری کیفیت تو تم دیکھ رہے ہو...... ایک غریب سا آدمی ہوں...... مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ اتنی شاندار کوٹھی میں کیسے پہنچ گئی۔"

"صاحب یہی تو افسوس کا بات ہے آج کل انسان کو ترقی کرنے کے لئے کچھ دوسرے ہی راستے تلاش کرنے پڑتے ہیں...... ہم اتنا تو نہیں جانتے کہ یہ سب کیا ہے ہم غریب آدمی ہیں...... نوکر ہیں ادھر مگر اتنا معلوم ہے کہ بہت زندہ دل ہیں بیگم جی اور گاڑی اڑائے اڑا۔

پھرتی ہیں اور اختیار احمد صاحب بیمار ہیں، سخت بیمار ہیں۔"

"بیمار ہیں؟"

"ہاں صاحب کوئی بڑی ہی بیماری ہے...... ڈاکٹر اور نرسیں اس کوٹھی میں آتے جاتے نظر آتے ہیں۔ پر بیگم صاحب کو اس کی بالکل پروا نہیں ہے...... اپنی گاڑی اڑاتی پھرتی ہیں۔"

"ہاں اکبر خان...... زمانہ ایسا ہی ہو گیا ہے...... بہر حال۔"

"وہ صاحب ایک بات پوچھیں آپ سے؟"

"پوچھو۔"

"کوئی چکر وغیرہ چل رہا تھا آپ کا؟"

"نہیں...... بس وہ میری بہت اچھی دوست تھی اب تو شاید وہ مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دے...... میں یہاں تھا نہیں...... دوسرے شہر میں رہتا تھا...... ایک بار معلومات حاصل کی تو پتا چلا کہ محترمہ ہواؤں میں اڑ رہی ہیں...... بس معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہوں اس کے بارے میں۔"

"چھوڑو صاحب زندگی ایسے گزارنے کی چیز نہیں ہوتی...... انہوں نے اپنا مقام تلاش کر لیا آپ اپنا مقام تلاش کرو۔"

"اکبر خان تمہارا بہت بہت شکریہ...... اب بھی اگر تم چاہو تو یہ رقم مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"چھوڑو صاحب چھوڑو...... اکبر خان بڑا دل والا ہے...... چھوٹا موٹا پیسہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا...... آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

ذیشان وہاں سے واپس پلٹ پڑا...... ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اس دنیا میں کچھ ایسے دل والے بھی نظر آجاتے ہیں جن کے سامنے روپے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، حالانکہ کچھ عرصے پہلے سو روپے کا یہ نوٹ انسان کے لئے اتنی اہمیت کا حامل تھا کہ اس کے حصول کے لئے وہ نہ جانے کیا کچھ کر سکتا تھا، لیکن اکبر خان نے وہ نوٹ قبول نہیں کیا تھا...... ذیشان کے ذہن میں لاتعداد خیالات تھے...... اتنی بڑی رقم کو محفوظ کرنا بھی ضروری تھا، اسے صوفیہ کے حوالے کرنا ہوگا زندگی کی جو صعوبتیں اس نے اٹھائی ہیں بہر حال قابل قدر تھیں لیکن صوفیہ کو اس رقم کے بارے میں سمجھانا بے حد ضروری ہوگا...... پھر وہ اپنے ذہن میں کہانیاں

بنتا ہوا اپنے گھر کی جانب چل پڑا تھا۔۔۔۔ گھر میں داخل ہوا تو بچے معمول کے مطابق د
ہو کر اس کے قریب آ گئے۔۔۔۔ تین سال کی جدائی کے بعد تو باپ ملا تھا۔۔۔۔ بچے اس پر
چھڑکتے تھے۔۔۔۔ ان کی محبت سے کبھی کبھی ذیشان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے کہ کاش و
کے لئے بہتر زندگی کا سامان مہیا کرنے میں کامیاب ہو جائے، اس نے دل میں سوچا
صوفیہ موجود نہیں تھی بچی نے بتایا کہ وہ سلائی کے کپڑے لے کر گئی ہے۔۔۔۔ ذیشان ا
کرنے لگا۔۔۔۔ کچھ دیر کے بعد صوفیہ واپس آ گئی۔۔۔۔ اس نے تیس روپے اس کے سا
رکھتے ہوئے کہا۔

"سلائی کے پیسے مل گئے ہیں۔۔۔۔ آج تو گھر میں بالکل پیسے نہیں تھے۔"

ذیشان نے افسردہ نگاہوں سے صوفیہ کو دیکھا اور کہا۔

"تمہاری اس محبت کا صلہ شاید میں مرتے دم تک نہ دے سکوں۔۔۔۔ صوفیہ!
ہوئے شرم آتی ہے مجھے کہ جو ذمہ داریاں میری تھیں وہ تمہیں پوری کرنی پڑ رہی ہیں۔"

صوفیہ ہنس دی اور بولی۔

"آپ کی سوچ ہے ورنہ میں کوئی احسان نہیں کر رہی۔۔۔۔ یہ بچے ہم دونوں کے
اور ہماری ذمہ داری ہیں۔۔۔۔ یہ ذمہ داری تمہیں بھی پوری کرنی ہے اور مجھے بھی۔۔۔۔
دونوں مل کر ہی یہ ذمہ داری پوری کریں گے۔۔۔۔ ایک فرد بھی دوسرے پر احسان نہ
جتائے گا۔"

"پھر بھی صوفیہ، ذمہ داریاں تو تقسیم ہوتی ہیں۔۔۔۔ بہر حال تم نے جس طرح می
معاونت کی ہے۔۔۔۔ میرے دل میں اس کا احترام ہے اور صوفیہ زندگی میں اگر موقع مل
اس کا صلہ ضرور دوں گا۔۔۔۔ شاید تمہیں یاد ہو گا کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔۔۔۔ میں نے ا
شخص کا ذکر کیا تھا تم سے۔"

"کس کا؟"

"امتیاز تھا اس کا نام۔"

"کون تھا؟" صوفیہ نے سوال کیا۔

"تمہیں یاد نہیں ہے۔"

"ہاں کچھ ذہن میں نہیں آ رہا۔"

"میرا دوست تھا۔۔۔۔ میرے بچپن کا دوست۔۔۔۔ کافی عرصے تک ہم دونوں کا ساتھ رہا
تھا۔ پھر وہ شارجہ چلا گیا تھا۔ وہاں وہ ملازمت کرنے لگا اور ہمارے رابطے ختم ہو گئے۔"

"مجھے بالکل یاد نہیں ہے۔"

"امتیاز کسی دن خود یہاں آئے گا۔۔۔۔ مجھ سے ملے گا۔۔۔۔ یہ بات بھی شاید صوفیہ
تمہارے ذہن میں نہ رہی ہو کہ جب امتیاز دوبئی گیا تو میں نے اسے دو ہزار روپے دیئے تھے۔"

"ارے واقعی مجھے تو سچ مچ یاد ہی نہیں ہے۔۔۔۔ تم نے کبھی تذکرہ نہیں کیا۔"

"تذکرہ کیا تھا صوفیہ لیکن تمہیں یاد نہیں رہا۔۔۔۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔۔۔۔ امتیاز
اچانک مجھ مل گیا۔۔۔۔ شارجہ سے آیا ہوا ہے۔۔۔۔ غالباً یہاں اس کی شادی وغیرہ کا سلسلہ چل
رہا ہے۔۔۔۔ کچھ دن کیلئے آیا ہے، چلا جائے گا۔۔۔۔ کہہ رہا تھا کہ میرے پاس ضرور آئے گا۔"

"کب آئے گا؟" صوفیہ نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

ذیشان ہنسنے لگا۔۔۔۔ اندر سے اسے شرمندگی ہو رہی تھی، اپنی مخلص بیوی کے آگے
جس نے اس کی عزت برقرار رکھنے کے لئے اپنی زندگی تباہ کر دی تھی۔

"نہیں تم سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔ باہر سے کوئی شخص آئے گا تو اس کی خاطر مدارات
تو کرنا ہو گی، ہم لاکھ خراب حیثیت میں ہی سہی لیکن ہمارے ہاں تو کوئی مہمان بھی نہیں آتا،
اگر ایک آ رہا ہے تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔"

"جیسا تم چاہو کرنا، لیکن اس وقت اس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے میں اس کا صلہ
نہیں دے سکتا۔"

"اتنی ضد کی اس نے صوفیہ کے مجھے اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں نے بتایا نا کہ اس نے دو ہزار لئے تھے مجھ سے۔"

"ہاں تو پھر؟"

"وہ اس نے واپس کئے ہیں۔۔۔۔ نہایت ممنونیت اور احسان کے اظہار کے ساتھ۔
اس کا کہنا ہے کہ یہ دو ہزار اس کی زندگی میں جتنے معاون ثابت ہوئے وہ ان کا صلہ لاکھوں کی
شکل میں بھی نہیں دے سکتا، پھر اس نے انتہائی زبردستی کر کے مجھے یہ کچھ نوٹ دیئے ہیں
صوفیہ۔۔۔۔ تم یقین کرو میں کوئی چھوٹا سا احسان کر کے اس کا صلہ نہیں لینا چاہتا تھا لیکن اس

نے اس طرح سے مجبور کیا کہ میں واقعی مجبور ہو گیا...... بڑی قسمیں دیں اور ایسی قسمیں جنہیں میں رد نہیں کر سکتا تھا۔" ذیشان نے نوٹوں کی گڈی صوفیہ کی گود میں ڈال دی...... صوفی پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا...... وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"یہ تو بہت ہیں۔"

"یہی نہیں صوفیہ بلکہ امتیاز نے مجھے بہت سی پیشکشیں کی ہیں، اس نے کہا ہے کہ میں یہاں پر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کروں...... وہ مجھے ایک بڑی رقم قرض کے طور پر دے گا...... اس نے کہا ہے کہ اگر میرا کاروبار جم جائے اور زندگی میں مجھے کبھی اتنا منافع حاصل ہو جائے کہ میں اس کی دی ہوئی رقم اسے واپس کر سکوں ورنہ اس کی واپسی بھی ضروری نہیں ہے۔"

صوفیہ حیران رہ گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"اس کے علاوہ بھی اور دے گا؟"

"ہاں صوفیہ کہتا تو یہی ہے۔"

"تو کیا تم لے لو گے؟" صوفیہ نے کہا۔

ذیشان سوچ میں ڈوب گیا، پھر اس نے کہا۔

"دُنیا نے جتنے چر کے لگائے ہیں نا ہم نے جن حالات میں گزارا کیا ہے نا اس کے بعد دل نہیں چاہتا کہ اپنے ان اقدار کا ڈھول پیٹتا رہوں جن کے نتیجے میں تین سال کی ناکردہ سزا بھگتنی پڑی اور پھر یہ کوئی جرم نہیں ہے...... یہ تو قرض ہے...... اگر اس قرض سے ہماری کچھ زندگی بدل سکتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے۔"

صوفیہ سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

"کہیں کوئی اور مشکل نہ بن جائے؟"

"ہر طرح کی مشکلات کا خیال رکھوں گا صوفیہ...... تمہیں میرا معاون رہنا چاہئے۔"

"تو یہ رقم۔"

"آرام سے خرچ کرو...... جو ضرورتیں رکی ہوئی ہیں انہیں پورا کرو...... ہر طرح کی آسائشیں لے لو اپنے لئے...... بچوں کے لباس بناؤ...... سب خرچ کر ڈالو صوفیہ...... یہ تمہارے ہی لئے ہیں اور ہاں سنو! مجھے اس میں سے صرف دو نوٹ دے دو۔" ذیشان نے کہا

اور گڈی میں سے دو نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لئے۔

صوفیہ کے ہاتھ لرز رہے تھے لیکن بہر حال شوہر کا سہارا حاصل تھا...... اس نے رقم اپنے پاس رکھ لی اور ذیشان کی آنکھوں میں آسودگی اُبھر آئی...... ذہن میں کچھ خدشات ضرور تھے...... پتا نہیں وہ عورت جس کا نام ابھی تک اسے معلوم نہیں ہو سکا تھا...... سوائے اس کے کہ وہ سیٹھ اختیار کی بیوی تھی...... اس سے کیا چاہتی ہے؟ بہر حال ذیشان نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر ایسی کوئی سادہ سی بات ہوئی جیسا کہ اس عورت نے کہا ہے کہ وہ غیر قانونی معاملہ نہیں ہے تو پھر وہ اس کا ساتھ دے گا، اب کچھ بھی ہو زندگی گزارنے کے لئے اپنے لئے بھی تو کچھ کرنا ہی ہوتا ہے...... اس خیال نے اسے مطمئن کر دیا تھا، وہ رات بہت خوشیوں اور سکون کی رات تھی، گھر میں بہترین کھانا پکا تھا...... ان تیس روپوں کی اب کوئی اہمیت نہ رہی تھی جو کہ صوفیہ سلائی کے بدلے میں لائی تھی...... رات کے کھانے کے بعد میاں بیوی بہت دیر تک باتیں کرتے رہے...... بچے سو گئے تھے اور جب صوفیہ بھی سو گئی تو ذیشان کا ذہن وسوسوں میں گھر گیا...... بہر حال دوسرے دن اسے گیارہ بجنے کا انتظار تھا، دس بجے ہی وہ میڈیکل سٹور پہنچ گیا...... میڈیکل سٹور کے مالک کا نام جاوید تھا...... اس سے سلام دعا ہوئی...... جاوید ایک اچھا انسان تھا...... ایک دوسرے کے پرانے شناسا تھے یہ لوگ، جاوید جانتا تھا کہ ذیشان جیسے شخص کو یقیناً کسی ناکردہ جرم کی سزا ملی ہے...... اس شخص نے بھی بہت خیال رکھا تھا ذیشان کے گھر کا، اس کے بچوں کا...... ذیشان نے اسے بتایا کہ اس کے ایک دوست کا فون آنے والا ہے...... وہ اس کے انتظار میں ہے پھر ٹھیک گیارہ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

جاوید کے فون اٹھانے سے پہلے ذیشان نے آگے بڑھ کر فون اٹھا لیا تھا...... پھر اس کی توقع کے مطابق دوسری طرف سے آواز اُبھری۔

"دیکھئے مجھے مسٹر ذیشان سے بات کرنی ہے۔"

ہاں میڈم میں ہی بول رہا ہوں۔" ذیشان نے کہا۔

"اوہ، تم فون کا انتظار کر رہے تھے۔"

"ہاں ظاہر ہے آپ نے مجھے گیارہ بجے کا وقت دیا تھا۔"

شکریہ...... مجھے وقت کی پابندی کرنے والے لوگ بے حد پسند ہیں...... اچھا مسٹر

ذیشان آپ ایک کام کیجئے..... آپ کو گرین سکوائر پہنچنا ہے..... گرین سکوائر کے بارے میں آپ جانتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"گرین سکوائر کی تیسری منزل پر فلیٹ نمبر ایک سو تیرہ ہے، سمجھ رہے ہیں ناذہن نشین کرلیں یا نوٹ کرلیں..... گرین سکوائر تھرڈ فلور، فلیٹ نمبر ایک سو تیرہ..... ایک سو تیرہ کے دروازے پر جب آپ رکیں گے تو دروازے کے برابر ہی ایک چھوٹا سا خلا ہے وہ کال بیل کا خلا ہے لیکن اس کا نچلا حصہ تھوڑا سا ٹوٹا ہوا ہے..... وہاں آپ کو فلیٹ کی چابی مل جائے گی، اس چابی سے فلیٹ کا تالہ کھولئے اور اندر آکر بیٹھ جائیے..... یہ کام اب آپ ایک گھنٹے کے بعد کریں گے..... میں ایک گھنٹہ کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں؟"

"یہ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پہنچ جائیں تو وہاں جاکر اندر بیٹھ جائیے میں آجاؤں گی۔ میں پہلے پہنچ گئی تو پھر تو آپ کو فلیٹ کا دروازہ کھلا ہی ملے گا۔"

"ٹھیک ہے..... آپ کتنی دیر میں وہاں پہنچیں گی؟"

"ایک گھنٹے کے اندر اندر۔"

"تو بہتر یہی ہے کہ میں آپ کا انتظار کرلوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں مسٹر ذیشان..... بہر حال ایک گھنٹے کے اندر اندر۔"

"بہت بہتر، میں پہنچ رہا ہوں۔"

"او کے....." دوسری طرف سے آواز آئی اور فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ذیشان نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور رکھ دیا تھا..... پھر وہ جاوید کا شکریہ ادا کر کے گھر واپس آیا..... لباس تبدیل کیا..... حلیہ درست کیا..... تھوڑی سی رقم اس کی جیب میں موجود تھی جسے اس نے اپنے لئے مناسب سمجھا اور پھر وہ وہاں سے چل پڑا۔

کافی دور آنے کے بعد اس نے ایک رکشہ روکا اور اسے گرین سکوائر کا پتا بتادیا۔

گرین سکوائر تک کا تمام سفر وسوسوں میں ڈوبا ہوا تھا..... وہ ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلی محسوس کر رہا تھا، لیکن بہر حال ایک سنہرا مستقبل سامنے تھا..... صوفیہ کے ساتھ جھوٹ بولا تھا اور اب اس جھوٹ کو نبھانا بھی تھا لیکن اس کے باوجود یہ فیصلہ اس نے کرلیا تھا

کہ اگر کام انتہائی خطرناک ہوا جسے کرنے سے زندگی ایک بار پھر مشکلات کا شکار ہو جائے تو وہ اس سے گریز کرے گا، البتہ اس پراسرار عورت کی معلومات پر اسے حیرانی تھی..... نہ جانے وہ اسے کتنا جانتی ہے..... نہ جانے اس کے بارے میں اس نے اتنی معلومات کیسے حاصل کرلیں..... ذیشان نے تو خیر جو کچھ کیا تھا وہ ایک الگ بات تھی اور وہ اسے ہر حالت میں اپنے ذہن میں رکھنا چاہتا تھا لیکن عورت کی معلومات کا کیا ذریعہ ہے..... یہ بات ذیشان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی، بہت غور کیا تھا اس نے لیکن کوئی فیصلہ نہیں کر سکا..... یہاں تک کہ رکشا ڈرائیور نے کہا۔

"صاحب وہ سامنے گرین سکوائر ہے۔"

"ہاں بس یہیں روک دو۔" ذیشان نے کہا۔

رکشے سے اتر کر اس نے رکشا ڈرائیور کو بل کی رقم ادا کی، اس کے بعد وہ ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا..... گرین سکوائر ایک رہائشی عمارت تھی اس کے اطراف میں اور فلیٹ بھی تھے..... بظاہر یہ عام سی عمارت تھی..... عمارت کے مکین درمیانہ درجے کے لوگ تھے..... پتا نہیں فلیٹ نمبر ایک سو تیرہ کی کیا کیفیت ہے..... کیا کرنا چاہئے..... ویسے یہ ذرا عجیب سی بات تھی کہ اس عورت نے اسے فلیٹ کی چابی کی جگہ بتادی تھی..... آخر وہ چابی وہاں کس لئے رکھی جاتی ہوگی، ذیشان بہت کچھ سوچتا رہا..... ایک بار دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ فلیٹ پر پہنچ کر پہلے سے وہ داخل ہو جائے..... فلیٹ کا جائزہ لے لے..... ہو سکتا ہے وہاں اسے ایسی کوئی چیز مل جائے جس سے اسے احساس ہو جائے کہ عورت اس سے کیا چاہتی ہے؟ لیکن پھر خوف دامن گیر ہو گیا..... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس فلیٹ میں داخل ہو اور کوئی ایسی مصیبت سامنے آجائے جسے رد کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو..... کہیں فلیٹ میں کوئی لاش پڑی ہو اور وہ اندر داخل ہو اور اس کے فوراً بعد پولیس آجائے اور اسے گرفتار کرلے..... وہ خوف سے لرز کر رہ گیا لیکن بہر حال کافی دیر تک وہ راہداری میں ٹہلتا رہا..... راہداری کے آخر [illegible] ایک خلا تھا جس سے باہر سڑک کو دیکھا جا سکتا تھا۔ پھر اسے وہ مرسڈیز نظر آئی..... دور سے آرہی تھی..... وہ مطمئن ہو گیا..... تھوڑی دیر بعد مرسڈیز گرین سکوائر کے سامنے والے حصے میں جارکی..... ذیشان نے یہ بات خاص طور سے نوٹ کی تھی کہ مرسڈیز گرین اسکوائر سے ہٹ کر کھڑی کی گئی ہے پھر اس نے اس عورت کو اترتے ہوئے

دیکھا...... اس وقت وہ سادہ سے لباس میں تھی اور گردن جھکائے اس طرف آ رہی تھی......
ذیشان اپنی جگہ کھڑا رہا...... تھوڑی دیر کے بعد عورت اس فلیٹ کے سامنے رُکی...... پہلے اس
نے اس ٹوٹے ہوئے خلا میں ہاتھ ڈال کر وہ چابی نکالی پھر دروازہ کھولا...... ابھی وہ دروازہ
کھول رہی تھی کہ ذیشان تیز تیز قدموں سے چل کر اس کے قریب پہنچ گیا...... عورت نے
اسے سرد نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد فلیٹ میں داخل ہوگئی...... ذیشان بھی اس کے
پیچھے پیچھے ہی داخل ہو گیا تھا...... ذیشان کے اندر قدم رکھتے ہی عورت نے پلٹ کر فلیٹ کا
دروازہ بند کر دیا، پھر وہ ذیشان کو اشارہ کر کے چل پڑی...... فلیٹ تین کمروں پر مشتمل تھا......
ایک لاؤنج تھا جس کی داہنی سمت ایک قطار میں ایک بڑا سا کچن اور واش روم وغیرہ تھے......
تین کمروں میں سے ایک کمرا ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا...... عورت نے
اطمینان سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی...... ذیشان بھی اس کے پیچھے
اندر داخل ہو گیا تھا...... ڈرائنگ روم میں سادہ سا فرنیچر رکھا ہوا تھا...... ہلکا پھلکا سا کم قیمت کا
قالین بچھا ہوا تھا...... ویسے بھی فلیٹ کی حالت بہت اچھی نہ تھی...... ایک رہائش گاہ کہا جا سکتا
تھا اسے۔

"بیٹھو۔" عورت نے اس سے کہا۔

اور ذیشان بیٹھ گیا...... ویسے وہ گہری نگاہوں سے اس عورت کا جائزہ لے رہا تھا اور اپنے
تجربے کی نگاہ سے اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ بہت تیز اور چالاک قسم کی عورت ہے اور
زمانہ اچھی طرح دیکھے ہوئے ہے...... خوبصورت بھی ہے اور سمارٹ بھی، کسی کو بھی اپنی
جانب متوجہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے لیکن ذیشان اس انداز میں اس سے کسی طور متاثر
ہونے والوں میں سے نہیں تھا...... زمانے کی گردش کا ستایا ہوا کوئی شخص فوراً ہی ذہنی طور پر
لطیف خیالات کی طرف مائل نہیں ہو سکتا...... یہی کیفیت اس وقت ذیشان کی تھی، جو وقت
وہ جیل سے نکلنے کے بعد گزار چکا تھا اس نے اس کے اندر اتنی تلخیاں بھر دی تھیں کہ اب
کوئی بھی حسین شے اسے متاثر نہیں کر سکتی تھی۔ عورت کے بیٹھنے کا انداز بھی بے حد
پُر کشش تھا...... غالباً وہ اپنے جسمانی نقوش کی حشر سامانیوں سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ
جب صنف مخالف کا کوئی شخص اس کے سامنے ہو تو اسے اپنی جانب کیسے متوجہ کیا جا سکتا
ہے...... اب یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ذیشان کو ایسے کسی ہتھیار سے مارنا چاہتی ہے کیونکہ

بہر حال اس وقت ذیشان جس کیفیت میں تھا اس کیفیت میں وہ ایک مرد کی حیثیت سے کسی
عورت کے لئے قابل اعتنا نہیں ہو سکتا تھا اور عورت بھی ایسی جو ایک ماہر شکاری کی حیثیت
رکھتی ہو...... ذیشان نے ان چند لمحات میں ان تمام باتوں کا جائزہ لیا تھا اور غالباً عورت بھی
کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے اس نے ذیشان کو یہ وقفہ دے دیا تھا پھر اس کی جانب وہ
متوجہ ہوئی اور بولی۔

"گھبرا رہے ہو؟"

"کس بات سے؟" ذیشان کا لہجہ سرد تھا۔

"ایک فطری بات ہے ایسے کسی پراسرار ماحول میں کسی کو بلانا اور اس کے بعد ایک اجنبی
جگہ ایسے خیال کے ساتھ بیٹھنا جس کا علم انسان کو نہ ہو...... فطری طور پر گھبراہٹ کا باعث
بن سکتا ہے۔"

"تجزیہ نگاری کی کوشش نہ کرو...... میرا خیال ہے ہمیں کام کی بات شروع کر دینی
چاہئے۔" ذیشان نے اپنے لہجے سے یہ ظاہر کیا کہ عورت کی ظاہری حیثیت سے وہ کسی طور
متاثر نہیں ہے اور صرف کام کی بات کرنا چاہتا ہے...... تب عورت بولی۔

"میں نے تمہارا نام اپنی زبان سے پکارا...... تم نے ابھی تک مجھ سے میرا نام نہیں پوچھا۔"

"ضروری نہیں سمجھا۔"

"حالانکہ کل ایک بڑی رقم تم مجھ سے لے چکے ہو۔"

"میڈم لے نہیں چکا۔" ذیشان نے جواب دیا اور عورت ہنس پڑی۔

"ہاں وہ تو تم نے میرے ہینڈ بیگ سے چرائی تھی۔"

"یقیناً آپ یہ کہہ سکتی ہیں۔"

"گویا اپنی محنت سے تم نے حاصل کیا۔" اس نے کہا اور ذیشان بھی بے اختیار مسکرا دیا۔

"کہاں حاصل کیا وہ تو میں آپ کو واپس کرنے کو تیار تھا۔"

"اور یہ غلط طریقہ کار تھا۔"

"کیوں؟"

"رقم ہاتھ میں آتے ہی تمہیں وہاں سے بھاگ جانا چاہئے تھا۔"

"پتا نہیں کیوں میں ایسا نہیں کر سکا۔"

”خیر، میں شاید غیر ضروری باتیں کر رہی ہوں...... میرا نام ناہید اختیار ہے...... ناہید احمد بھی کہتے ہیں لوگ مجھے۔“

ذیشان نے گردن خم کی اس نے یہ اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کر چکا ہے، لیکن اس بات پر اسے حیرت ہوئی تھی کہ عورت نے کم از کم اپنے بارے میں سچ بولا تھا...... تاہم ذیشان نے سوال کیا۔

”یہ اختیار...... یہ احمد؟“

”اختیار احمد میرے شوہر کا نام ہے۔“

”اچھا...... اچھا۔“ ذیشان احمد کسی قدر مطمئن لہجے میں بولا۔

”مسٹر ذیشان جس انداز میں میری آپ سے ملاقات ہوئی ہے اور جس انداز میں، میں نے آپ کو یہاں طلب کیا ہے اس سے آپ کو یہ احساس تو ہوگا کہ یہ کوئی نیک کام نہیں ہے بلکہ زندگی کی ان ضروریات میں سے ایک ہے جنہیں قانون کبھی کبھی مجرمانہ عمل کا نام دے دیتا ہے۔“

”میں نے شاید آپ سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی کہ کیا مجھے کوئی غیر قانونی کام کرنا ہوگا؟“

”دیکھو مائی ڈیئر ذیشان زمانے کی برائیوں پر میں لیکچر نہیں دینا چاہتی لیکن یہ بات میں ہی نہیں دنیا جانتی ہے کہ اس وقت ہر وہ شخص قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے جسے محفوظ انداز میں قانون شکنی کا موقع مل جاتا ہے...... میں زیادہ گہرائیوں میں نہیں جاؤں گی کیونکہ بات موضوع سے ہٹ جائے گی...... ہم وہ کام کرتے ہیں یعنی فرض کرو ایک جگہ چھوٹی سی دکان لگا لیتے ہیں، چلتی پھرتی دکان اور دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی پولیس وین تو آس پاس میں نہیں ہے وہ آتا ہے تو ہم اس دکان کو اٹھا کر وہاں سے چل پڑتے ہیں، کیا وہ دکان لگانا غیر قانونی نہیں ہے لیکن وہ دکان کیوں لگائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے پیٹ کی ضرورت ہوتی ہے...... میں نے شاید کوئی موثر مثال نہیں دی...... میں ایسے تمام کاموں کے بارے میں کہہ رہی ہوں جو غیر قانونی ہوتے اور اندر سے دل و دماغ یہ بات جانتے ہیں کہ وہ غیر قانونی ہیں لیکن ہم انہیں کرتے ہیں...... ہمارے ذہنوں میں اس وقت قانون نہیں بلکہ وہ پولیس والا ہوتا ہے جو ادھر سے گشت کرتا ہوا گزر سکتا ہے اور سچی بات بتاؤں وہ پولیس والا بھی غیر قانونی عمل کرتا ہے...... وہ اگر تنہا ہو اور اسے موقع مل جائے تو دس بیس روپے لے کر وہ دکان عارضی طور پر

وہاں قائم رہنے دیتا ہے ان باتوں کو کہنے سے میری مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص اپنے مفاد کے لئے کام کرتا ہے جسے یہ کام کرنے کا موقع مل جائے...... وہ یہ نہیں سوچتا کہ کون سا کام قانونی ہے اور کون سا غیر قانونی...... ہاں ہم اس چیز کو خطرناک قرار دے سکتے ہیں جو یقینی طور پر سزا کا معاملہ ہو، جیسے قتل، ڈاکہ، چوری اور ایسے دوسرے واقعات جن کے لئے بہر حال قانون میں معافی کا لفظ نہیں ہے اور میں نے جو تم سے کہا تھا کہ میرا کام غیر قانونی نہیں ہے وہ اسی بنیاد پر کہا تھا کہ نہ تو اس کام میں کوئی قتل پوشیدہ ہے، نہ کوئی ڈاکہ زنی اور نہ ہی ایسا نا قابل یقین عمل جس سے سزا کا تصور ضروری ہو جائے، جو کام ہم کریں گے وہ یقینی طور پر قانونی تو نہیں ہوگا بلکہ ایک حد تک خاصا خطرناک ہوگا، لیکن یوں سمجھ لو کہ اگر ایسے کام کا انکشاف بھی ہو جائے تو میرے پاس اس کے لئے ایسے پہلو موجود ہیں جو ہمارے لئے بچت کا باعث بن سکتے ہیں۔“ ذیشان اس کے الفاظ سن رہا تھا...... اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا...... یہ اندازہ تو اس نے چند لمحوں ہی میں لگا لیا تھا کہ عورت غیر معمولی طور پر ذہین اور چالاک ہے...... اس کے الفاظ بھی اسی کیفیت کے غماز تھے...... ذیشان سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

”میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات اور کافی حد تک سمجھ گیا ہوں محترمہ ناہید۔“

”تم مجھے صرف میڈم کہہ کر مخاطب کرو...... میں نے نام اس لئے بتایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں خود کو تم سے چھپانا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے میڈم...... میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہو چکی ہیں اور آپ کو خود بھی اندازہ ہوگا کہ اب وہ باتیں جاننے کا تجسس کس قدر بڑھ گیا ہے جس کے لئے آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔“

”میں خود بھی ٹو دی پوائنٹ آنا چاہتی ہوں۔“

”جی۔“

”دیکھو مسٹر ذیشان جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ جو کچھ میں کرنا چاہتی ہوں اس میں جرم کا ایک پہلو بے شک چھپا ہوا ہے...... میں اس سے انکار نہیں کرتی اور جب انسان کسی کو اپنے جرم میں شریک کرتا ہے تو اسے خود بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ اس کے لئے باعث مصیبت نہ بن جائے۔“

”جی۔“ ذیشان نے کہا۔

"ایسی صورت میں انسان کے ذہن میں اپنے تحفظ کا خیال بھی پیدا ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"اپنا مقصد تمہیں بتاتے ہوئے کیا مجھے اس خوف کا شکار نہیں ہونا چاہئے؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں آپ کی دریافت ہوں...... آپ میری نہیں۔"

"غلط بات ہے...... میں نے جو رقم تمہیں دے دی بغیر کسی لالچ کے...... وہ بھی اس انداز میں کہ اگر میں چاہتی تو تمہیں مشکل میں ڈال سکتی تھی۔"

"اب جو ہو چکا وہ ہو چکا...... نہ میں وہ رقم آپ کو واپس کرنے لگا ہوں نہ آپ اس کی واپسی کا مطالبہ مجھ سے کر رہی ہیں، چنانچہ آگے کے کسی بھی قدم کو اس سے منسلک کرنے کی کوشش نہ کریں...... آپ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

ذیشان کے ان الفاظ پر وہ مسکرا دی پھر بولی۔

"مانتی ہوں اس بات کو لیکن کیا میں اس بات کو کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ آگے کے جو اقدامات میں کرنے والی ہوں میرے لئے باعث تشویش ہو سکتے ہیں۔"

"میڈم یہ سارے فیصلے صرف آپ کو کرنا ہوں گے۔"

"یہ بھی مانتی ہوں اور انہی فیصلوں کے تحت میں یہ کاغذ تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک کاغذ نکالا جس پر ایک تحریر درج تھی...... اس تحریر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ "میں ایک لاکھ روپے بطور قرض مسز ناہید اختیار سے لے رہا ہوا جس کی واپسی ایک ماہ کے اندر اندر ہو جائے گی...... یہ قرض لینے کے بعد میں رسید دے رہا ہوں اور اگر ایک ماہ کے اندر اندر میں اس رقم کی واپسی نہ کر سکا تو مسز ناہید کو یہ اختیار ہے کہ وہ میرے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں۔"

"یہ کیا ہے؟" ذیشان نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"تمہیں اس پر دستخط کرنا ہوں گے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم میرے قابو میں رہو۔"

ذیشان ہنسنے لگا اور بولا۔

"میڈم اگر آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں تو یقینی طور پر میرا پہلا سوال یہ ہوگا کہ آپ نے مجھ پر بھروسا کیسے کیا؟ دوسری بات یہ کہ میرے ذہن میں یہ شدید تجسس ہے کہ آپ میرے ماضی کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی ہیں...... میں بھی یہ جاننا چاہوں گا کہ اس کا ذریعہ کیا ہے؟ اور میرا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟ کیا آپ کے خیال میں یہ غیر فطری امر ہے؟"

"مسٹر ذیشان آپ یقین کریں کہ یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے...... میں آپ کو اس کے بارے میں کسی نہ کسی وقت ضرور بتا دوں گی کہ ایسا کیسے ہوا؟ یہ اتنی اہم بات نہیں ہے۔"

"میڈم...... اہم ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"بالکل اسی طرح جیسے آپ اپنا کوئی راز مجھے سونپتے ہوئے مجھے اپنا ایک لاکھ کا مقروض ظاہر کرنا چاہتی ہیں۔"

"اوہ، گڈ...... یقین کرو اس بات پر مجھے پریشان ہونا چاہئے تھا لیکن پریشان ہونے کی بجائے میں خوش ہوں اور خوش اس لئے ہوں کہ بہر حال ایک ذہین شخص سے میرا واسطہ پڑا ہے۔"

"اس کاغذ کو واپس اپنے پرس میں رکھ لیجئے...... میں کسی ایسے کاغذ پر دستخط نہیں کروں گا...... ہمارے درمیان اگر اعتماد قائم ہو سکتا ہے تو صرف فرضی بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے...... مجھے اگر کسی ایسے کام میں کوئی فائدہ ہوگا جو میں کروں آپ کے لئے تو میں پوری دیانت داری سے وہ کام آپ کے لئے کروں گا...... آپ کو اگر احساس ہو جائے کہ میں وہ کام کرنے کے قابل ہوں تو آپ مجھ سے وہ کام لیجئے گا...... میرا خیال ہے اب اسی پر بات ختم ہونی چاہئے۔"

وہ ذیشان کو دیکھتی رہی، دیر تک دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے وہ کاغذ اٹھا کر پرزے پرزے کر دیا اور اس کی ایک گولی بنائی...... چند لمحے سوچتی رہی اور اس کے بعد اسے مٹھی میں دبا لیا پھر بولی۔

"ٹھیک ہے میں نے تم سے اتفاق کر لیا ہے مسٹر ذیشان۔"

"آپ اس بات پر بھروسا رکھیں...... حالات نے مجھے اس منزل پر لا کھڑا کیا ہے جہاں میں بہتر فیصلے نہیں کر سکتا...... میں اپنے آپ کو درست کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوں، اگر کوئی ایسا کام ہوگا جیسا آپ نے کہا تو میرا خیال ہے میں اسے کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے میں نے مان لیا ہے...... اب میری بات سنو...... اختیار احمد ایک خاصا دولت مند آدمی ہے...... سچے موتیوں کا کاروبار کرتا ہے...... اس کا یہ کاروبار یہاں سے دبئی تک پھیلا ہوا ہے بلکہ یہ سمجھو کہ دبئی ہی اس کی صحیح مارکیٹ ہے...... جاپان، ملائشیا اور انڈونیشیا سے وہ سچے موتی خریدتا ہے...... اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے کارخانے لگا رکھے ہیں، وہاں وہ انہیں پالش کرواتا ہے اور اس کے بعد انہیں دبئی میں فروخت کرتا ہے...... یوں سمجھو کہ ایک طرح سے اس کا کاروبار سیٹ ہے...... خاصا عمر رسیدہ آدمی ہے اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے...... میں اس کی دوسری بیوی ہوں...... یوں سمجھ لو ذیشان میں اپنے آپ کو پاک باز اور پارسا عورت نہیں کہتی، ان معنوں میں کہ میں نے اختیار احمد سے شادی کا جو فیصلہ کیا وہ پوری طرح سوچ سمجھ کر کیا کہ میں ایک دولت مند گھرانے میں جاؤں گی اور بقیہ زندگی عیش و عشرت سے گزرے گی...... مسٹر ذیشان! اختیار احمد سے میرا تعارف ایک کلب میں ہوا تھا اور وہاں سے ہم دونوں کے تعلقات آگے بڑھے...... میرا ماضی نہ تو اتنا داغ دار ہے کہ مجھے اس پر شرمندگی سے گردن جھکانی پڑے نہ اتنا روشن کہ میں اس پر فخر کر سکوں...... سمجھ لیں کہ ایک بے سہارا لڑکی تھی میں اور کسی بہتر سہارے کی تلاش میں سرگرداں جو اختیار احمد کی شکل میں مجھے نظر آیا...... میں نے اپنی عمر کو بھول کر اس سے شادی کر لی، اپنے مستقبل کے لئے لیکن بعد میں مجھے علم ہوا کہ اختیار احمد ایک خود غرض انسان ہے...... وہ اپنی عیاشی، اپنی دل بستگی کے لئے غیر ممالک میں جا کر لاکھوں خرچ کر دیتا ہے...... ہانگ کانگ، بنکاک، سنگاپور اور نہ جانے کہاں کہاں اس نے خوب سیر و سیاحت کی ہے لیکن میرے بغیر...... میں نے اپنی زندگی کے سارے خواب پورے کرنے کے لئے اس سے شادی کی تھی، لیکن یہ سمجھ لو ذیشان کہ میرا ایک بھی خواب پورا نہیں ہوا...... وہ کنجوس شخص مجھے صرف ایک گھر، ایک کار اور ایک عام سی زندگی دینے پر آمادہ ہو سکا اور یہ گھر، یہ کار سب اسی کا ہے...... میرے نام کوئی چیز نہیں ہے...... بیمار رہنے لگا ہے مگر اب بھی اس کی عیاشیاں عروج پر ہیں...... میں سوچتی ہوں کہ وہ مر بھی جائے گا لیکن یہ سب کچھ مجھے نہیں دے گا...... میں تو بالکل قلاش ر

گئی...... ایک لگا بندھا خرچ مجھے دیتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں جبکہ میری اپنی امنگیں اور آرزوئیں کچھ اور ہیں...... یہ میری اس سے شکایت ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مجھے اپنے مستقبل کی ناپختگی کا احساس ہے...... سمجھ رہے ہو نا مسٹر ذیشان؟"

"ہاں میڈم۔" ذیشان نے جواب دیا۔

"ایک عورت کے دل میں اپنے شوہر کے لئے اگر خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے تو یہ اہم بات نہیں ہے۔"

"جی۔"

"اب آؤ دوسری طرف...... اس کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے جس کی عمر اٹھارہ انیس سال کے قریب ہے...... بیٹی باپ کے بارے میں کوئی بہتر خیال دل میں نہیں رکھتی، کیونکہ اختیار احمد نے اسے بھی ان تمام ضروریات سے محروم رکھا ہے جو ایک نوجوان لڑکی کی ضروریات ہو سکتی ہیں...... وہ فطرتاً ہی ایسا ہے...... بس یوں سمجھ لو کہ نوشاد بھی میری طرح عدم تحفظ کا شکار ہے۔"

"نوشاد، اختیار احمد کی بیٹی کا نام ہے؟" ذیشان نے سوال کیا پھر دوبارہ کہا۔ "آپ کے اس سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"بے حد مناسب، اچھے تعلقات ہیں اور ایسے تعلقات سوتیلی ماں بیٹی کے نہیں ہوتے بلکہ جیسے دو دوستوں کے ہوتے ہیں...... وہ میری دوست ہے...... اختیار احمد سے اختلاف کے باوجود جب میں نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی بھی میری طرح مظلوم لڑکی ہے تو اس سے ہمدردیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں...... ہم دونوں ایک دوسرے کے اچھے برے کے شریک ہیں۔"

"ٹھیک۔"

"چنانچہ ہم دونوں کا یہ مشترکہ پروگرام ہی ہے جو ہم نے ترتیب دیا ہے اور اب تم تیسرے فرد ہو جو اس پروگرام میں شامل ہو رہے ہو۔"

"پروگرام کیا ہے؟"

"اب مجبوری ہے میں تمہیں بتائے بغیر نہیں رہ سکتی...... صورت حال یہ ہے کہ میں نے اور نوشاد نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے...... نوشاد کو اغوا کیا جائے گا۔"

ذیشان اس بات پر چونک پڑا...... اس نے حیرت سے کہا۔

"اغوا؟"

"ہاں ...... بیچ میں مت بولو ...... پہلے میری پوری بات سن لو ...... نوشاد کو اغوا کیا جائے گا اور اس کے عوض بیس لاکھ روپے تاوان طلب کیا جائے گا۔"

"جی سن رہا ہوں۔"

"لیکن اصل میں نوشاد کو اغوا نہیں کیا جائے گا۔" وہ پراسرار انداز میں بولی۔

"تو پھر؟"

"وہ اپنی خوشی سے اپنے گھر سے آجائے گی ...... ہم ایسا انتظام کریں گے کہ وہ پوشیدہ رہے اور مسٹر ذیشان تمہارا کام یہ ہوگا کہ اغوا کنندہ کی حیثیت سے تم اختیار احمد سے بیس لاکھ روپے طلب کرو ...... بس یہاں تمہیں ایک شاندار ڈرامہ کرنا ہوگا۔"

ذیشان کے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں اس نے کہا۔

"گویا مجھے۔"

"ہاں بالکل اور اس کا معاوضہ تمہیں تین لاکھ ملے گا اور ذیشان یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم دس سال تک کوششیں کرو تو اکٹھا تین لاکھ نہیں دیکھ سکتے اور نہیں کما سکتے ...... تم نے بھی دنیا دیکھ لی ہے ...... یہ تین لاکھ روپے حاصل کرنے کے بعد تم کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر سکتے ہو ...... تندرست و توانا اور مضبوط آدمی ہو ...... تین لاکھ کا تم کوئی بھی پروگرام بنا سکتے ہو ...... فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے اگر تم کرنا چاہو تو میرے ساتھ تعاون کر سکتے ہو۔"

ذیشان گہری سوچ میں ڈوب گیا دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"بات بے شک قتل وغیرہ کی نہیں ہے لیکن کیا یہ ایک سنسنی خیز قدم نہیں ہوگا۔"

"سنو ذیشان! میں نے اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا ہے نہ صرف میں نے بلکہ نوشاد نے بھی ...... ہم تمہیں اس بات کی امید دلاتے ہیں کہ یہ کوشش کسی سنگین جرم میں کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔"

"کیا مطلب؟ کیسے؟" ذیشان نے سوال کیا۔

"فرض کرو وہ کنجوس شخص اپنی بیٹی کے عوض بیس لاکھ روپے تاوان ادا کرنے پر آمادہ نہ ہو اور اس سلسلے میں کچھ اور کارروائیاں کرے تو اس بات کو ہم نیا رنگ دے سکتے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ جب کارروائی عروج پر پہنچ جائے تو نوشاد خود اپنے گھر واپس آجائے اور یہ کہے کہ اس بور ماحول سے تنگ آگئی تھی اور اپنے لئے خود ایک جگہ منتخب کر لی تھی ...... وہ صرف اپنے باپ کو پریشان کرنے کے لئے اس کے ساتھ یہ مذاق کر رہی تھی ...... نوشاد یہ تمام ذمے داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہے ...... ظاہر ہے یہ ایسا جرم نہیں ہوگا جس پر قانون سے سزا دے سکے ...... زیادہ سے زیادہ باپ بیٹی کے درمیان ایک چھوٹا سا اختلاف پیدا ہو جائے گا، جس کے لئے نوشاد ذہنی طور پر تیار ہے، جہاں تک بات ہماری اس مہم کی کامیابی کی رہی تو اس میں تمہارا بہت بڑا حصہ ہوگا ...... ایک ایسے شخص کی حیثیت سے تم اختیار احمد کو ہراساں کر سکتے ہو وہ تم کرو گے جو ایک سنگ دل انسان ہے اور دولت کے حصول کے لئے جو قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔"

ذیشان دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کیا اختیار احمد اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے؟"

"ہاں محبت تو وہ مجھ سے بھی کرتا ہے لیکن مسئلہ محبت کا نہیں ہے بعض جگہ وہ دولت کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اور محبتوں کو قربان کر دیتا ہے، چنانچہ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی کہ ہم اختیار احمد کو وہ رقم ادا کرنے پر تیار کر لیں گے لیکن میں یہ کوشش کروں گی اور انتہائی کوشش کروں گی ...... اس وقت جب تم اپنا مطالبہ اس کے سامنے پیش کرو گے۔"

"غور تو کرنا پڑے گا اس پر کیونکہ صورت حال تو بہرحال سنگین ہے۔"

"تمہاری مرضی ہے اس سے زیادہ تحفظ تمہیں اور کیا دیا جا سکتا ہے ...... ہم یہ الزام تم پر کسی طور عائد نہیں ہونے دیں گے، بلکہ اسے ایک مذاق کا رنگ دے کر ساری بات ختم کرنے کی ضمانت دی جاتی ہے تمہیں۔"

"پھر بھی میڈم ...... تھوڑا سا سوچنے کا وقت تو دیجئے گا۔"

"تمہاری مرضی ہے ...... چاہو تو سوچ لو۔"

"میرا خیال ہے مجھے اس کے لئے چوبیس گھنٹوں کا وقت درکار ہوگا۔"

"ٹھیک ہے کل [illegible] وقت اسی فلیٹ میں تم [illegible]"

"بہت بہتر میں کل گیارہ بجے حاضر ہو جاؤں گا۔"

"او کے مسٹر ذیشان، میرا خیال ہے کہ میں یہاں نہ تو تمہاری خاطر مدارات کر سکتی

ہوں اور نہ ہی اس کے انتظامات ہیں..... ویسے تمہیں بتادوں کہ یہ فلیٹ میری ایک دوست
ہے..... میری تحویل میں رہتا ہے..... کبھی کبھی یہاں آجاتی ہوں اور میری دوست لندن گ
ہوئی ہے، وہ وہاں ملازمت کرتی ہے..... ایک براڈ کاسٹنگ کے ادارے میں۔"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"کل گیارہ بجے میں یہاں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اُٹھو۔"

اور اس کے بعد وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل آئے..... ذیشان نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ
صاف دیکھ لیا تھا جہاں میڈم کے کہنے کے مطابق فلیٹ کی چابی موجود تھی..... میڈم نے ا
سے کہا۔

"اگر مجھ سے پہلے پہنچ جاؤ تو اطمینان سے یہاں سے چابی نکال کر اندر داخل ہو جانا...
کسی کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم آپ اطمینان رکھیں..... کل میری یہیں پر آپ سے ملاقات ہو
تو آپ کو اپنا آخری فیصلہ سنادوں گا۔"

"او کے..... اب تم ایسا کرو کہ ٹہلتے ہوئے اسی جھروکے کے پاس چلے جاؤ جہاں
مجھے دیکھتے رہے اور جب میری کار یہاں سے چلی جائے تو واپس جاسکتے ہو۔"

"او کے۔" ذیشان نے کہا۔

پھر اسی کے مطابق تمام عمل کیا گیا تھا..... جھروکے میں سے ذیشان اس پراسر
عورت کو دیکھ رہا تھا..... پلان بہت شاندار تھا لیکن ذیشان یہ بات جانتا تھا کہ اس پلان
م ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا..... ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں عورتیں اپنی کاوشو
میاب نہ ہونے پائیں اور اختیار احمد کچھ مشکل ہی انسان ثابت ہو..... یہ دونوں تو صا
تی ہیں..... ذیشان پھنس جائے گا اور اس کے لئے بچنا انتہائی مشکل ہو جائے گا۔
چنانچہ خطرہ تو ہے، اس کے علاوہ دوسری بات بھی ذیشان کے ذہن میں رہی تھی..... ناہی
نا بالکل درست تھا..... تین لاکھ روپے حاصل کرنا صرف ایک خواب ہو سکتا ہے، کم از
ذیشان جیسے آدمی کے لئے اس خواب کی تعبیر ناممکن ہی ہے..... چنانچہ اگر تھوڑی سی مح

کرلی جائے..... کوشش کرلی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے..... ایک بہتر مستقبل کا آغاز ہو سکتا
ہے..... صوفیہ ایک سیدھی سادی عورت تھی..... اسے ایسے راز میں شریک کرنے کا
مطلب یہ تھا کہ خود اپنی گردن میں پھانسی کا پھندا لگایا جائے۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو بیوی اور بچوں کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتا رہا.....
اپنی کہانی کو اس نے آگے بڑھالیا تھا اور صوفیہ کو مطمئن کر دیا تھا لیکن اس کے ذہن میں
سوچوں کا بسیرا رہا اور وہ اس سلسلے کے باقی معاملات پر بھی غور کرتا رہا۔

دوسرے دن گیارہ بجے ناہید کے ساتھ میٹنگ تھی..... اس نے سوچا اپنے ہاتھ میں
بھی کچھ ہونا چاہئے کہ جس سے صرف اس کی گردن نہ پھنسے بلکہ یہ بات ایک باقاعدہ پروگرام
کی شکل اختیار کر جائے اور اس نے تدبیر سوچ لی تھی، چنانچہ شام کو وہ اپنے گھر سے باہر
نکلا..... کچھ رقم صوفیہ سے طلب کی اور اسے جیب میں ڈال کر چل پڑا..... بازار سے اس نے
ایک اچھے سے برانڈ کا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر خریدا اس میں سیل ڈالے اور اسے اچھی طرح
چیک کر کے وہاں سے چل پڑا..... اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کام کو شاندار انداز ہی میں کرنا
چاہئے چنانچہ تمام تر تیاریوں کی تکمیل کے بعد دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے وہ گھر سے باہر
نکل آیا اور سیدھا گرین سکوائر پہنچا..... گیارہ بجے کا وقت تھا..... یہ تو ممکن نہیں تھا کہ ناہید
وہاں پہنچ گئی ہو..... اسے فلیٹ میں داخل ہونے کے لئے کوئی دشواری پیش نہیں آئی
تھی..... چابی اپنی جگہ سے نکال کر وہ فلیٹ میں داخل ہوا اور اس کے بعد اسی ڈرائنگ روم میں
پہنچا یہاں اس نے احتیاط کے ساتھ ایسی جگہ تلاش کرنا شروع کر دی جہاں ٹیپ ریکارڈر کو
ایسی جگہ چھپایا جاسکے کہ جب چاہے اسے ہاتھ بڑھا کر آن کر لیا جائے..... صوفے کی پشت کا
حصہ تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا..... جہاں سے لکڑی کا فریم جھانک رہا تھا..... ذیشان نے وہاں وہ ٹیپ
ریکارڈر حفاظت سے چھپا دیا اور پھر اپنے پروگرام کی ریہرسل کر کے دیکھی..... ہاتھ کو احتیاط
کے ساتھ صوفے کے عقب میں لے جایا جائے تو ٹیپ ریکارڈر کا پلے اور ریکارڈر دبا دیا
جائے..... ایسا اس نے دو تین بار کر کے دیکھا کیسٹ سیٹ تھا..... اس نے خود ہی اپنی آواز اس
میں ریکارڈ کی اور اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ اگر ناہید ان صوفوں میں سے کسی صوفے پر بیٹھی ہو تو
ریکارڈر میں اس کی آواز ریکارڈ کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو، پھر مطمئن ہو کر اس نے ٹیپ
ریکارڈر وہیں چھوڑ دیا اور برق رفتاری سے ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا..... فلیٹ کو لاک

کیا...... چابی اس کی جگہ رکھی اور گرین سکوائر سے باہر نکل آیا۔

آج وہ ناہید کا استقبال باہر سڑک پر کرنا چاہتا تھا تاکہ ناہید کو اس بات کا کوئی شبہ نہ ہو سکے، پھر ٹھیک گیارہ بجے اس نے نیلی مرسڈیز آتے ہوئے دیکھی...... پچھلے دن مرسڈیز جس جگہ پر کھڑی ہوئی تھی وہ اس سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑا ہوا تاکہ ناہید اسے دیکھ لے...... البتہ ناہید کے ساتھ آج اس نے ایک خوبصورت لڑکی کو اترتے ہوئے دیکھا تھا اور اسے دیکھ کر ذیشان کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی...... دبلے پتلے بدن کی مالک انتہائی دلکش نقوش کی یہ لڑکی اپنے اندر کسی کو جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتی تھی...... اس کے اخروٹی رنگت کے بال لمبے لمبے اور ایک خاص انداز سے بنے ہوئے تھے، وہ ایک سادہ سا لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کی چال میں بھی ایک انوکھی بات تھی...... سڑک عبور کرنے کے بعد وہ گرین سکوائر میں داخل ہو گئی...... ناہید نے ذیشان کو دیکھ لیا تھا اور غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا تھا، چنانچہ ان لوگوں کے اندر داخل ہونے کے بعد ذیشان بھی با آہستگی سیڑھیاں عبور کر کے آخر کار فلیٹ پر پہنچ گیا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا...... ذیشان کو ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اختیار احمد کی بیٹی نوشاد تھی، لیکن جس قدر دلکش شخصیت کی مالک تھی وہ...... اسے ذیشان دیر تک ذہن سے محو نہیں کر سکا تھا...... فلیٹ میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا تو اس کے دل میں ایک وسوسے نے سر اُبھارا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی اس جگہ بیٹھ گئی ہو جہاں ذیشان نے خود بیٹھنا تھا، اگر ایسا ہوا تو اس کے لئے خاصی مشکل پیش آ سکتی ہے...... ڈرائنگ روم میں داخل ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی بات کا جائزہ لیا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ دونوں سامنے والے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ صوفہ خالی تھا جس پر ذیشان کو بیٹھنا تھا...... ذیشان نے خوش اخلاقی سے سلام کیا اور پھر وہ صوفے پر بیٹھ گیا...... ناہید اسے دیکھ رہی تھی...... ذیشان مسکرا دیا تو ناہید نے کہا۔

"اصل میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی میں کہ تم اپنے دل میں کیا سوچیں لے کر آئے ہو...... کہا جاتا ہے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے اور اگر تھوڑی سی محنت کر لی جائے [illegible] تو دل کی [illegible] ہو جاتی ہیں...... میرا تجربہ اگر اس وقت دھوکا نہیں دے رہا تو تمہارے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں اتفاق ہے...... ارے ہاں میں نوشاد کا تفصیلی تعارف تم سے کروانا تو بھول گئی...... میرا خیال ہے کل کی نشست میں، میں

نے تمہیں نوشاد کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں، اس وقت میں انہیں اس لئے ساتھ لے کر آئی ہوں کہ کہیں تمہارے ذہن میں کوئی ابہام نہ رہ جائے...... تم یہ نہ سوچنے لگو کہ نوشاد ہمارے منصوبے میں شریک ہے یا نہیں...... میں نے نوشاد کو تمہارے بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں اور تم اگر چاہو تو اس سے سوالات کر سکتے ہو۔"

"نہیں میڈم! بھلا میں ان سے کیا سوالات کروں گا...... باقی جو ساری باتیں ہوں گی ظاہر ہے ان کے سامنے ہی ہوں گی۔"

"ہاں بے شک۔"

"خود آپ کے ذہن میں تو کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی؟"

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"مس نوشاد کیا آپ میڈم ناہید کے ساتھ اس منصوبے میں شریک ہیں؟"

"ہاں بالکل۔" اس نے مترنم آواز میں جواب دیا...... اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی گھبراہٹ نظر آ رہی تھی۔

ناہید نے کہا۔

"دیکھو نوشاد ابھی ہمارے پاس وقت ہے، اگر تم نے ذرہ برابر کمزوری کا اظہار کیا تو بات صرف تمہاری ذات تک محدود نہیں ہے۔ ہم دونوں بھی اس میں برابر کے ملوث ہیں...... ہر شخص مضبوطی سے اپنے طور پر کام کرے گا، چنانچہ فیصلہ کر لو۔"

"نہیں...... بس یونہی کبھی کبھی میرے ذہن پر بوجھ سا آ پڑتا ہے۔"

"اختیار احمد سے کچھ حاصل کرنے کے لئے ہمیں اس بوجھ کو سر سے اتارنا ہو گا۔ ہاں مسٹر ذیشان آپ چاہیں تو نوشاد سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے مزید سوالات کی گنجائش نہیں ہے۔ طے یہ ہوا ہے کہ مس نوشاد اپنے گھر سے غائب ہو جائیں گی اور آپ انہیں کسی محفوظ جگہ پوشیدہ کر دیں گی، پھر اس کے بعد مجھے اختیار احمد صاحب سے رجوع کر کے تاوان کی رقم طلب کرنا ہو گی۔"

"[illegible] منصوبہ [illegible]" ناہید نے جواب دیا۔

"اس کام کا آغاز کب کرنا ہے ہمیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان جب سارے معاملات طے ہو چکے ہیں تو اب دیر

کرنا بے کار ہے۔ زیادہ سے زیادہ پرسوں۔'' ناہید نے کہا۔

''مس نوشاد کو پوشیدہ رکھنے کے لئے کون سی جگہ استعمال کی جائے گی؟''

''ایک درمیانے درجے کا ہوٹل ہے..... ایک ایسی جگہ جہاں کسی کا دھیان نہیں جا سکتا..... اس ہوٹل میں ایک کمرہ آج ہی حاصل کر لیا جائے گا اور اس کے بعد انہیں وہاں منتقل کر دیا جائے گا۔''

''سوچ لیجئے اس سلسلے میں کوئی دقت تو نہ ہو گی؟''

''بالکل نہیں..... میں اکثر سیر و تفریح کے لئے کبھی کبھی ایک آدھ دن کے لئے سے نکل جاتی ہوں۔''

''جی میڈم..... جو پروگرام آپ نے سوچا ہے..... اس میں آپ کو کہاں کہاں رقم آتا ہے..... جیسا کہ آپ کا خیال ہے کہ اختیار احمد صاحب ایک کنجوس آدمی ہیں، معاف گا تو کیا وہ اتنی بڑی رقم ادا کرنے کو تیار ہو جائیں گے۔''

''یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے ڈیئر ذیشان..... تمہیں اس کے لئے ایک ماحول بنانا ہو گا۔ یوں سمجھو کہ آئیڈیا ہمارا ہے..... سکرپٹ تمہارا ہو گا۔''

''ٹھیک، مناسب ہے تو پھر پرسوں تک یہ تمام کارروائی ہو جانی چاہئے، یعنی ہوٹل کمرے کا حصول اور اس کے بعد باقی تمام کام۔''

''یہ سب میری ذمے داری ہے۔''

''اس ہوٹل سے مجھے بھی واقفیت ہونی چاہئے۔''

''خود جا کر دیکھ سکتے ہو..... علاقے کا نام میں بتائے دیتی ہوں..... ہوٹل کا نام صحارا ہے''

''تو پھر سکرپٹ یوں ہو گا..... پورا دن نوشاد اپنے گھر میں رابطہ رکھیں گی..... شا آپ اپنے گھر سے نکلیں گی..... بالکل اسی طرح جیسے آپ اپنے ڈیڈی سے اجازت لیا ہیں..... کسی قسم کے تردد یا الجھن کا مظاہرہ نہ کریں گی تاکہ کوئی شبہ نہ ہو اس کے بعد پہنچ جائیں اور اپنے کمرے میں مقیم ہو جائیں گی۔ اس دوران میڈم آپ کو یہ کرنا ہو گا کہ اس کمرے کا نمبر بتا دیجئے گا..... تفصیل کے ساتھ اور ویسے بھی میں آپ سے عرض کرو کہ آپ براہ راست اس سارے معاملے میں شریک رہیں گی۔''

''کس طرح؟'' ناہید نے سوال کیا۔

''دیکھئے بات اس قدر آسان تو نہ ہو گی..... اختیار احمد صاحب اب اس قدر بے اختیار نہ ہوں گے کہ وہ اپنی بیٹی کی گمشدگی یا اغوا کے سلسلے میں کسی سے کوئی رابطہ ہی نہ کریں..... سمجھ رہی ہیں نا آپ..... وہ اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کریں گے اور اس کے لئے وہ پولیس سے مدد بھی لے سکتے ہیں۔''

''اس کی آپ کو ضمانت دیتی ہوں کہ وہ پولیس سے رجوع نہیں کریں گے۔''

''اس کی وجہ؟'' ذیشان نے سوال کیا۔

لیکن ناہید نے کڑی نگاہوں سے ذیشان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''دیکھئے مسٹر ذیشان آپ کا اور ہمارا تعلق صرف ان معاملات سے ہے..... اس کے آگے پیچھے کیا ہے اس کے بارے میں نہ تو آپ مجھ سے سوالات کریں گے اور نہ میں کسی طور ان کا جواب دینا پسند کروں گی۔'' اس کا لہجہ حتمی تھا..... پھر ذیشان نے کہا۔

''ٹھیک ہے مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ کوئی دلچسپی لیکن ان واقعات کے سلسلے میں جو سب کچھ ہم کر رہے ہیں ان کے بارے میں یہ سب کچھ پوچھنا چاہوں گا۔''

''اس کے لئے یہ بھی ہے کہ اگر وہ بتانے کے قابل ہوئیں تو بتاؤں گی ورنہ نہیں۔''

''ٹھیک ہے..... تو آپ کو یقین ہے اس بات کا کہ اختیار احمد صاحب پولیس سے رجوع نہیں کریں گے۔''

''ہاں..... میں آپ کو یہ یقین دلاتی ہوں اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے کہ اگر کوئی ایسا قدم وہ لوگ اٹھائیں گے یعنی اختیار احمد صاحب تو میں ان کو منع کروں گی..... آخر میں ان کی بیوی ہوں..... مجھے کسی قدر تو ان کے امور پر اختیار حاصل ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔''

''بس اس کے بعد میں کسی پبلک کال بوتھ سے اختیار احمد صاحب کو فون کروں گا اور اس رقم کے حصول کے لئے ان سے بات کروں گا۔''

''جس طرح اغوا برائے تاوان کا عمل کرنے والے پراسرار طریقے سے رقم طلب کرتے ہیں آپ بالکل اسی طریقے سے یہ رقم ان سے طلب کریں گے۔''

''ظاہر ہے۔''

”رقم کہاں وصول کریں گے آپ؟“

”کسی بھی مناسب جگہ۔“

”لیکن مسٹر ذیشان اس سلسلے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود آپ کا اپنا ٹھکانہ کون سا ہوگا؟“

”آپ نے یہ بہت اچھی بات کہی..... ظاہر ہے میں آپ کو اپنا گھر کا پتا تو بتانا پسند نہیں کروں گا۔“ ذیشان نے کہا۔

ناہید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور بولی۔

”میں آپ کا گھر جانتی ہوں۔“

”کیا؟“

”جی ہاں..... میں جانتی ہوں مسٹر ذیشان..... آپ کا کیا خیال تھا کہ میں آپ کا گھر نہیں جانتی ہوں گی۔“

”اوہ، ہاں..... واقعی اور یہ سوال ہمیشہ میرے ذہن میں کلبلاتا رہے گا کہ آپ کو میرے بارے میں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟“

”ٹھیک ہے..... اس کلبلاہٹ کا علاج میرے پاس نہیں ہوگا۔“ ناہید نے بے رحمی سے کہا۔

”آپ اس سے آگے کیا کہنا چاہتی تھیں؟“

”میرا مطلب ہے آپ یہ رقم لے کر کہاں جائیں گے؟“

”کہیں نہ کہیں تو جاؤں گا۔“

”وہی آپ سے کہنا چاہتی ہوں..... دیکھئے برا بالکل نہ مانئے گا..... ہم کوئی مہذب کام کر نہیں رہے کہ کسی شرافت کی توقع رکھیں، رقم وصول ہونے کے بعد آپ کہیں بھی غائب ہو سکتے ہیں..... اپنے بیوی بچوں کو کہیں منتقل کر سکتے ہیں..... میں اور نوشاد آپ کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔“

”آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں بیس لاکھ روپے لے کر فرار ہو سکتا ہوں۔“

”ظاہر ہے جو شخص تین لاکھ روپے کے عوض یہ کام کرنے کو تیار ہے تو بیس لاکھ بہت بڑی رقم ہے۔“

”آپ یہ چاہیں گی کہ ان بیس لاکھ روپوں پر آپ ہی کا مکمل قبضہ ہو۔“

”خیر اس کا فیصلہ آپ کو خود ہی کرنا ہوگا..... ابھی ہم نے ایک دوسرے کے لئے کام شروع نہیں کیا ہے۔“

”نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے..... کام تو ہم شروع کر چکے ہیں۔“

”تو پھر اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کیجئے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا۔“

”ہاں..... یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہو رہا ہے میرے لئے۔“

”تو پھر یوں کیجئے کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں..... اس کے لئے اگر کوئی اور ترکیب آپ کے ذہن میں ہو تو میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔“

ناہید کچھ دیر سوچتی رہی اس نے سوالیہ نگاہوں سے نوشاد کو دیکھا لیکن ذیشان کو اندازہ ہو تا جا رہا تھا کہ نوشاد اس منصوبے میں بے شک شریک تو ہے اور لازمی بات ہے اسے بھی اپنے باپ سے ایسی ہی شکایات ہوں گی کہ وہ اپنے باپ کو چوٹ دینے پر آمادہ ہو گئی ہے، بظاہر وہ سادہ سی لڑکی نظر آتی تھی، اس کے برعکس ناہید شکل ہی سے چالاک نظر آتی تھی..... بہر حال ناہید نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”ذیشان صاحب اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے میرے پاس کہ میں آپ پر اعتماد کروں۔“

”میرے خیال میں یہی مناسب ہے ویسے اگر زبانی بات کسی کو مطمئن کر سکتی ہے تو میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ میں نے صرف تین لاکھ کا خواب دیکھا ہے..... بیس لاکھ کا نہیں اور بعد میں بھی ظاہر ہے کہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں۔“

”یہی میں بھی کہنا چاہتی تھی۔“

”آپ مطمئن رہیں ایسا ہی ہوگا۔“

”اوکے..... ویسے میری ایک رائے ہے کہ بیس لاکھ روپے کی رقم لینے کے بعد اسی فلیٹ میں واپس آ جائیے گا..... یہاں ہمارے رابطے اب تک جس طرح آسان رہے ہیں آئندہ بھی اسی طرح آسان رہیں گے۔“

”یہ مناسب بات ہے میں ایسا کر لوں گا۔“ ذیشان نے کہا۔

”تو پھر اور کوئی ایسی بات جو ہمارے درمیان ہونا باقی رہ گئی ہو؟“

"میرے خیال میں نہیں۔"

"تو پھر ایسا کیجئے کہ آپ اٹھ کر یہاں سے چلے جایئے...... اس کے بعد ہم باہر نکل جائیں گے...... رابطوں کے لئے وہ فون نمبر آپ کا ہے اور میں اسی کے ذریعے رابطہ کرلوں گی کیونکہ اور کوئی طریقہ کار مناسب نہیں رہے گا۔"

"میرا یہ خیال ہے کہ یہ فلیٹ ہماری ملاقاتوں کا ذریعہ ہے۔"

"اصل میں ہمارا ایک ہی جگہ بار بار ملنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"تو پھر شہر میں کچھ ایسے مقامات بنالیتے ہیں مثلاً وہ جگہ جہاں پہلی ملاقات ہوئی تھی۔"

"گڈ...... کل پھر ہماری ملاقات اسی جگہ گیارہ بجے ہوگی، اس کے بعد ہم دیکھ لیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر کل گیارہ بجے۔" ذیشان نے کہا...... اس کے دل میں یہ تشویش پیدا ہوگئی تھی کہ اگر وہ فلیٹ سے اُٹھ کر چلا گیا تو ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں خواتین اس فلیٹ میں رہیں اور کسی طرح ٹیپ ریکارڈر کا راز کھل جائے لیکن اس سلسلے میں زیادہ بحث بھی نہیں کرسکتا تھا وہ، چنانچہ وہ خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھا پھر چلتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے کل گیارہ بجے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

پھر ذیشان فلیٹ سے باہر نکل آیا...... پہلے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا لیکن پھر اس نے ایک منصوبے کے تحت سیڑھیوں کا رخ تو کیا مگر اوپر جانے والی سیڑھیوں کا...... اوپر ایک ایسی جگہ جاکر کھڑا ہوگیا جہاں وہ اس فلیٹ کے دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا...... وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ خواتین کتنی دیر لگاتی ہیں...... اس کے وسوسے بے سود ثابت ہوئے...... اس کے نکلنے کے کوئی تین یا چار منٹ بعد ناہید اور نوشاد باہر نکل آئیں اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئیں...... ذیشان نے سکون کی ایک سانس لی تھی...... اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے فلیٹ وغیرہ کی تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی، اس بات کے بظاہر کوئی امکانات نہیں تھے کہ انہیں شبہ ہوتا کہ ذیشان کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہے...... ذیشان کا ذہن جب جرم کی طرف مائل تھا تو اس کی برق رفتاری بڑھ گئی تھی اور وہ بہترین انداز میں سوچنے لگا تھا...... تین لاکھ روپوں کا حصول شاید اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہوتا...... غبن کا جو الزام اس پر لگ

گیا تھا وہ صرف الزام ہی تھا...... ذیشان یہ سوچ رہا تھا کہ کاش اس کے ہاتھ کوئی ایسا ذریعہ لگ جاتا اس الزام کی سزا تو وہ بھگت ہی چکا تھا لیکن ناکردہ گناہ کی...... گناہ کر کے اگر یہ سزا بھگت لی جاتی تو کم از کم مستقبل کے کچھ راستے ضرور کھل جاتے...... اب ان لمحات کا حساب وہ اس طرح چکانے پر آمادہ ہوگیا تھا...... اس نے اوپر کی منزل کے کاریڈور کا رخ کیا اور اوپر سے نیچے کی طرف جھانکنے لگا...... وہی جھروکا ہر منزل پر موجود تھا جہاں سے دوسری طرف دیکھا جاسکتا تھا...... اس نے ناہید اور نوشاد کو نیلی مرسڈیز کے پاس دیکھا...... ناہید نے اسٹیرنگ سنبھالا اور نوشاد اس کے برابر بیٹھ گئی اور مرسڈیز اسٹارٹ ہوکر چل پڑی تھی...... اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ان دونوں نے اسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی ہے...... اس حد تک گویا وہ اس سے مطمئن ہیں پھر یہی ہوا کہ ذیشان اسی فلیٹ میں دوبارہ داخل ہو رہا تھا...... چابی کا سلسلہ کچھ زیادہ ہی اچھا تھا...... نہ جانے چابی اس جگہ رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور یہاں اس فلیٹ میں ناہید کے علاوہ اور کون آتا تھا...... کسے چابی کی ضرورت پیش آتی تھی، جبکہ اس فلیٹ کی ایک چابی ناہید کے پاس پہلے بھی موجود تھی...... یہ بات ذیشان کی سمجھ میں نہ آسکی...... فلیٹ میں داخل ہوکر اس نے دروازے اندر سے بند کرلیا اور صوفے کے پاس پہنچا، پھر ٹیپ ریکارڈر ریوائنڈ کر کے اس پر ہونے والی گفتگو سنی...... ٹیپ ریکارڈر میں ساری گفتگو ریکارڈ ہوچکی تھی، اس نے مطمئن انداز میں کیسٹ نکال کر اپنی جیب میں رکھا اور ٹیپ ریکارڈ بھی محفوظ کرنے کے بعد دروازے کی جانب چلا...... اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ اس فلیٹ کی اس نے باریک بینی سے چھان بین نہیں کی ہے، کم از کم اس کے بارے میں تو مکمل تفصیلات معلوم ہونی چاہئے...... چابی کا وہ مسئلہ اب بھی اس کے ذہن میں اٹکا ہوا تھا۔

پھر وہ ایک ایک کمرے کی تلاشی لینے لگا...... ایک الماری سے اسے گولڈ لیف کا پیکٹ اور لائٹر بھی ملا اور ایک ایش ٹرے سے سگریٹ کے جلے ہوئے ٹکڑے بھی...... وہ حیران رہ گیا کیونکہ ناہید کو تو اس نے سگریٹ پیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سگریٹ پیتی ہے...... جلے ہوئے ٹکڑے اور سگریٹ کا پیکٹ، اس نے جلے ہوئے ٹکڑے کو اٹھا کر بغور دیکھا اور اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ ٹکڑے زیادہ پرانے نہیں ہیں...... تازہ جلے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے ہیں...... اس کا مطلب ہے کہ اس فلیٹ میں کوئی آتا ہے لیکن کون، کب

اور کیوں جیسا کہ ناہید نے بتایا تھا کہ یہ فلیٹ اس کی دوست کا ہے اور وہ باہر ہے...... یہ پُراسرار احساس ذیشان کو خاصا پریشان کر رہا تھا...... وہ چونک پڑا کہ اگر اس فلیٹ میں اس کے علاوہ بھی کوئی آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اس فلیٹ کو اتنی آزادی سے استعمال نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ وہ برق رفتاری سے باہر نکل آیا...... فلیٹ کو تالا لگایا اور چابی وہیں رکھی، پھر وہاں سے وہ چل پڑا...... نیچے اترنے کے بعد وہ دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتا رہا کہ کوئی نگرانی تو نہیں کر رہا، پھر وہاں سے وہ آگے بڑھ گیا پھر وہ ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا تھا اور سوچ میں گم تھا...... ویٹر نے اس کی طلب کردہ چائے اس کے آگے رکھ دی اور ذیشان چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے سوچنے لگا کہ اگر یہ ایسا ہی پراسرار معاملہ ہے تو پھنس جانے کے کیا کیا امکانات ہیں...... بہر حال گفتگو تو وہ ریکارڈ کر ہی چکا تھا اور یہ کیسٹ اس کے بڑے کام آسکتی تھی...... ایسے وسوسے اس کے دل میں تھے جو خطرناک ثابت ہو سکتے تھے...... اس نے اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ کرنے کے لئے تگ و دو شروع کر دی...... اس کا ذہن اب ایک مکمل مجرمانہ انداز میں سوچ رہا تھا...... وہ اپنے لئے تمام پہلو محفوظ کر لینا چاہتا تھا ایک غلطی کا اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے اپنی تمام تر رقم اپنی بیوی کو دے دی تھی۔ کم از کم آدھی رقم اس کے پاس ہونی چاہئے تھی تاکہ وہ ضروری امور طے کر سکتا...... یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ ناہید سے مزید رقم مانگے...... اس سلسلے میں وہ مشکوک بھی ہو سکتی تھی...... ذیشان سوچتا رہا...... بہت سے ایسے اہم فیصلے کئے جو اس کے لئے ازحد ضروری تھے، چنانچہ سب سے پہلے وہ گھر ہی کی طرف چل پڑا...... ذیشان کی بیوی ان دنوں خاصی مصروف اور مطمئن تھی...... ذیشان نے ہوٹل میں بیٹھ کے جو فیصلے کئے تھے ان کے تحت اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

"بہت دن سے تم گھر سے باہر نہیں نکلی ہو...... خدا نے ہمارے حالات کسی حد تک بہتر کر دیئے ہیں، اگر تم چاہو تو تھوڑے دن کے لئے اپنی اس کزن کے پاس ہو آؤ جو تمہیں کئی بار بلا چکی ہے۔" صوفیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

"کبھی کبھی تو تم میرے ذہن میں اس طرح داخل ہو جاتے ہو کہ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ یقین کرو میرے دل میں خیال آ رہا تھا اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ تم سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔"

"اصل میں صوفیہ تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ میرے ذہن میں تمہارے لئے بہت سے خیالات آتے رہتے ہیں...... تقدیر نے مجھے اس طرح دھکا دیا تھا کہ میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ بہر حال اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو چلی جاؤ۔"

"کم از کم پندرہ دن کے لئے تو جانا ہی ہوگا۔"

"ہاں اس سے کم میں بھلا کیا مزہ آئے گا۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں میری غیر موجودگی میں تکلیف نہیں ہوگی؟"

ذیشان مسکرایا اور بولا۔

"تکلیف تو ہوگی۔"

"تو پھر؟"

"تکلیف برداشت کر لوں گا۔"

"کیسے برداشت کر لو گے؟"

"نہیں صوفیہ میں تمہاری کتنی حق تلفیاں کر سکتا ہوں...... فوراً روانہ ہو جاؤ بلکہ بہتر ہے تیاریاں کر لو۔"

"ذیشان خدا کی قسم کتنا دل چاہتا ہے سب سے ملنے ملانے کو مگر ہمیں ہمارے حالات اجازت نہیں دیتے تھے۔"

"نہیں تم اب تیاریاں کر لو۔" ذیشان نے کہا۔

صوفیہ خوش ہو گئی...... ذیشان نے اسے اس کی تیاریوں میں مدد دی تھی، اس کا خیال تھا کہ صوفیہ کے کچھ عرصے کے لئے باہر چلے جانے سے سکون سے کام کرنے کا موقع ملے گا اور وہ زیادہ اطمینان کے ساتھ اپنے کام کو آگے بڑھا سکتا ہے۔ اس طرح اس نے صوفیہ سے اس رقم کا آدھا حصہ بھی حاصل کر لیا جو اس کے پاس محفوظ تھی...... ذیشان نے اس طرح سے یہ کام کیا کہ اس نے صوفیہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے باقی رقم میرے پاس رکھ جاؤ اور اطمینان رکھو میں اس میں سے کوئی فضول خرچی نہیں کروں گا۔"

پھر صوفیہ کو تیار کروا کے ذیشان اسے ساتھ لے کر چل پڑا...... بس اڈے پر پہنچ
اس نے ایک کوچ کے ذریعے قریبی شہر روانہ کر دیا جہاں اس کی کزن رہتی تھی...... ذیشان
اپنے سر کا بوجھ بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا...... یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ ناہید اس کے گھر
بارے میں بھی جانتی ہے اسے شدید خدشہ ہوتا تھا کہ وہ اسے اس کی بیوی کے ذریعے ضر
کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے، اگر کام میں کوئی دشواری پیش آئی تو لیکن اب اس پہلو سے نجا
مل گئی تھی...... ناہید کو ذیشان نے پوری طرح اپنے جال میں جکڑ لیا تھا اور اب وہ ذیشان
خلاف کوئی عمل نہیں کر سکتی تھی لیکن ذیشان کے دل میں یہ تھا کہ جب ایک کام کا بیڑا
ہے تو پھر اس سلسلے میں اسے پورے خلوص سے یہ کام سر انجام دینا چاہئے...... اب دوسر
مسائل تھے چنانچہ وہ ہوٹل صحارا کی جانب نکل کھڑا ہوا...... اپنے منصوبے کے تحت ا
ہوٹل صحارا ہی میں اپنے لئے ایک کمرہ حاصل کرنا تھا تا کہ وہاں سے نوشاد کی مصروفیات پر
رکھ سکے اور یہ دیکھ سکے کہ ناہید نے جو کچھ کہا ہے اس میں کہاں تک سچائی ہے...... ہو
صحارا تلاش کرنے میں اسے خاصی دشواری پیش آئی۔ وہ چھوٹا سا ہوٹل تھا بلکہ اگر یہ کہا جا
کہ وہ ہوٹل تھا ہی نہیں تو غلط نہ ہوگا...... اکا دکا کمروں میں مہمان موجود تھے...... نہ جا
کیوں ناہید نے اس ہوٹل کا انتخاب کیا تھا لیکن بہر حال اس کو ایک کمرہ حاصل کرنے
دقت پیش نہیں آئی...... وہ اس کمرے میں منتقل ہو گیا اور اس نے اپنا مختصر سا سامان وا
محفوظ کر لیا جس میں وہ ٹیپ ریکارڈر وغیرہ بھی موجود تھا...... اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ناہ
اس کمرے کی ہوا بھی نہیں لگنے دے گا...... اب یہ دیکھنا تھا کہ ناہید کون سا کمرہ منتخب کر
ہے...... بہر حال دوسرے دن گیارہ بجے، اسی جگہ ناہید سے اس کی ملاقات ہوئی اور ناہید
مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی تمہیں، کیونکہ آج ہی ہم وہ سارا ڈرامہ کر
والے ہیں جس کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

"اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں۔" ذیشان نے کہا۔

"بس چونکہ ملاقات طے تھی اس لئے میں آ گئی ورنہ شاید اس وقت میرا آنا ممکن

تھا۔ ویسے ہمیں کچھ اور بھی فیصلے کرنے پڑیں گے...... کل ہم نے یہاں نہیں ملنا بلکہ یوں کرتے ہیں کہ تم فلیٹ پر پہنچ جانا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"تو پھر کل دن بارہ بجے میں تمہیں ٹیلی فون کروں گی یا پھر اور کوئی ذریعہ نکالیں گے...... میں ہو سکتا ہے کہ فلیٹ ہی پہنچ جاؤں...... بارہ بجے کا وقت مناسب رہے گا...... ویسے میرا خیال ہے کہ یہ رات کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں ہوگی...... اختیار احمد کو کل صبح ہی تشویش ہوگی بیٹی کے سلسلے میں پھر اس کے بعد جیسا بھی منصوبہ بنایا جائے اسی کے مطابق کام کیا جائے گا۔"

"مگر میں نے فلیٹ میں ٹیلی فون تو نہیں دیکھا۔"

"فون ہے...... ایک الماری میں بند کر دیا تھا میں نے...... تم نے شاید وائرنگ پر غور نہیں کیا۔"

"ہاں ایسا ہی ہے۔" ذیشان نے جواب دیا۔

"پھر میں چلتی ہوں۔" ناہید نے کہا۔

ذیشان نے گردن ہلا دی اور پھر وہ ناہید کی مرسڈیز کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا...... وہ مضبوط اعصاب کی عورت ہے۔ اس نے سوچا۔ جرم کرنے میں ماہر، پتا نہیں اختیار احمد کے ساتھ اس نے کیا کیا، کیا ہے؟ ذیشان نے سوچا پھر وہ مستعد ہو گیا...... بے شک ناہید کی دی ہوئی رقم سے اچھے خاصے اخراجات ہو رہے تھے لیکن ذیشان سمجھتا تھا کہ یہ رقم اس کی تو اپنی ہے نہیں۔ ناہید کی دی ہوئی ہے اور اسی پر خرچ ہو رہی ہے...... یہ بیل منڈھے چڑھ جائے تو ایک بہتر صورت نکل سکتی ہے...... بہر حال اب اس سلسلے میں اس قدر آگے بڑھ گیا تھا کہ دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو نظر انداز کر کے اسے کام کرنا ہی تھا۔ غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا اور پھر ذیشان اس فلیٹ میں منتقل ہو گیا۔ ایک طرف اس کے پاس ہوٹل کا کمرہ موجود تھا تو اس کے لئے فلیٹ میں بھی ختیا تھی...... ان دونوں جگہوں کو اس نے محفوظ طریقے سے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا...... گھر کا رخ کرنا تو بے کار ہی تھا کیونکہ اس نے گھر کو تالا لگا دیا تھا...... یوں خاصا وقت گزر گیا اور پھر دوسرے دن بارہ بجے اس کو فلیٹ میں ناہید کی ٹیلی فون کال موصول ہوئی۔

"ہیلو۔" ناہید نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"کام ہو گیا ہے۔"

"گڈ گویا وہ چلی گئی۔"

"ہاں، رات ہی کو پروگرام کے مطابق۔"

"ہوٹل کا کمرہ نمبر کیا ہے؟"

"ستائیس۔" ناہید نے جواب دیا پھر بولی۔ "لیکن تمہیں اس سے مطلب نہیں ہ
چاہئے۔"

"تم بے فکر رہو...... صورت حال کیا ہے؟"

"صبح کو جیسے کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب وہ صبح ناشتے پر اختیار احمد کے سا
موجود نہیں تھی تو وہ بے چین ہو گیا اور اس نے اس کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے۔
رات کو اس کے جانے کا پتا اختیار احمد کو تھا لیکن چونکہ اس کی واپسی کا وقت اسے معلوم نہ
تھا اس لئے اختیار احمد اپنے معمولات کے مطابق خواب آور دوا لے کر گہری نیند سو گیا۔ صبح
ہم سب اکٹھا ہی ناشتا کرتے ہیں اور صبح کو اس کا موجود نہ ہونا باعث تشویش تھا...... اس
گھر کے ملازموں سے پوچھ گچھ شروع کی اور اسے علم ہوا کہ نوشاد رات کو واپس نہیں
ہے...... وہ گھبرایا اور مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ میں کیا کروں...... ذیشان اب میرا فوری طور پ
تو مناسب نہیں ہو گا...... کیونکہ بات خاصی آگے بڑھ چکی ہے۔"

"کیا وہ پولیس کا نام لے رہا ہے؟"

"ہاں اس نے کہا کہ کیوں نا پولیس کو اس حادثے کی اطلاع دے دی جائے۔ میں
سے جیسا کہا کہ میں پولیس تک یہ بات نہ جانے دوں گی...... اس لئے میں نے کہا کہ ج
لڑکی ہے کیوں اس کی بدنامی مول لے رہے ہو۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"وہ اسے اس کی دوستوں کے گھر تلاش کر رہا ہے اور اس وقت بھی وہ اسی مہم
ہوا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ وہ واقعی پولیس اسٹیشن نہیں جائے گا؟"

"کسی قیمت پر نہیں جائے گا...... اس کا میں تمہیں اطمینان دلا رہی ہوں۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"دیکھو تم اسی فلیٹ پر رہو...... رات کو ٹھیک دس بجے میں تمہیں فون کروں گی اور بتاؤں گی کہ اب تک کی رپورٹ کیا رہی ہے۔"

"گویا آج اس سے تاوان کی رقم کا مطالبہ کرنا ضروری نہیں ہے۔"

"آج نہیں میرا خیال ہے اس وقت میں یہاں حالات سنبھالے ہوئے ہوں۔"

"کیا وہ نوشاد کی دوستوں کے گھر خود گیا ہے؟"

"ہاں، دو تین نام ایسے ہیں جنہیں وہ ٹرائی کریگا لیکن ظاہر ہے کہ وہاں سے ناکامی ہو گی۔"

"اوکے، پھر میں دس بجے رات تمہارے ٹیلی فون کا انتظار کروں گا۔" ذیشان نے کہا۔

"ویسے تم اس بات سے بالکل مطمئن رہو...... کم از کم ایک محاذ میں سنبھالے ہوئے ہوں...... ہم جلد بازی نہیں کریں گے، کیونکہ معاملہ معمولی رقم کا نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم...... میں آپ کی ہدایت کے مطابق ہی کام کر رہا ہوں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ کامیابی ہم سے دور نہیں ہے لیکن جلد بازی میں کیا ہر کام غلط ہو سکتا ہے۔"

"اوکے...... کیا میرا رات کو بھی فلیٹ پر رہنا ضروری ہے؟"

"نہیں میرا خیال ہے اب اس ملاقات کے بعد تم اگر چاہو تو یہاں سے جا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" ذیشان نے جواب دیا۔

"مگر رات کو دس بجے تمہیں یہاں موجود ہونا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میں موجود رہوں گا۔" ذیشان نے جواب دیا۔

ناہید کا فون بند ہونے کے بعد ذیشان نے پہلے کی طرح فون کو الماری میں رکھ کے الماری بند کر دی...... اس کے بعد بھی اس نے فلیٹ کا جائزہ لیا تھا اور اسے احساس ہوا تھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی اسے استعمال کر رہا ہے مگر کون۔ اس بات کا اسے علم نہیں ہو سکا تھا۔ یہ بات اس کے لئے باعث تشویش بھی تھی کہ وہ کون سا پراسرار کردار ہے جو اس کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور ناہید نے بھی اسے نہیں بتایا ہے لیکن یہ کردار ذیشان کے لئے اہمیت رکھتا تھا...... ایک عجیب سی خلش اس کے دل کو بے چین کئے رکھتی تھی۔ بہر حال اسے اپنے آپ

کو سنبھالنا تھا۔ یہاں سے نکلنے کے بعد وہ بہت دیر تک چلتا رہا پھر نہ جانے کس خیال کے تحت اس نے ہوٹل صحارا کا رُخ کیا۔ بہر حال نوشاد کا جائزہ لینا بھی ضروری تھا۔ ناہید نے حالانکہ اسے ہدایت کر دی تھی لیکن ناہید کے نقش قدم پر چلنا ضروری نہیں تھا۔ حالات سے محتاط رہنا بھی عقل کا تقاضا تھا اور ذیشان ایسی کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس کی گردن میں موت کا پھندا فٹ ہو جائے۔ وہ ہوٹل صحارا کی جانب چل پڑا۔

❁ ❁ ❁

شہاب ان دنوں فرصت میں تھا۔ بینا سے خوش گپیاں زندگی کا بہترین مشغلہ تھیں..... پتا نہیں دونوں کے ذہنوں میں ایک دوسرے کے لئے گداز ہونے کے باوجود وہ کیوں ابھی ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ اس تساہل کا تعلق بینا سے بھی تھا اور شہاب بھی ایسی ہی سوچوں میں مبتلا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی میں یہ بھی عجیب و غریب دور ہوتا ہے۔ محبوب سے پوشیدہ ملاقاتیں ایک الگ ہی دلکشی کا باعث ہوتی ہیں۔ بیوی بن جانے کے بعد شاید اس کیفیت میں کمی واقع ہو جاتی ہو، حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے..... ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا کی کوئی بھی شے جو انتہائی پسند ہو اگر دسترس میں آ جائے تو اس کی دلکشی کم ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شہاب اور بینا کے لاشعور میں ایسی ہی کوئی بات پوشیدہ ہو..... وہ مطمئن تھے کہ عدنان واسطی نہ تو ان کے راستوں کی رکاوٹ تھے اور نہ ہی شہاب کا خاندان..... یہ سب کچھ حاصل ہونا ہی ہے تو زندگی کا وہ لطف کیوں نہ حاصل کیا جائے جو ان ملاقاتوں میں ہے..... ایک کسک، ایک طلب اپنے اندر دلکشی رکھتی ہے اس کا رنگ ہی الگ ہوتا ہے اور غالباً وہ دونوں اسی رنگ سے لطف اندوز ہو رہے تھے..... بڑے بڑے خطرناک معاملات، ان کا حل اور پھر اس کے بعد ایسی کیفیت جس میں تھکن کا احساس ہو..... کفالت شاہ کے کیس سے نمٹنے کے بعد ایسا کوئی کیس ہاتھ نہیں آیا تھا جو ان کے لئے باعث دلچسپی ہوتا..... ایک طرح سے تھکن ہی اتاری جا رہی تھی۔ وہ تمام کردار جن کا کفالت شاہ کے کیس سے تعلق تھا اپنے طور پر زندگی کی سرمستیوں میں گم ہو گئے تھے۔ کچھ نئے دوستوں کا اضافہ ہوا تھا..... جیسے شامل بیگ، طارق شاہ یا ڈاکٹر حسن۔ ان کے لئے شاہ گڑھی ایک دلچسپ جگہ بن چکی تھی جہاں وہ تفریحاً کچھ وقت گزارنے

کے لئے دل چاہتا تو جاسکتے تھے...... یہ بھی ایک پر لطف بات تھی...... طارق شاہ، شملہ اور اس
کے اہل خاندان کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا اور جیسا شہاب اور بینا کے علم میں آیا تھا کہ وہ ش
گڑھی کی شکل بدلنے میں کوشاں تھا۔ کفالت شاہ کا مقدمہ بھی تکمیل کے مراحل میں تھا ا
اس کے تمام ہتھکنڈے ناکام ہو گئے تھے۔ ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہوتا ہے۔ کفالت شاہ آ
کار اپنے جال میں پھنس چکا تھا۔

اس دن شہاب اس تھانے سے گزر رہا تھا جہاں وہ انچارج کی حیثیت سے اچھا خاصا وقت
گزار چکا تھا۔ گل خان کو اب اس تھانے کا انچارج بنادیا گیا تھا اور گل خان یہ جانتا تھا کہ اس
استاد شہاب ثاقب اب آفیسر ان سپیشل ڈیوٹی ہے۔ کئی بار شہاب اس تھانے کا معائنہ
کرچکا تھا اور گل خان کو اس نے مستعد پایا تھا۔ گل خان جس فطرت کا مالک تھا...... شہاب کو
بے پناہ پسند تھی چنانچہ یہ ممکن نہ ہو سکا کہ اس تھانے سے گزرتے ہوئے وہ گل خان۔
ملاقات نہ کرے، چنانچہ اس نے اپنی کار تھانے کے احاطے میں کھڑی کر دی...... کار سے
اترا تو پرانے عملے نے اسے پہچان کر انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ لاتعداد سلوٹ وصول کر
ہوئے وہ انچارج کے کمرے کی جانب چل پڑا...... تھانے کے احاطے میں اس نے ایک
کار دیکھی تھی جس سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ گل خان کے پاس اس وقت کوئی شخص موجود
جب وہ گل خان کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے وہاں ایک عمر رسیدہ شخص کو بیٹھے ہو
دیکھا...... وہ گل خان سے گفتگو کر رہا تھا...... گل خان کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ اپنی کرسی سے
ہو گیا۔ اس نے شہاب کو سلوٹ کیا۔ شہاب اس وقت وردی میں نہیں تھا...... اس لئے گل خا
کے پاس بیٹھے ہوئے معمر شخص نے اس نوجوان اور خوبصورت پولیس آفیسر کو دیکھا
اندازہ ہو گیا تھا کہ اس سادہ لباس میں یہ شخص پولیس کا کوئی اعلیٰ آفیسر ہی ہو سکتا ہے۔ گل خ
نے شہاب سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "کہئے شہاب صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"تم سناؤ گل خان، میں تو ٹھیک ہوں جیسا تمہیں نظر آرہا ہوں۔"

"ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں، آیئے تشریف رکھئے...... گل خان نے اپنی سیٹ
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

شہاب مسکرانے لگا پھر بولا۔

"معذرت خواہ ہوں...... آپ کے درمیان گفتگو میں مخل ہوا۔ گل خان ایسا کر

ہیں کہ تم سے دوبارہ پھر کبھی ملاقات کروں گا۔"

"ہو ہی نہیں سکتا صاحب، آپ آگئے ہیں تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے بلکہ میں سمجھتا
ہوں کہ آپ کا آنا خوش قسمتی ہے میری۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

"آپ بیٹھئے تو سہی...... بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" گل خان نے کہا۔

"اپنی سیٹ پر بیٹھو میں ان کے برابر بیٹھتا ہوں۔"

"ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہونا چاہئے گل خان ڈسپلن از ڈسپلن۔" شہاب نے کہا۔

"صاحب مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"مگر مجھے اچھا لگے گا...... تمہیں اپنی سیٹ پر ہونا چاہئے۔"

گل خان ہنستا ہوا اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اور شہاب اس شخص کے برابر بیٹھ گیا...... گل خان
نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اختیار احمد صاحب...... یہ شہاب ثاقب ہیں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی...... آپ یہ سمجھ
لیجئے کہ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ اس وقت یہ یہاں آگئے...... آپ کا مسئلہ حل کرنے میں
گو علاقے کے تھانے کا ہی ہاتھ ہو گا، اگر ہمیں شہاب ثاقب صاحب کی مدد مل جائے تو آپ
سمجھ لیں کہ معاملہ چٹکیوں میں حل ہو سکتا ہے۔"

اختیار احمد نے گردن خم کر کے شہاب سے مصافحہ کیا اور بولا۔

"اختیار ہے میرا نام...... چھوٹا سا بزنس مین ہوں...... مشرق وسطیٰ میں سچے موتیوں کا
کاروبار کرتا ہوں...... اللہ کے فضل سے اچھی خاصی آمدنی ہے۔ اتنا کچھ دے دیا ہے خدا نے
کہ زندگی آرام سے بسر ہو رہی ہے...... میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں...... کچھ سمجھ میں
نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"کیا مشکل ہے اختیار احمد صاحب؟ آپ نے یقیناً گل خان کو بتادیا ہو گا۔"

"ہاں...... بتادیا ہے مجھے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر اختیار احمد صاحب اپنے
خدشات کی تفصیل آپ کے سامنے بتادیں...... گل خان نے کہا۔

ذیشان تمام مراحل سے گزر چکا تھااس کے باوجود اس کے ذہن سے خوف اور وسوسے کم نہیں ہو رہے تھے...... نہ جانے کیوں اس کے دل کو ایک شدید احساس تھا کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی مرحلے پر مصیبت اس کے قریب پہنچ جائے گی۔ وہ اس بری طرح پھنس جائے گا کہ اس کے لئے بچنے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔ غالباً چھٹی حس اسے اس احساس کا شکار کر رہی تھی...... وہ ہر پہلو کو بار بار نگاہوں میں لا رہا تھا، حالانکہ اپنی حفاظت کے لئے جس قدر ممکن ہو سکا تھا انتظامات کر لئے تھے...... مثلاً وہ کیسٹ پر ناہید وغیرہ کی آواز ریکارڈ تھی، اس کے لئے اس نے بیوی بچوں کو بھی گھر سے بھیج دیا تھا، پھر ہر طرح کے انتظامات کر ڈالے تھے...... اس کے باوجود اس پروگرام میں برابر کا شریک تھا...... کسی سے کہے گا تو کوئی تسلیم نہیں کرے گا...... ایک ہی صورت تھی، جہاں تک پہنچ چکا ہے وہاں سے واپسی کے بارے میں نہ سوچے بلکہ اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے جس طرح بھی ممکن ہو سکے عمل کرے، بہر حال ناہید وغیرہ بھی اس کی جانب سے تقریباً مطمئن ہی تھیں اور بظاہر صورت حال کنٹرول میں تھی، لیکن پھر بھی اس بار اس نے ہوٹل صحارا کا ہی رخ کیا تھا حالانکہ اطلاع مل چکی تھی کہ پروگرام کے مطابق نوشاد وہاں پہنچ چکی ہے اور آرام سے اس کمرے میں مقیم ہے لیکن پھر بھی ذیشان اپنے طور پر تصدیق کر لینا چاہتا تھا تاکہ جب بات آگے بڑھے تو وہ اپنا فرض بخوبی انجام دے سکے...... آہستہ قدموں سے ہوٹل کے کاریڈور میں سے گزرتے ہوئے وہ نوشاد کے کمرے کے سامنے سے گزرا...... اسے صرف اتفاق کہا جا سکتا تھا کیونکہ یہ کوئی جانا بوجھا عمل نہیں ہو سکتا تھا کہ نوشاد نے اسی وقت دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا، جب ذیشان عین اس کے کمرے کے سامنے تھا، اس نے ذیشان کو دیکھا اور اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی...... ذیشان خود بھی بوکھلا گیا تھا...... بجلی کی سی تیزی سے کئی خیال اس کے ذہن میں آئے...... نوشاد کہیں یہ نہ سوچے کہ ذیشان خفیہ طریقے سے اس کا جائزہ لے رہا۔ چنانچہ ذیشان نے ایک لمحے میں اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

”آپ کس کام سے نکلی تھیں مس نوشاد؟“

”آیئے پلیز اندر آ جایئے...... یہ کیا ہوا، یہ کیسے ہوا، آپ اچانک اس طرح؟“

”میں بتا دوں گا...... پہلے یہ بتایئے کہ دروازہ کھول کر کیوں جھانک رہی تھیں؟“

”مجھے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تھی...... نہ جانے کیوں یوں لگا تھا کہ جیسے چلتے

ہوئے قدم میرے دروازے پر آ کر رکے ہوں...... بس دیکھنے نکل آئی تھی۔ آپ میری طرف آ رہے تھے۔“

”جی ہاں۔“

”آنٹی سے ملاقات ہو گئی آپ کی؟“

”ہاں انہوں نے آپ کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔“

ذیشان نے کہا۔

”آپ کھڑے کیوں ہیں...... پلیز بیٹھ جایئے...... میں خود بھی آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ میری یہ خواہش اس قدر جلد پوری ہو جائے گی۔ آپ یقین کیجئے میں بس سوچوں ہی میں ڈوبی ہوئی تھی کہ کاش کسی طرح آپ سے میری ملاقات ہو جائے۔“

ذیشان گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا پھر بولا۔

”تو آپ میڈم سے کہہ دیتیں۔“

”اوہو میڈم سے کہنے والی بات نہیں تھی۔“ ذیشان کے بیٹھنے پر نوشاد نے خود بھی صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ذیشان تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا...... نوشاد نے کہا۔

”میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر ڈوبنا ہی ہے تو پھر بچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ڈوب ہی جانا بہتر ہو گا۔“

”کیا مطلب؟“

”اچھا آپ یہ بتایئے کہ آپ یہاں کیوں آئے تھے؟“

”ناہید صاحبہ سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ یہاں پہنچ چکی ہیں...... منصوبے کے مطابق تو میں نے بس ایک نگاہ آپ کا جائزہ لے لینا مناسب سمجھا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔“

”تب تو پھر میں یہی کہوں گی کہ میرے دل کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچ گئی۔“

”کیا آپ کے دل سے کوئی ایسی آواز نکلی تھی؟“

ذیشان اب پوری طرح خود کو سنبھال چکا تھا چنانچہ اس نے کہا۔

”کیا آپ کے دل سے کوئی ایسی آواز نکلی تھی؟“

"جی ہاں بالکل، آپ یقین کیجئے...... میں بس ترکیبیں ہی سوچ رہی تھی کہ کس طرح آپ سے ملاقات کی جائے۔"

"مس نوشاد معاف کیجئے کیا آپ یہ ملاقات میڈم ناہید کے علم میں لائے بغیر کرنا چاہتی تھیں؟"

"ہاں سو فیصد۔"

"اور ڈوبنے والی بات آپ نے کیا کہی؟" ذیشان نے سوال کیا۔

تو نوشاد سر جھکا کر سوچ میں ڈوب گئی...... دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"چونکہ میڈم نے اپنے کام کے لئے آپ کو آمادہ کیا ہے...... تھوڑی بہت رقم بھی دے دی تھی اور سارا سب کچھ انہوں نے اسی انداز میں کیا ہے جیسا انہوں نے سوچا تھا۔ آپ پوری طرح ان کے ٹرانس میں ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ میڈم کے خلاف کوئی بات نہ سوچیں۔"

"غلط بات؟" ذیشان نے حیرانی سے کہا۔

"جی ہاں غلط بات۔"

"مثلاً؟"

"کوئی ایک مثال نہیں دی جا سکتی۔"

"تو پھر؟"

"میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

"بتائیے؟"

"کیا میں آپ سے یہ وعدہ لے لوں کہ میں جو کچھ آپ کو بتاؤں گی وہ آپ میڈم کو نہیں بتائیں گے؟"

"آپ کس حوالے سے مجھ سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہیں؟"

"کسی حوالے سے نہیں...... آپ بالکل یہ نہ سوچیں کہ میں ایک لڑکی ہوں اور میرے دل میں اور کوئی جذبہ پیدا ہو گیا ہے...... آپ یہ بھی نہ سوچیں کہ میں آپ کو بے وقوف بنا کر کوئی اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہوں...... ایسی بات پلیز آپ نہ سوچیں۔"

"خیر چھوڑیئے ان باتوں کو اگر میں آپ سے یہ وعدہ کر لوں کہ اگر آپ نے مجھے کوئی

بات بتائی تو میں میڈم ناہید کو نہیں بتاؤں گا...... تو کیا آپ میرے وعدے پر یقین کر لیں گی؟"

"اس کے سوا میرے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔"

"بس اتنا کافی ہے۔" نوشاد بدستور نا قابل فہم لہجے میں بولی۔

ذیشان اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر نوشاد نے کہا۔

"مسٹر ذیشان آپ ایک فرم میں اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت کرتے تھے؟"

"جی ہاں۔"

"اور اس فرم سے آپ کو غبن کے الزام میں نکالا گیا تھا؟"

"جی۔"

"اور اس سلسلے میں آپ کو ایک لمبی سزا بھگتنی پڑی ہے۔"

"بالکل۔" ذیشان کو اب کسی قدر حیرت ہو رہی تھی۔

"کیا آپ اس کا یقین کر سکتے ہیں کہ ناہید آنٹی آپ کے بارے میں یہ تفصیلات بہت پہلے سے جانتی تھیں۔"

"بہت پہلے سے؟"

"جی...... ممکن ہے آپ نے انہیں خود اپنے بارے میں تفصیل بتائی ہو لیکن وہ اس سے پہلے تفصیل جانتی تھیں۔"

"ہاں مجھے یہ بات معلوم ہے۔"

"کیسے؟" نوشاد نے سوال کیا۔

"مجھ سے ملاقات کے بعد انہوں نے میرے بارے میں تفصیلات بتائی تھی۔"

"کیا آپ کی ان سے پہلی ملاقات اسی وقت ہوئی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"اس سے پہلے آپ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے؟"

"نہیں۔"

"گڈ...... گویا انہوں نے آپ سے یہ بات چھپائی نہیں۔"

"جی ہاں...... انہوں نے یہ بات نہیں چھپائی۔"

”آپ نے ان سے سوال نہیں کیا کہ وہ آپ کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی ہیں؟“

”کیا تھا۔“

”تو پھر؟“

”انہوں نے کہا کہ وہ اس کا جواب بعد میں دیں گی۔“

”آپ نے بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا؟“

”سوچا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ نوشاد بولی۔

”مطلب یہ مس نوشاد کہ میں نے سب کچھ سوچا تھا اور یہ بھی سمجھا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ انتہائی مجرمانہ عمل ہے، اگر آپ کو بھی یہ تفصیلات معلوم ہیں تو شاید اس بات کا بھی آپ کو علم ہو یا نہ ہو کہ جس جرم کی پاداش میں مجھے سزا دی گئی تھی وہ جرم میں نے نہیں کیا تھا بلکہ وہ میرے خلاف کوئی سازش تھی جس کا میں آج تک سراغ نہیں لگا سکا۔“

”اس کے بعد؟“

”اس کے بعد فکر روزگار نے مجھے اس منزل پر پہنچا دیا کہ میں دنیا کا ہر کام کرنے پر مجبور ہو گیا اور اسی مجبوری کے عالم میں، میں نے میڈم ناہید کی پیشکش قبول کر لی کیونکہ میرے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں تھا اور اب میں جرم کی دنیا میں داخل ہو چکا ہوں کیونکہ میں آپ دونوں کے پروگرام میں شامل ہوں۔“

”میں بس آپ کو اتنا ہی بتانا چاہتی تھی کہ سب کچھ کر رہے ہیں آپ لیکن میڈم سے ہوشیار رہئے۔“

”آپ اس دن تو میڈم کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بولی تھیں۔“

”میں آج بھی نہیں بول سکتی اور شاید آئندہ بھی نہیں بول سکتی کیونکہ اس طرح میں خود ہی پھنس جاؤں گی...... آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آنٹی ناہید کس قدر چالاک ہوشیار ہیں اور خطرناک بھی۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ وہ۔“

”جی ہاں وہ سب کچھ ہی کر سکتی ہیں...... وہ سب کچھ جس کا آپ تصور بھی نہ کر سکیں۔“

”تو پھر آپ مس نوشاد بتائیں کہ آپ کیا کہتی ہیں؟“

”کچھ نہیں...... میں صرف آپ کو ہوشیار کرنا چاہتی ہوں...... تمام تر بھروسا ان پر نہ کیجئے گا جو کچھ ہو رہا ہے...... آپ یوں سمجھ لیں کہ میری مرضی کے مطابق نہیں ہو رہا بلکہ...... بلکہ میں...... میں خود اس کے لئے مجبور کر دی گئی ہوں۔“

”آپ مجبوری کی وجہ بتانا پسند کریں گی؟“

”نہیں کوئی اہم وجہ نہیں ہے...... آپ یقین کیجئے بس کچھ اس طرح انہوں نے مجھے پھانسا ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔“

”لیکن پھر بھی اس طرح مجبور ہونے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟“

”ہاں وجہ تو ہے لیکن پلیز آپ وہ وجہ نہ پوچھیں۔“

”اچھا...... اچھا...... چلئے، ٹھیک ہے...... اب آپ یہ بتائیے کہ آپ اس پروگرام پر دل سے آمادہ نہیں ہیں؟“

”دل سے نہیں ہوں لیکن اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی۔“

”کیوں؟“

”کچھ ایسی بھی وجوہات ہیں۔“

”آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟“ ذیشان نے پوچھا۔

”صرف اتنا کہ آپ خود بھی ہوشیار رہیں اور ممکن ہو تو میرا بھی تحفظ کریں۔“

”کوئی خطرہ ہے؟“

”کوئی خطرہ نہیں لیکن ظاہر ہے کہ میں...... میں...... میں ایسے معاملات سے بالکل واقفیت نہیں رکھتی...... کہیں ایسا نہ ہو کہ سب کے ساتھ میں بھی پھنس جاؤں، حالانکہ آنٹی کہتی ہیں کہ یہ راز اگر منظر عام پر آ گیا تو اسے ایک مذاق کا رنگ دے دیا جائے گا اور وہ خود اس مذاق کی ذمے داری قبول کریں گی...... نتیجہ کچھ بھی ہو زیادہ سے زیادہ ڈیڈی ان سے ناراض ہو جائیں گے...... ان کا کہنا ہے کہ وہ انہیں منا لیں گی اور کوئی ایسا عمل نہیں ہونے دیں گی جو ہم سب کے لئے باعث پریشانی ہو...... سمجھ رہے ہیں نا آپ...... اسے ایک دلچسپ ڈرامہ قرار دیا جائے گا، اگر بات آگے نکل گئی اور تو صورت حال کچھ کام کی بن گئی تو ظاہر ہے کہ آنٹی ناہید کو یہ رقم چاہئے۔“

”اور آپ کو؟“

"رقم تو مجھے بھی چاہئے لیکن نہ جانے کیوں۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

"آپ پلیز اپنا جملہ پورا کیجئے۔"

"بس ذیشان صاحب میں نے آپ کو جو کچھ بتایا ہے اس میں صرف نیک نیتی ہے..... آپ اس بات کو ذہن میں رکھئے گا کہ آنٹی ناہید نے آپ کا انتخاب پوری طرح جان بوجھ کر کیا ہے۔"

"جی اور کچھ؟"

"نہیں..... کیا آپ میرے یہ الفاظ آنٹی ناہید کو بتادیں گے؟"

"نہیں مس نوشاد بالکل نہیں..... مکمل اطمینان رکھئے گا۔"

"میں آپ کی شکر گزار رہوں گی..... براہ کرم میرا تحفظ کیجئے گا..... ہو سکتا ہے کہ میرے لئے کوئی خطرہ پیدا ہوجائے..... میں آپ کو اس کا کوئی صلہ نہیں دے سکتی، بس درخواست ہی کر سکتی ہوں۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

ذیشان یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ نوشاد اس سے کیا کہنا چاہتی ہے لیکن بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی..... دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھئے مس نوشاد اگر آپ کو کوئی خطرہ درپیش ہوا تو میں آپ کا تحفظ کروں گا اور اس بات کا بھی آپ اطمینان رکھئے کہ میں ناہید صاحبہ سے اس ملاقات کا تذکرہ بالکل نہیں کروں گا..... آپ میرے وعدے پر اعتماد کریں..... میرا خیال ہے اب مجھے چلنا چاہئے..... کیا کہا جاسکتا ہے کہ کوئی مجھے یہاں دیکھ لے۔" ذیشان نے اب بھی نوشاد کو نہیں بتایا تھا کہ اس نے خود بھی ہوٹل میں کوئی کمرہ حاصل کر رکھا ہے..... بہر حال نوشاد کی باتیں چونکہ سمجھ میں نہیں آئی تھیں اس لئے اس نے بھی اسے مکمل اعتماد میں نہیں لیا اور بتانے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آپ کی پوری نگہداشت رکھوں گا..... آپ اس سلسلے میں مطمئن رہئے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" نوشاد بولی۔

پھر ذیشان کمرے سے باہر نکل آیا اور اس کے بعد اس نے اپنے ہی کمرے کا رخ کیا تھا..... دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں، عجیب کہانی تھی جو مکمل طور سے سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن بہر حال اب تو وہ اس کہانی کا ایک کردار بن ہی چکا تھا..... نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا اسے بھگتنا

ہی پڑے گا، پھر کمرے میں آکر وہ بستر پر دراز ہوگیا..... پتا نہیں کیوں ذہن بری طرح تھکا ہوا محسوس ہوا تھا..... اگر اس تھکن میں کوئی خوشگوار کیفیت تھی تو صرف ایک احساس کی کہ صوفیہ اور بچے یہاں موجود نہیں ہیں..... کم از کم وہ لوگ تو محفوظ ہیں..... بے شک ناہید اس کے بارے میں جانتی ہے لیکن اب اتنا بھی نہیں جانتی ہوگی کہ اس کی بیوی کا میکہ کہاں ہے اور پھر شاید اس کی نوبت ہی نہ آئے..... ذیشان اپنے گرد ایک مضبوط خول رکھنا چاہتا تھا۔

❁

شہاب گہری آنکھوں سے اختیار احمد صاحب کا جائزہ لے رہا تھا۔ جو اپنی کہانی کا آغاز کرنے کے لئے شاید مناسب الفاظ کی تلاش میں سرگرداں تھے..... خاصی دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"میں شہاب صاحب اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اگر کسی انسان کو مصیبت میں دیکھا جائے تو یہ یقین کرلیا جائے کہ اس مصیبت کو اپنے تک پہنچنے دینے کے لئے اس کا اپنا عمل زیادہ سے زیادہ کارفرما ہوتا ہے..... باہر سے مصیبت نہیں آتی۔ مصیبت اندر ہی سے ابھرتی ہے اور میں اسی کیفیت کا شکار ہوں۔"

گل خان اور شہاب نے اس کے الفاظ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا..... کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"میں جیسا کہ گل خان سے عرض کرچکا ہوں کہ تاجر ہوں..... سچے موتیوں کا کاروبار کرتا ہوں اور میرا کام زیادہ تر مشرق وسطیٰ میں پھیلا ہوا ہے..... خدا کا شکر ہے اچھی خاصی دولت جمع کرلی ہے میں نے..... بدقسمتی سے میری بیوی کافی عرصے پہلے مجھ سے جدا ہوگئی اور اس کے بعد میں اپنی بیٹی کے ساتھ رہنے لگا..... میرا زیادہ تر وقت باہر گزرتا تھا..... گھر میں میری بچی تنہا تھی..... میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے صرف اس تنہائی کی وجہ سے دوسری شادی کے بارے میں سوچا بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ کچھ ایسے عوامل پیدا ہوگئے کہ میں اس پر مجبور ہوگیا۔ ناہید خود بخود مجھ سے ایک ہوائی سفر کے درمیان ٹکرائی تھی اور اس نے کچھ اس طرح مجھ سے لگاوٹ کا اظہار کیا کہ میں مرد کی فطرت کے مطابق اس لگاوٹ کا شکار ہوگیا۔ ایسی اپنائیت سے اس نے میرے ساتھ کچھ ایسا عمل کیا کہ میں اسے نہ بھول سکا..... ہوائی سفر کا اختتام میرے اپنے ہی وطن میں ہوا تھا اور ناہید مجھے عجیب سے انداز میں دوبارہ ملاقات کی

دعوت دے گئی۔ میں اپنا کردار بیان کرنے نہیں آیا لیکن چند الفاظ کہنا ضرور پسند [illegible]
یہ کہ مرد کبھی کبھی بری طرح عورت کے جال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کا [illegible]
جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا...... میں اچھی خاصی عمر کا تھا لیکن میں
وہ رات ناہید کے خواب دیکھنے میں گزاری اور وہ میرے ذہن میں بار بار آتی رہی...... [illegible]
شگفتہ جملے بولتی ہے...... بہت اچھے انداز میں اپنے آپ کو رکھتی ہے۔ بس [illegible] سمجھ
کہ ایک مرد کے تصور میں حاوی ہونے کے لئے اس کے پاس تمام [illegible] موجود تھا اور
اس اسلحے کا شکار ہو گیا، پھر اس سے میری کئی ملاقاتیں ہوئیں [illegible] ایک ملاقات میں اس پر
نے اپنے دل کا اظہار کر دیا اور اس نے بڑی محبت کے ساتھ مجھے قبول [illegible]...... اس نے ا
حالات بھی مجھے بتائے تھے اور کہا تھا کہ وہ تنہا ہے، بس ایک [illegible] تھا اس کا جو میر
خیال میں قابل ذکر نہیں...... وہ ایسی زندگی گزار رہی تھی جس میں [illegible] دلچسپی نہیں تھی
اس نے کہا کہ وہ ملازمت کرتی ہے اس لئے کہ زندہ رہنے کا سامان پیدا ہو سکے۔ جب تھوڑ
بہت پیسے جمع ہو جاتے ہیں تو کہیں نہ کہیں سیر و سیاحت کے لئے چلی جاتی ہے...... ایک وہ
دل ہے اس کا۔

میں نے اس کے ویران دل کو آباد کرنے کے لئے اپنا [illegible] اسے پیش کیا جسے اس
قبول کر لیا، حالانکہ مجھ جیسا احمق انسان یہ بات نہیں سوچ سکا کہ میری اور اس کی عمر
زمین و آسمان کا فرق ہے اور میں قطعی اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی خوبصورت لڑکی یا عو
مجھے ایک مرد کی حیثیت سے قبول کر سکے۔ میں اس بات کا کھلے دل سے اعتراف
ہوں...... بہرحال میرا خیال ہے میں نے کام کی بات بتانے سے گریز کیا۔"

"نہیں اختیار احمد صاحب...... یہ باتیں ابھی کام کی ہیں...... اس سے کم از کم مجھے
ناہید کے بارے میں پتا چلتا ہے۔"

"میں اس کی فطرت کے بارے میں آپ کو بتا دوں...... بعد میں مجھے احساس ہوا
سو فیصد میری دولت پر ریجھ گئی تھی اور شاید پہلے سے میرے بارے میں معلومات ر
تھی...... میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے یہ معلومات کیسے حاصل کیں یا یہ تمام سلسلہ کس ط
سے شروع ہوا لیکن اس طرح کی چالاک عورتیں بڑی ذہانت سے اپنا عمل کرتی ہیں......
ہے ابتدا میں مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، چنانچہ میں اس کے ساتھ مخلص

تھا لیکن بعد میں مجھے اس پر اس طرح کے شبہات ہو گئے کہ وہ مجھے ناپسند کرتی ہے اور صرف
میری دولت کو پسند کرتی ہے۔"

"شبہات کی وجہ بتائیں؟"

"نہیں...... صرف چند الفاظ یا چھوٹے موٹے جھگڑوں کی بات کر رہا ہوں میں۔"

"خیر اس دوران آپ کی بیٹی کا کیا رویہ رہا؟"

"وہ بہت خوش ہوئی تھی ناہید کے گھر آنے سے...... وہ تنہائی سے بہت بددل ہو چکی
تھی...... ناہید اسے اچھی دوست کی حیثیت سے ملی اور میرے یہ خدشات دور ہو گئے کہ
سوتیلی ماں میری بیٹی کے ساتھ برا سلوک کرے گی۔ سچی بات یہ ہے کہ ابتدا میں کچھ وقت
ناہید نے اس طرح ہمارے ساتھ گزارا کہ ہم ششدر رہ گئے کہ کوئی انسان اس قدر اچھا بھی
ہو سکتا ہے۔ وہ تو بہت عرصے کے بعد مجھ پر کھلی اور جب وہ کھلی تو پھر میں نے دوسرا رویہ
اختیار کیا۔"

"کیا؟"

"میں نے کنجوسی کا اظہار کیا اور ان لوگوں کے اخراجات انتہائی محدود کر دیئے، حالانکہ
اپنی بیٹی سے مجھے بے حد پیار ہے، لیکن میں نے اس سے بھی اجتناب کیا اور ایک معمولی سے
جیب خرچ کے علاوہ میں نے ان لوگوں کو کچھ اور دینا دلانا بند کر دیا جس کے نتیجے میں کئی بار
ناہید سے میری جھڑپ ہوئی اور میری بیٹی بھی مجھ سے گریزاں ہو گئی۔"

"جی پھر؟"

"ناہید نے نوشاد پر کچھ اس طرح اپنا رنگ جمایا کہ میں یہ دیکھنے لگا کہ نوشاد وہی کرتی ہے
جو ناہید کہتی ہے...... دونوں ساتھ ساتھ گھومتی پھرتی ہیں...... ناہید بہت آزاد فطرت ہے
اور نوشاد کو بھی اس نے اسی رنگ میں رنگ دیا ہے...... کبھی کبھی تو وہ مجھ سے پوچھے بغیر ہی
کہیں نہ کہیں چلی جاتی تھی...... بہرحال میری گفتگو کچھ طویل ہو رہی ہے...... میں آپ کو یہ
بتاؤں کہ کل سے نوشاد گھر سے غائب ہے۔"

"غائب ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں گئی ہے وہ؟"

"مجھے معلوم ہوتا تو یہاں نہ آتا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ معمول کے مطابق گھر سے نکلی لیکن زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ رات واپس نہ آئی ہو اور یہاں تک کہ یہ وقت گزر گیا..... اس کے بارے میں کہیں سے بھی کو رپورٹ نہیں ہے۔"

"ناہید کیا کہتی ہے؟"

"کچھ نہیں..... میرے ساتھ وہ بھی تشویش کا شکار ہے اور اس نے کہا ہے کہ کوئی ایسی بات اس کے علم میں نہیں ہے جس سے یہ اندازہ ہو کہ نوشاد گھر سے نکل گئی ہے۔"

"تو پھر آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میں نے اس کی تمام دوستوں کے ہاں تلاش کر لیا ہے، اول تو ایسی کوئی دوست تھی ہی نہیں اس کی کہ جہاں وہ رات گزار سکتی اور پھر وہ یہ جرات بھی نہیں کر سکتی تھی اور اب، کہ وہ غائب ہے۔"

"ناہید صاحبہ! اس بارے میں اپنی کیا رائے دیتی ہیں؟"

"کچھ نہیں وہ کہتی ہے کہ انتظار کروں..... نوشاد واپس آجائے گی..... کوئی بھی ایسی بات نہیں ہے..... بہرحال ہم نے ہسپتالوں کا بھی جائزہ لے لیا ہے..... ہر جگہ سے معلومات کی ہے..... ناہید کا کہنا تھا کہ اس بارے میں پولیس کو اطلاع نہ دوں..... خواہ مخواہ رسوائی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ نوشاد واپس آجائے لیکن میرا دل نہیں مانتا۔"

"کیوں؟" شہاب نے سوال کیا۔

"بس نہ جانے کیوں..... میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ نوشاد کی گمشدگی کے پیچھے کو بڑی بات ہے۔"

"اور پھر آپ ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"صرف یہ کہ آپ نوشاد کی گمشدگی کی ایف آئی آر لکھئے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میرے دل میں کوئی چور ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں اختیار احمد صاحب..... آپ اگر دل کا چور دل میں

چھپائے رکھیں گے تو ہم آپ کے کس طرح کام آسکتے ہیں۔" شہاب نے کہا۔

اختیار احمد سوچ میں ڈوب گیا..... کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"بس تو پھر یوں سمجھئے کہ مجھے شبہ ہے کہ نوشاد کی گمشدگی میں ناہید کا ہاتھ ہے۔"

شہاب نے گل خان کی طرف دیکھا..... گل خان چند لمحے خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"تو آپ ایف آئی آر لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور اس ایف آئی آر میں آپ ناہید صاحبہ کا نام لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"جی؟ جی ہاں..... نن..... نہیں..... ایسا تو نہیں۔"

"تو پھر آپ گمشدگی کے بارے میں کیا کہیں گے؟"

"بس اتنا کہ میری بیٹی گم ہو گئی ہے..... پولیس اسے تلاش کرے۔"

"ظاہر ہے پولیس آپ کے گھر کا چکر لگائے گی اور آپ کے گھر کی تلاشی لے گی اور پھر ناہید صاحبہ سے سوالات کرے گی..... اس کے قرب وجوار کے لوگوں کو ٹٹولے گی جن پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ نوشاد کے اغوا میں ملوث ہو سکتے ہیں۔"

"جناب کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پولیس میرے راز کو راز رکھے اور خفیہ طور پر کام کرے جبکہ میری ایف آئی آر بھی درج ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے اختیار احمد صاحب..... پولیس کو اطلاع دینے کا مطلب یہ ہے کہ پولیس مصروف عمل ہو جائے اور نوشاد کو تلاش کرے۔"

"آہ! دیکھئے بات اصل میں یہ ہے کہ جو میں کہنا چاہتا ہوں کہنے سے ڈر رہا ہوں اور پھر افسر اعلیٰ کے سامنے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں..... بے دھڑک کہئے۔" شہاب نے کہا۔

"جناب اصل میں، میں اس قدر کنجوس انسان نہیں ہوں..... بیٹی کا معاملہ ہے..... بیٹی سے محبت بھی کرتا ہوں لیکن بس یہ چاہتا تھا کہ نوشاد ناہید کے چکر میں نہ پڑے، اس لئے میں نے اس کے ساتھ بھی سختی برتی تھی، اگر اس سلسلے میں کچھ اخراجات ہو سکتے ہیں تو میں وہ اخراجات ادا کرنے کو تیار ہوں..... پولیس بس میری مدد کرے..... میرے ساتھ تعاون کرے لیکن ابھی ناہید کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ میں نے نوشاد کی رپورٹ درج کروادی ہے۔"

"ہوں اور آپ اس سلسلے میں اخراجات ادا کرنے کو تیار ہیں؟"

"جی اور ایک لاکھ روپے پیش کر سکتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"خیر ابھی آپ یہ سب کچھ نہ کیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے...... گل خان کیا خیال ہے؟ میرا خیال ہے کہ تم ایک لاکھ روپے قبول کر لو...... تمہارے بہت کام آئیں گے۔"

"صاحب کیا بات کرتے ہو۔" گل خان نے کہا اور شہاب نے اسے غیر محسوس اندا میں اشارہ کر دیا...... گل خان گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ شہاب نے کہا۔

"خیر یہ رشوت وغیرہ کے معاملے کو آپ پس پردہ رہنے دیجئے، آپ یہ چاہتے ہیں کہ پولیس آپ کے سلسلے میں کام بھی شروع کر دے اور کسی کو پتا بھی نہ چلے۔"

"ہاں...... میں یہی چاہتا ہوں۔" اختیار احمد صاحب نے کہا۔

"اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ کی بیٹی کے جذبات ناہید کے سلسلے میں کیسے ہیں؟"

"میں نے بتایا نا آپ کو کہ وہ ناہید کے ٹرانس میں ہے۔ اس کے اشاروں پر ناچتی ہے۔"

"ہوں...... ٹھیک...... کیوں گل خان کیا خیال ہے؟"

"سر آپ موجود ہیں...... میں آپ کے سامنے کیا بول سکتا ہوں۔" گل خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے...... میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ایف آئی آر درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے...... یوں سمجھئے اختیار احمد صاحب کہ ہم نے آپ کا کیس ہاتھ میں لے لیا ہے اور کا شروع کر رہے ہیں۔"

"آپ کا زندگی بھر احسان مانوں گا...... آپ مجھے جو بھی خدمت کہیں گے وہ سرانجا دوں گا۔"

"لیکن آپ کا کیا خیال ہے کہ ناہید صاحبہ یہ کوشش نہیں کریں گی کہ آپ پر نگا رکھیں...... میرا مطلب ہے اگر آپ نے پولیس سے رجوع کیا تو وہ آپ سے اختلاف بھ کر سکتی ہیں۔"

"جانتا ہوں...... اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"گھر سے آپ ٹیلی فون بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہاں...... کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اگر گل خان صاحب اجازت دیں تو میں اپنے طور پر یہ کیس اپنے ہاتھ میں لے لوں۔"

"صاحب آپ میرے سامنے ایسی بات کر رہے ہیں...... میں تو آپ کا مرید ہوں۔" گل خان نے کہا۔

"گل خان ایک شریف شہری ہمیں مدد کیلئے پکار رہا ہے، ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔"

"آپ جیسا حکم دیں میں حاضر ہوں۔" گل خان نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ تمہاری ضرورت نہیں بلکہ یوں کرو ایک سمجھدار آدمی اختیار احمد صاحب کے ساتھ بھیج دو...... اختیار احمد صاحب اس سلسلے میں کوئی بھی قدم اٹھایا جائے آپ اسے کم از کم ایک پرچے پر لکھ کر کسی ایسی جگہ تو پھینک سکتے ہیں جہاں سے ہمارا آدمی آپ سے وہ اطلاع موصول کر لے...... اس طرح ہمیں انفارمیشن بھی ملتی رہے گی۔"

"با آسانی کر سکتا ہوں...... میرا کمرہ پہلی منزل پر ہے جہاں میں رہتا ہوں...... وہاں پیچھے ایک خالی جگہ ہے، جہاں کچھ بھی نہیں ہے سوائے ایک کباڑ خانے کے، گودام کے، گلی خالی رہتی ہے اور اس گلی میں میرے بیڈ روم کی کھڑکی کھلتی ہے...... میں اپنے بیڈ روم سے ایسا پرچا پھینک سکتا ہوں جس میں تمام تفصیلات موجود ہوں۔"

"بہت اچھی بات ہے گل خان تم ایسا کرو کہ اپنے چند آدمیوں کو وہاں ڈیوٹی پر لگا دو...... یقینی طور پر تمہارے پاس ایسے کام کے آدمی ہوں گے جیسے ہی کوئی پیغام اختیار احمد صاحب کی طرف سے ملے اور تم تک پہنچے تو مجھے ٹیلی فون پر اس کی اطلاع دو، سمجھ رہے ہونا۔"

"جی سر بالکل۔" گل خان نے مستعد ہو کر کہا۔

"تو سمجھ لیجئے اختیار احمد صاحب کہ آپ کا کیس پولیس کے رجسٹر میں درج ہو چکا ہے اور ہم نے کام شروع کر دیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ...... آپ میرا پورا پتا نوٹ کر لیجئے...... گل خان صاحب اور اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج دیجئے مجھے بھی ذرا اطمینان رہے گا۔"

"بہت بہتر۔"

پھر گل خان نے اپنے دو خاص آدمیوں کو بلایا جو سادہ لباس میں تھے...... انہیں تمام

تفصیلات بتائیں اور اس کے بعد انہیں ہدایت کر دی کہ وہ اختیار احمد صاحب کی کار کا تعاقب کریں اور ان کے مکان کی عقبی گلی میں پہنچ کر وہ کام کریں جو انہیں بتایا گیا ہے، پھر کچھ دیر کے بعد اختیار احمد ان کا شکریہ ادا کر کے اُٹھ گیا تھا۔

شہاب نے مسکرا کر گل خان کو دیکھا اور کہا۔

"یقیناً تمہیں میرے اس طرز عمل پر حیرت ہوئی ہو گی؟"

"نہیں شہاب صاحب...... آپ کیسی باتیں کرتے ہیں...... گل خان اگر آپ کو نہیں جانتا ہوتا تو ضرور حیرت ہوتی لیکن اب گل خان یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ نے جو قدم اٹھایا ہے وہ یقینی طور پر کوئی ٹھوس قدم ہو گا۔"

"اصل میں کہانی بہت دلچسپ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ پوری پوری دلچسپی لوں۔"

"یہ تو آپ کی مہربانی ہے...... کم از کم میری مشکل ہی حل ہو جائے گی۔"

"او کے گل خان اب تم ادھر سے ملنے والی اطلاعات مجھ تک پہنچانے کی ذمے داری قبول کرو اور میرا یہ ٹیلی فون نمبر رکھ لو، جس پر میں لازمی طور پر تمہیں مل جاؤں گا۔" شہاب نے اسے ایک ٹیلی فون نمبر نوٹ کروایا اور اس کے بعد اس سے ہاتھ ملا کر وہاں سے اُٹھ گیا۔

یہ معاملہ اسے اچھا خاصا دلچسپ لگا تھا چنانچہ وہ اس پر کام کرنے کا خواہش مند تھا۔

❁

ناہید نے ذیشان سے اسی فلیٹ میں ملاقات کی...... بہت مطمئن اور مسرور نظر آ رہی تھی...... ذیشان نے بھی اب اپنے آپ کو اچھی طرح سے سنبھال لیا تھا...... بہت سی باتوں کا انکشاف ہو چکا تھا اس پر اور آخر کار وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اب مرد بن کر ہی کام کرے...... ایک عورت اسے کتنا کمزور بنا سکتی ہے۔ ابتداء میں تو حالات کا شکار ہونے کی وجہ سے ناہید سے خوفزدہ ہو گیا تھا، لیکن اب سوچ رہا تھا کہ آخر کار اب اس شاطر عورت سے صحیح انداز میں نمٹنا چاہئے...... سب کچھ جہنم میں جائے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک غیر قانونی عمل تھا لیکن اتنا ہی مناسب تھا کہ نہ تو کسی کو قتل کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی اور نہ کوئی ایسا سنگین جرم کرنا پڑ رہا تھا کہ جس پر اپنا ضمیر ہی کچوکے دے، وہ شاطر عورت اپنے شوہر سے ایک بڑی رقم حاصل کرنا چاہتی تھی اور اس کا کہنا تھا کہ اس کا شوہر بے انتہا کنجوس ہے اور کسی اور صورت میں وہ یہ رقم ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہو گا...... بہر حال ایک رسک تھا،

ایک جوا تھا جو ذیشان کھیل رہا تھا...... ناہید نے کہا۔

"کہو ذیشان اپنے آپ کو کس ذہنی کیفیت کا شکار پا رہے ہو؟"

"نہیں میڈم...... میں ٹھیک ہوں۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں جو اُلجھن، جو تردد تمہارے چہرے پر پہلے نظر آتا تھا اب وہ نہیں ہے۔"

ذیشان مسکرا دیا پھر بولا۔

"میں نے اب ان معاملات میں خود کو پوری طرح ملوث سمجھ لیا ہے اس لئے۔"

"یہ ایک کھیل ہے ایک کنجوس آدمی کو سزا دینے کا...... جو شوہر ہونے کے باوجود ایک اعتماد کرنے والا شوہر نہیں ہے، جو باپ ہونے کے باوجود اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ سختیاں کرنے کا عادی ہے۔"

"کیا مسٹر اختیار احمد صاحب کا رویہ اپنی بیٹی کے ساتھ بھی اچھا نہیں ہے۔"

"عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے...... ایک طرف تو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو بہت زیادہ چاہتا ہے...... مجھے بھی اس نے کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہونے دیا...... پتا نہیں اس کی فطرت میں اس قدر کنجوسی کیوں شامل ہے...... وہ ہر چیز پر دولت کو ترجیح دیتا ہے۔"

"کیا یہ دولت اس نے خود اپنے ذرائع سے کمائی ہے یا خاندانی دولت مند ہیں؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے...... بنا بنایا کاروبار اسے والدین کی طرف سے منتقل ہوا تھا اس نے پوری محنت کے ساتھ اسے سنبھالا اور اس میں درحقیقت اضافہ کیا لیکن تم مجھے بتاؤ، اتنی بڑی دولت جو ہم لوگوں کے پاس موجود ہے لیکن ہماری اپنی زندگی کیلئے محدود ہے۔"

"جی۔" ذیشان نے آہستہ سے کہا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو...... بہر حال ہمارا کام آگے بڑھ گیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا ایسی جگہ منتخب کی ہے تم نے جہاں سے تم ٹیلی فون پر اس سے رابطے کرو۔"

"کسی بھی علاقے کا ٹیلی فون بوتھ کام آ سکتا ہے۔"

"نہیں یہ انتخاب ضروری ہے...... جگہ سنسان ہونی چاہئے۔"

"جی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے...... میں یہ سمجھتی ہوں کہ کام کا آغاز کر دو...... کیا میرا ساتھ ہونا

کوئی غلط قدم ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے میرے سامنے ہی فون کرو۔"

"ایک ٹیلی فون بوتھ سے؟"

"ہاں کیا حرج ہے۔"

"اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ نامناسب نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں نامناسب نہیں ہے، اگر تم کوئی جگہ منتخب نہیں کر سکے تو میں نے جگہ کا انتخاب کر لیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ جگہ؟"

"ایئرپورٹ کا وہ عقبی حصہ جہاں کئی ٹیلی فون بوتھ لگے ہوئے ہیں لیکن ان کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے...... میں نے پوری طرح جائزہ لے لیا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

"چلیں۔" ناہید نے کہا اور اس کے بعد ناہید کے ساتھ ہی ذیشان باہر نکل آیا۔

ناہید کی مرسڈیز میں بیٹھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"اور میں بھی آپ کو کچھ زیادہ ہی مطمئن پا رہا ہوں آپ نے اپنے آپ کو بہت زیاد چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے۔"

"بات اصل میں یہ ہے ذیشان کہ انسان جتنی احتیاط کرتا ہے اتنی ہی غلطیاں کرتا چ جاتا ہے...... میں نے کسی شخص کا مقولہ پڑھا تھا اور اس پر غور بھی کیا تھا...... اختیار احمد محدو انسان ہے، اس کے وسائل بھی محدود ہیں، اس کی دوستیاں بھی محدود ہیں...... وہ بہت لوگوں سے ملتا جلتا ہے...... کون اسے بتائے گا کہ میں کہاں پھر رہی ہوں۔"

"اس وقت آپ کس طرح اپنے گھر سے نکلی ہیں؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ شروع سے ہی میرے اوپر پابندی نہیں...... مرسڈیز میرے نا سے خریدی گئی تھی اور مجھے دے دی گئی ہے...... اختیار احمد صاحب کے پاس اس کی اپنی گاڑ ہے ...... میں جہاں چاہوں گھومتی پھرتی ہوں۔"

"لیکن اس وقت ایسے حالات میں اختیار احمد صاحب کو بہر حال اس بات کا تو علم ہو چکا ہے کہ نوشاد غائب ہے۔"

"ہاں اور میں اسے تلاش کر رہی ہوں۔" ناہید نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی...... ذیشان بھی مسکراتا رہا تھا اور ناہید کی کار فراٹے بھرتی رہی پھر ٹیلی فون بوتھ سے کچھ فاصلے پر اس نے کار پارک کر دی جس کا اس نے تذکرہ کیا تھا...... درحقیقت دُور دُور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا...... دیکھنا یہ تھا کہ ٹیلی فون ورکنگ آرڈر پر ہے یا نہیں...... جب وہ لوگ ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوئے تو اندازہ ہو گیا کہ ٹیلی فون صحیح طور پر کام کر رہا ہے...... ناہید نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا اس سے عمدہ جگہ کوئی ہو سکتی ہے...... مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے کام کے لئے یہ ٹیلی فون بوتھ یہاں لگا لیا گیا ہے۔"

ذیشان پھر مسکرا دیا...... بہر حال ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے کارڈ ڈالا...... ناہید سانس روکے کھڑی تھی...... تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ ہوا تو ذیشان نے کہا۔

"میں مسٹر اختیار احمد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اختیار احمد ہی بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہو...... اختیار احمد صاحب آپ تو اس وقت بہت زیادہ پریشان ہوں گے۔" ذیشان نے پہلے سے تیار کیا ہوا اسکرپٹ پڑھتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟ کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں کون ہوں یہ جاننے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے...... کیا بات ہے وہ میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں...... آپ کی پریشانی کی وجہ آپ کی بیٹی نوشاد ہے نا؟"

"میں کہتا ہوں کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں اختیار احمد صاحب بس غریب سا آدمی ہوں...... زندگی سے اکتایا ہوا ہوں...... خودکشی کرنے جا رہا تھا...... سوچا کہ خودکشی کا انداز بدل لوں۔"

"کیا مطلب؟"

"خودکشی اس لئے کر رہا تھا کہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہوں اور انداز یہ بدل لیا کہ آپ کی بیٹی نوشاد کو اغوا کر لیا اور اب وہ میرے پاس موجود ہے۔"

"کک...... کیا مطلب؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا وہی مطلب ہے...... میں نے آپ کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اور اب وہ میری قید میں ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟"

"جی نہیں میں تو بہت ہوش مند انسان ہوں، اگر ہوش مند نہ ہوتا تو خودکشی کا یہ طریقہ کیوں بدلتا؟"

"خودکشی، خودکشی، کیا بکواس ہے؟ آخر کیا چاہتے ہو؟"

"صرف بیس لاکھ روپے اگر آپ اپنی بیٹی کی زندگی چاہتے ہیں تو صرف بیس لاکھ روپے عنایت فرماد یجئے گا...... نوشاد گھر پہنچ جائے گی...... دوسری صورت میں آپ کو اندازہ ہے کہ ہم جیسے لوگ کیا کیا کرتے ہیں...... نوشاد پھر بھی آپ کے گھر پہنچ جائے گی لیکن زندہ حالت میں نہیں۔"

دوسری طرف چند لمحات کے لئے سناٹا چھا گیا۔

"مم...... مم...... مگر...... تم...... تم آخر تم ہو کون؟"

"کمال ہے...... اتنی تفصیل بتانے کے بعد بھی آپ مجھ سے یہ سوال کر رہے ہیں...... میں ایک ضرورت مند ہوں جو آپ کی دولت سے ایک چھوٹا سا حصہ لینا چاہتا ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے...... تمہیں بیس لاکھ روپے اتنے آرام سے دے دوں۔"

"آپ کے خیال میں آپ کی بیٹی کی قیمت بیس لاکھ روپے نہیں ہے۔"

"تم...... تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سمجھے...... تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ان الفاظ پر قہقہے لگاؤں لیکن میں فلمی انداز کے قہقہے لگانا نہیں جانتا اس لئے براہ کرم جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں آپ اس پر عمل کریں یا پھر مجھے کھل کر بتا دیں کہ میں وہ تحفہ آپ کی خدمت میں بھجوا دوں۔"

"دیکھو بکواس مت کرو...... میں...... میں تمہیں ایک پائی نہیں ادا کروں گا۔"

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ ادا کریں...... یہ آپ کی مجبوری نہیں ہے، البتہ آج رات کو دس، گیارہ بجے یا اس کے لگ بھگ جیسی بھی صورت حال میرے لئے بہتر ہوئی میں نوشاد کی لاش آپ تک بھجوا دوں گا۔"

"بکواس مت کرو...... تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"آخری چند الفاظ کے بعد میں ٹیلی فون بند کر دوں گا...... میں ایسا کر سکتا ہوں اور میں ایسا کروں گا اور اگر آپ مجھے اس سے روکنا چاہتے ہیں تو صرف بیس لاکھ کا معاملہ ہے...... رقم بہت بڑی نہیں ہے۔"

"س...... سنو...... مم...... میں...... مجھے کچھ وقت نہیں دو گے سوچنے کے لئے۔"

"مثلاً کتنا وقت؟"

"تم کہہ رہے ہو نا آج رات گیارہ بارہ بجے تک تم کام کرو گے تو ایسا نہ کرو...... آج رات گیارہ، بارہ بجے میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔"

"اب میرے لئے سوچنے کا وقت ہے...... آپ ایک منٹ مجھے سوچنے کو دیں۔" ذیشان نے کہا۔

ناہید کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بتاتی تھی کہ وہ جو لہجہ اور انداز اختیار کئے ہوئے ہے وہ ناہید کی مرضی کے مطابق ہے...... چنانچہ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی...... ذیشان نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے میں آپ کو ٹیلی فون کروں گا، اس وقت آپ مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے...... میں آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کروں گا کہ آپ کو کہاں اور کب کیا کرنا ہے؟ ایسی صورت میں آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کیا طریقہ کار ہوگا۔"

"ہاں ٹھیک ہے ساڑھے گیارہ بجے...... مم...... ساڑھے گیارہ بجے مجھ سے بات کرنا لیکن سنو نوشاد کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے اگر ایسا ہوا تو۔"

"اگر ایسا ہوا تو آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے...... بے کار، احمقانہ دھمکیاں دینے کی کوشش نہ کیجئے...... ویسے نوشاد میرے لئے ایک بلینک چیک ہے۔ ظاہر ہے میں اس چیک کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کروں گا...... او کے۔" ذیشان نے فون بند کر دیا۔

ناہید مسکراتی ہوئی بولی۔

"تم تو تربیت یافتہ بلیک میلر معلوم ہو رہے ہو۔"

"سب کچھ آپ ہی کی محبت کا نتیجہ ہے میڈم۔" ذیشان نے جواب دیا اور دونوں ہنستے ہوئے باہر نکل آئے۔

”ویری گڈ..... میں تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہوں لیکن دیکھو میں زیادہ دیر تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی..... ایئرپورٹ پر چھوڑے دے رہی ہوں وہاں سے ٹیکسی لے کر فلیٹ پہنچ جاؤ سمجھے۔“

”فلیٹ پر اس وقت کوئی کام ہے؟“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”تو پھر مجھے جانے کی آزادی کیوں نہیں۔“

”نہیں..... نہیں گھر چلے جاؤ میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔“

”آپ کا کیا پروگرام ہے۔“

”اب میں ذرا اس بوڑھے کھوسٹ کو اس بات پر آمادہ کروں گی کہ بیس لاکھ روپے کردے..... کیوں اپنی بیٹی کی زندگی کے درپے ہے۔“

”ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو۔“

”اوکے۔“ ناہید نے کہا اور کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھادی..... تھوڑی دیر کے بعد ایئرپورٹ ایریا میں پہنچ گئے جہاں ذیشان کار سے اتر گیا اور ناہید کی کار کو نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھتا رہا..... پھر وہ ایک ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا..... کیا خطرناک عورت ہے..... ایسی عورتیں بہت کم ہوتی ہیں جو کسی سازش کے باوجود اس قدر مطمئن آئیں..... تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی ذیشان کے سامنے آکر رک گئی تھی۔

✿

فون بند کرنے کے بعد اختیار احمد گہری گہری سانسیں لینے لگا..... اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا..... آخر کار وہی ہوا جس کا اسے خدشہ تھا لیکن تاوان طلب کرنے والی آواز، اس کا انداز اختیار احمد اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا..... نامانوس اور اجنبی آواز تھی لیکن بات بہرحال ہولناک تھی..... پتا نہیں نوشاد کس حال میں ہو ظاہر ہے کسی نے اس سے مذاق تو نہیں کیا تھا اور پھر نوشاد کی گمشدگی کو اتنا وقت گزر چکا تھا اختیار احمد کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اپنی بیٹی کے لئے وہ کس قدر مضطرب ہے نوشاد اس کی پوری زندگی کا حاصل تھی..... حالات کچھ اس انداز کے ہوگئے تھے کہ اس کی تمام تر توجہ بیٹی کی جانب نہیں رہی تھی..... اس کی وجہ بھی ناہید تھی..... انسان بہرحال

انسان ہوتا ہے..... کبھی کبھی بعض رشتوں میں بھی رقابت کے جذبے پیدا ہوجاتے ہیں، نوشاد کا ناہید کے ساتھ اس طرح گھل مل جانا اختیار احمد کے لئے کچھ تکلیف کا باعث تھا..... بنیادی وجہ ناہید ہی تھی..... تھوڑے ہی عرصے کے بعد اسے احساس ہوگیا تھا کہ ناہید سے شادی کر کے اس نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے..... فطری طور پر تاجر قسم کا آدمی تھا..... سازشوں وغیرہ سے دور..... زندگی کو زندگی کے انداز میں دیکھنے کا عادی..... کسی کو اس قسم کا نقصان پہنچانا اس کے بس کی بات نہیں تھی، جبکہ ناہید کے بارے میں اسے آہستہ آہستہ یہ اندازہ ہوتا جارہا تھا کہ سخت خطرناک عورت ہے، پھر پچھلے کچھ دنوں سے اس کی بیماری نے بھی اسے نڈھال کررکھا تھا اور بیماری کے دوران وہ یہ سوچتا تھا کہ نوشاد کے لئے کیا کرے..... ناہید جیسی شاطر عورت تو اس کی موت کے بعد نوشاد کو انگلیوں پر نچا کے رکھ دے گی..... سڑکوں پر لے آئے گی..... بھلا نوشاد کو کچھ کیوں دے گی..... نوشاد کو جس طرح اس نے اپنے جال میں پھانس رکھا ہے وہ بھی اس کی چالاکی ہی ہے..... نوشاد جیسی سیدھی سادی لڑکی بھلا اس کی ذہنی قوتوں کا مقابلہ کہاں کرسکتی ہے..... اختیار احمد نے یہاں اپنی ہوشیاری کا ثبوت دیا تھا..... بیٹی سے بے پروائی کا اظہار کر کے وہ ناہید کی دشمنی کو ختم کررہا تھا، اگر وہ نوشاد سے بہت زیادہ محبت کا برتاؤ کرتا تو ناہید یقینی طور پر نوشاد کے خلاف ہوجاتی اور کچھ ایسے اقدامات کرتی کہ نوشاد کو نقصان پہنچ جائے۔ جب تمام احساسات ناہید کے بارے میں ہوگئے تو اختیار احمد نے اس انداز میں سوچنا شروع کردیا تھا..... وہ نوشاد کے ساتھ سخت رویہ اختیار کئے ہوئے تھا..... اس پر زیادہ توجہ نہیں دیتا تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ نوشاد کے لئے اس کے دل میں محبت نہ ہو..... وہ صرف اپنی غلطی کی سزا بھگت رہا تھا اور آخر کار بات یہاں تک پہنچ گئی تھی..... ناہید کو نظرانداز کر کے اگر وہ نوشاد کو نوازتا تو ناہید تو نوشاد کی سخت دشمن بن جاتی، اس لئے سب سے پہلے اس نے نوشاد پر پابندیاں لگائیں اور اخراجات کے سلسلے میں اسے بالکل مفلوج کردیا..... اس کے بعد ناہید پر اور اسے اپنی فطرت کا اظہار ثابت کیا..... بہرحال یہ سب کچھ چل رہا تھا اور اس پہلے فون نے اسے بری طرح لرزا دیا تھا..... ناہید یہ کہہ کر اس سے گئی تھی کہ وہ اپنی طرف سے نوشاد کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ بڑی جذباتی کیفیتوں کا اظہار کیا تھا اس نے اور اختیار احمد اس کے انداز میں تصنع اور بناوٹ تلاش کرتا رہا تھا..... اسے اس بناوٹ کا یقین بھی ہوگیا تھا..... بہرحال اس کا اظہار کرنا

بھی خطرناک ہو سکتا تھا، پھر وہ ایک دم چونک پڑا...... وہ نوجوان افسر اعلیٰ جس نے اسے تسلیاں دی تھیں اور ایک طریقہ کار متعین کیا تھا...... نہ جانے کیوں یہ خیال اس کے لئے باعث تقویت تھا...... اختیار احمد کو فوراً ہی خیال آ گیا کہ اس نے اسے جو ہدایات دی ہیں اس پر عمل کرنا چاہئے، چنانچہ سب سے پہلے وہ اپنے بیڈ روم کی عقبی کھڑکی کے پاس پہنچا...... احتیاط کے ساتھ اس نے باہر جھانکا...... پیچھے ایک بہت بڑا احاطہ تھا...... سرخ اینٹوں سے بنا ہوا جس کے دوسری جانب ناکارہ موٹروں کے پرزے، ٹوٹی ہوئی جیپوں کا سامان اور ایسی ہی دوسری اشیا پڑی ہوئی تھیں۔

گلی میں دو افراد نظر آ رہے تھے جو اس انداز میں گشت کر رہے تھے جیسے پولیس گشت کرتی ہے۔ وہ سادہ لباس میں تھے...... فوراً ہی واپس آ کر اختیار احمد نے پرچے پر ایک تحریر گھسیٹی اور بلیک میلر یا تاوان طلب کرنے والے کے تمام الفاظ درج کر دیئے اور اس پرچے کی گولی سی بنا کر اس نے جیب سے ایک سکہ نکالا اور اس سکے میں لپیٹ کر اسے گلی میں اچھال دیا...... فوراً ہی اس نے اس پر ایک آدمی کو لپکتے ہوئے دیکھا تھا...... اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اسے اُٹھا لیا...... پرچا کھول کر پڑھا اور اس کے بعد برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا...... اختیار احمد کو یہ تقویت ہوئی تھی کہ وہ لوگ اس کام میں مستعد ہیں...... اسے سکون سا محسوس ہوا تھا...... یوں لگا تھا جیسے کسی نے دل پر ہاتھ رکھ دیا ہو...... اس کے بعد وہ وہاں کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا...... چہرے پر مغموم سی کیفیت طاری کر لی۔ مغموم تو وہ تھا...... بیٹی اسے بری طرح یاد آ رہی تھی، اگر اس سلسلے میں ناہید نے کوئی ایسا قدم اٹھایا ہے جو درحقیقت خطرناک ہے...... پتا نہیں نوشاد کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو...... ایک آدھ لمحے کے لئے اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے کہ ناہید کا اس سلسلے میں ہاتھ ہی نہ ہو اور یہ سب کچھ واقعی اس شخص کا کام ہو جو اغوا برائے تاوان کا ماہر ہو، ایک عجیب سی کیفیت اختیار احمد کے ذہن پر طاری تھی کہ اسے باہر گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی...... اس آواز کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا...... ناہید واپس آ گئی تھی...... اختیار احمد نے چہرے پر اور سوگواری طاری کر لی...... کچھ لمحوں کے بعد ناہید اندر داخل ہوئی تو اختیار احمد نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا...... ناہید کا چہرہ بھی دھواں دھواں ہو رہا تھا...... اس پر شدید پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ بال منتشر تھے، آنکھوں میں ایک اضطراب کی کیفیت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی

ہوئی اختیار احمد کے پاس آ گئی اور اس کے سامنے سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہیں اختیار احمد کا چہرہ ٹٹول رہی تھیں اور اختیار احمد چہرے پر افسردگی طاری کئے ہوئے درحقیقت اندر کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ ناہید کی یہ کیفیت حقیقی ہے یا اداکاری لیکن اس نے دل میں اعتراف کیا کہ وہ اصل بات نہیں پہچان سکا ہے۔

"کچھ پتا ہی نہیں چل رہا زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا...... نوشاد سے ایسی کوئی امید تو نہ تھی۔"

"کیسی امید؟" اختیار احمد نے پوچھا۔

"بس نجانے کیسے کیسے وسوسے دل میں آتے رہے ہیں۔"

"مطلب؟ مطلب کی بات کہو۔"

"کیا مطلب کی بات کہوں بس یہ سوچتی رہی ہوں کہ نوجوان ہے کہیں کسی نوجوان کے بہکاوے میں نہ آ گئی ہو"۔

کہیں یہاں سے نکل نہ گئی ہو، حالانکہ وہ مجھ سے بے حد بے تکلف تھی...... دنیا کی ہر بات مجھے بتا دیا کرتی تھی...... دل یہی سوچ کر اس کی نفی کرتا ہے کہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھ سے اس کا تذکرہ ضرور کرتی۔"

"ایسی بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"اب کتنی مرتبہ سمجھاؤں آپ کو...... آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آئیں گی...... آپ عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔"

"دیکھو ناہید ہوش کے ناخن لو...... میں کتنا ہی عمر رسیدہ ہو چکا ہوں مگر تم یہ طعنہ بار بار دے کر کیا احساس دلانا چاہتی ہو؟"

"ارے آپ کہاں کی باتیں لے بیٹھے...... میں تو صرف ایک جذبے کا تذکرہ کر رہی تھی۔"

"نہیں ناہید میں محسوس کرتا ہوں کہ تم نے بارہا مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کی...... اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تم نے مجھ سے شادی کر کے کوئی احسان کیا ہے تو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو اختیار، میرا ایک غلط جملہ جو اس وقت میں ذہنی انتشار میں بول گئی ہوں وہ تمہیں غصہ دلانے کا باعث بنا ہے، حالانکہ میرا یہ مفہوم نہیں تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ نوشاد کسی نوجوان کے ساتھ چلی گئی ہے یا جا سکتی ہے۔"

"ہاں یہ خیال میرے دل میں آیا تھا۔"

"اور تم اس خیال کو نوشاد سے منسلک کرنا چاہتی ہو۔"

"یہ تمہارا کمپلیکس ہے...... میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔"

"ناہید کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو...... میں جتنا پریشان ہوں تم اس کا تصور تم نہیں کر سکتیں۔"

"آپ خود اپنے الفاظ سے پریشانیاں کھڑی کر رہے ہیں۔ میں تو اس بچی کے لئے سڑکوں پر ماری ماری پھر رہی ہوں اور آپ مجھ سے اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔" نا کی آواز رندھ گئی۔

تب اختیار احمد نے اسے تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"ناہید مجھے ایک ٹیلی فون موصول ہوا ہے۔"

ناہید کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا...... اس نے چونک کر اختیار احمد کو دیکھا اور بولی۔

"ٹیلی فون؟"

"ہاں۔"

"کیسا ٹیلی فون؟ کیوں تجسس پیدا کر رہے ہو؟"

"ناہید میں سخت پریشان ہوں۔"

"آخر مجھے کچھ بتاؤ تو سہی...... کیا نوشاد کا ٹیلی فون موصول ہوا ہے؟ کیا میرے خو کی تصدیق ہو گئی ہے؟"

"نہیں...... ٹیلی فون ایک اجنبی شخص کا تھا جس نے مجھ سے بیس لاکھ روپے تاو طلب کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ نوشاد اس کے قبضے میں ہے۔"

"ہیں۔" ناہید کا جیسے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا...... اختیار احمد اسے گہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... یہ عورت کیا ہی شاندار اداکاری کر رہی ہے...... یہ اداکاری بھی یا نہیں کہیں ساری کی ساری عمارت غلط فہمیوں کی بنیاد پر تو تعمیر نہیں ہو رہی...... نا دھواں دھواں چہرہ لئے اختیار احمد کو دیکھتی رہی پھر دفعتاً اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں جاری ہو گئیں۔

"نوشاد، نوشاد، کیا واقعی وہ کسی ایسے شخص کے چکر میں پڑ گئی ہے...... اوہ میرے خدایا! مجھے بتاؤ تو سہی اختیار اور کیا کہا اس نے؟"

"بس یہی کہ اگر بیس لاکھ روپے رقم اسے ادا نہ کی گئی تو وہ نوشاد کو قتل کر دے گا۔"

ناہید کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔

"خدا کے لئے اختیار اسے بچالو، اسے بچالو...... خدا کے لئے...... جو کچھ ہو اسے بچالو...... اختیار، نوشاد...... نوشاد...... نوشاد۔" ناہید سسکتی رہی اور اختیار احمد اسے اُلجھی نگاہوں سے دیکھتا رہا...... یہ اداکاری ہے کیا؟ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا...... ناہید کافی دیر تک روتی رہی پھر اس نے کہا۔

"اوہ میرے خدا! ہم اس عذاب میں بھی گرفتار ہونے والے تھے...... کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"میں تمہاری واپسی کا انتظار کر رہا تھا ناہید...... میں یہ سوچ رہا ہوں کہ فوراً پولیس کو اس بارے میں اطلاع دی جائے۔"

"پولیس۔" ناہید نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا...... اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے پر غم کے سائے چھائے ہوئے تھے۔

"ہاں ظاہر ہے ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟"

"کیا یہ مناسب رہے گا اختیار؟"

"کیا مطلب؟"

"مجھے بتاؤ کہ کیا یہ مناسب رہے گا؟"

"میں سمجھا نہیں...... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ایسے لاتعداد واقعات ہوتے رہتے ہیں...... اخبارات میں خبریں چھپتی رہتی ہیں...... نتائج ہماری نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں...... پولیس آج تک ایسے شخص کو برآمد نہیں کر سکی جسے تاوان کے لئے اغوا کیا گیا ہو...... سوائے اس کے کہ وہ آتی جاتی رہے...... ہمیں پریشان کرتی رہے...... تم ان اخباری خبروں پر غور کرو جن میں کسی ایسی کاوش کا نتیجہ غلط ہی نکلا ہے...... کہیں ایسا نہ ہو...... کہیں ایسا نہ ہو...... خدا نہ کرے...... خدا نہ کرے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"آہ! اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ تم نوشاد کا صدقہ ادا کر دو...... اخ
لاکھوں کمائے ہیں تم نے زندگی میں اور لاکھوں کما رہے ہو...... بیس لاکھ ہماری نوشاد
قیمت نہیں ہے...... اس کے پاؤں کے ناخن کی بھی قیمت نہیں ہے...... خدا کے لئے......
کے لئے، میں نے تم سے کچھ نہیں مانگا اختیار، کبھی کچھ نہیں مانگا، تم اس بات کے گواہ ہو لیک
میری نوشاد مجھے واپس کر دو، میں...... میں نوشاد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی...... سوچو گے
سہی کہ سوتیلی ماں ہوں میں...... یہ سب کچھ جو کہہ رہی ہوں اداکاری کر رہی ہوں تمہیں
خوش کرنے کے لئے کہہ رہی ہوں لیکن...... لیکن میرے بارے میں تم جو کچھ بھی سوچ
میری نوشاد کو زندگی بخش دو...... بیس لاکھ تمہارے لئے کچھ بھی نہیں ہیں لیکن نو
میرے لئے جو کچھ ہے وہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔"

اختیار احمد شدید اُلجھن کا شکار ہو گیا تھا...... ناہید کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو
تھا...... اس کی آنکھیں رو رو کر سوجنے لگی تھیں...... وہ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"مگر بیس لاکھ!"

"اختیار پلیز تمہیں خدا کا واسطہ...... میرے پاس کچھ زیورات ہیں...... ایک ایک زیو
لے لو مجھ سے...... میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارا دیا ہوا ہے...... وہ سب لے لو، مگر نوشاد کو
بچالو، دیکھو اختیار ہم ختم ہو جائیں گے...... ہم اس کے بغیر کیا رہ جاتے ہیں...... تم خود سوچ
اختیار میری زندگی میں اس کے سوا کیا ہے...... نجانے کیسے کیسے تصورات، کیسی کیسی
آرزوئیں ہیں میرے دل میں اس کے لئے...... اس کے ذریعے ہماری نسل آگے بڑھے گی
ورنہ تم جانتے ہو کہ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ہمارے پاس...... اختیار میری کس
بات کا برا مت ماننا...... میں حواس باختہ ہو رہی ہوں، یہ سن کر کہ میری نوشاد کسی چنگل میں
پھنس گئی ہے...... تمہیں خدا کا واسطہ اختیار! جہنم میں ڈالو بیس لاکھ روپے...... خرچ کر دو
میری بچی پر...... آہ! میری دنیا میں اس کے علاوہ اور ہے کیا؟" ناہید اس طرح بلک رہی تھی
کہ اختیار احمد کا دل ہی پھٹا جا رہا تھا...... اب وہ متضاد کیفیات کا شکار ہو گیا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ
کیا اب تک اس نے ناہید کے بارے میں جو اندازے لگائے ہیں وہ غلط ہیں...... بہر حال اسے
اطمینان تھا کہ یہ معاملہ اب پولیس کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے، حالانکہ ناہید کے خدشات کا
اسے بھی احساس ہو رہا تھا، لیکن وہ پولیس کا آفیسر اعلیٰ اس طرح کا معلوم نہیں ہوتا تھا جس

طرح روایتی پولیس نظر آتی ہے۔

الغرض یہ کہہ کر اختیار احمد بہت دیر تک خاموش رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آج رات گیارہ بجے کے بعد اس نے مجھے ٹیلی فون کرنا ہے...... مجھے بتاؤ ناہید کہ میں
کیا کروں؟"

"صرف اور صرف یہ کرو کہ اس کا مطالبہ پورا کر دو...... اس کو وہ رقم ادا کر دو جس کا وہ
خواہش مند ہے اور اس کے بعد بھول جاؤ سب کچھ...... نوشاد تمہیں مل جائے گی تو سب
ٹھیک ہو جائے گا...... اختیار احمد پلیز وہی کرو جو تم سے کہہ رہی ہوں...... پولیس کو اطلاع
دینے کی بالکل ضرورت نہیں ہے...... میں تمہیں پولیس کے پاس نہیں جانے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے ناہید...... اب میں تمہارے علاوہ اور کس سے مشورہ کر سکتا ہوں...... اگر تم
یہی مناسب سمجھتی ہو تو یہی سہی، ٹھیک ہے میں گیارہ بجے اس سے کہہ دوں گا کہ میں رقم کی
ادائیگی کے لئے تیار ہوں۔"

"شکریہ اختیار احمد شکریہ...... میں زندگی بھر تم سے کچھ نہیں مانگوں گی بس میری
نوشاد مجھے دے دو۔"

اختیار نے پر خیال انداز میں گردن جھکا لی تھی۔

❀

گل خان نے اپنے ساتھی کا فراہم کیا ہوا پرچا پڑھا جس میں اختیار احمد نے بلیک میلر کی
جانب سے تاوان کی طلبی کی تفصیل بتادی تھی...... گل خان نے فوراً ہی سامنے رکھا ہوا ٹیلی
فون اٹھایا اور پھر ریسیور اٹھا کر شہاب کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنے لگا...... اس نمبر پر شہاب سے
فوراً ہی ملاقات ہو گئی۔

"سر! گل خان بول رہا ہوں۔"

"ہیلو گل خان...... کہو...... کیسے مزاج ہیں؟"

"سر آپ کی دعا ہے...... وہ اختیار احمد کی جانب سے ایک پرچا موصول ہوا ہے۔"

"اوہ! اچھا، خیریت، کیا ہے اس پرچے میں؟"

"سر لکھا ہوا ہے کہ بلیک میلر کی جانب سے رابطہ قائم کیا گیا ہے...... اس نے بیس لاکھ
روپے تاوان طلب کیا ہے اور اسے سوچنے کا موقع دینے کے لئے رات گیارہ بجے ٹیلی فون

کرنے کا کہا ہے۔"

"گڈ!" دوسری جانب سے شہاب کی آواز سنائی دی۔

"سر اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں بس اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہاں ڈیوٹی پر رہیں۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

"باقی صورت حال میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا...... جیسا بھی ہوا اس کے مطابق ہی عمل کریں گے...... گل خان ویسے ایک بات کہوں کہ یہ کیس تمہارا ہے۔ تمہیں ہی اس کی تکمیل کرنی ہے...... ایف آئی آر بے شک باقاعدہ درج نہیں کرائی گئی لیکن وہ کسی بھی وقت درج کرائی جا سکتی ہے۔"

"سر آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں...... کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے نام کا شوق ہے...... اگر آپ میرے لئے یہ کام کر رہے ہیں تو اس سے زیادہ اور فخر کی بات کیا ہو سکتی ہے۔"

"او کے! گل خان او کے، ایسی جذباتی باتیں مت کرو...... سب ٹھیک ہے۔" شہاب نے کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

گل خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی...... بہر حال شہاب اس کا استاد تھا...... گل خان کو وہ لمحات کبھی نہیں بھول سکتے تھے جب شہاب نے اسے نیکیوں کے راستوں کی تلقین کی تھی اور گل خان کو پوری طرح اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کے بعد سے گل خان نے شہاب کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا۔

❁

گل خان کی جانب سے موصول ہونے والی اطلاع کے بعد شہاب کے لئے ضروری تھا کہ وہ فوری طور پر اس پر عمل کرے، کچھ لمحے یہ سوچنے کے بعد اس نے مخصوص ٹرانسمیٹر نکالا اور ڈبل او گینگ سے رابطہ کرنے لگا، چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر پر توصیف کی آواز سنائی دی تھی۔

"سر، توصیف عرض کر رہا ہے۔"

"شہنشاہ۔"

"میں جانتا ہوں سر۔" توصیف نے جواب دیا۔

"توصیف ایک پتا نوٹ کرو...... کاغذ قلم ہے تمہارے پاس۔"

"جی سر موجود ہے۔"

شہاب نے توصیف کو اختیار احمد کی کوٹھی کا پتا صحیح طرح سے نوٹ کرایا پھر بولا۔

"اپنے ساتھ سردار احمد کو لو...... دونوں الگ الگ رہو اور اس کوٹھی کی نگرانی کرو...... اس کوٹھی میں ایک نیلی مرسڈیز ہے جسے ایک عورت ڈرائیو کرتی ہے...... تمہیں خصوصاً اس عورت کی مصروفیات کا پتا چلانا ہے...... سائے کی طرح اس کے پیچھے لگے رہو جو کچھ وہ کرے اسے نوٹ کرو بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس کے لئے اپنے ساتھ دو چھوٹے کیمرے رکھ لو جو تصاویر لے سکتے ہیں اور اگر کوئی ایسی اہم بات جسے تم ذرا مشکوک محسوس کرو تو وہاں کی تصویریں بناؤ اور ہوشیار رہنا...... عورت کافی چالاک ہے۔"

"جی سر، آپ اطمینان رکھیں...... میں ایسا ہی کروں گا۔"

"فوراً ہی روانہ ہو جاؤ۔" شہاب نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا...... بینا اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور اس وقت وہ کریم سوسائٹی کی کوٹھی ہی میں تھے...... شہاب بینا کو تقریباً تفصیلات بتا چکا تھا اور اس سلسلے میں بینا سے خاصی گفتگو بھی ہوئی...... ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد شہاب نے بینا کی طرف دیکھا اور پھر بینا کہنے لگی۔ "لیکن مسٹر شہاب اس کا آپ کو کیسے یقین ہے کہ ناہید ہی بلیک میلر کی ساتھی ہو سکتی ہے۔"

"کوئی یقین نہیں بینا بس یوں سمجھ لو کہ بعض چیزیں ذہن کو سٹرائیک کر جاتی ہیں...... اختیار احمد سے پوری کہانی سننے کے بعد نہ جانے میرے ذہن میں کیوں یہ خیال جم گیا کہ اس سلسلے میں باہر کا نہیں بلکہ اندر کا ہی کوئی شخص کام کر رہا ہے اور اندر کا وہ شخص ناہید کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"اصل میں برا نہ مانئے مسٹر شہاب کیا یہ نہیں کہ کبھی کبھی حد سے زیادہ خود اعتمادی بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو بینا؟"

"یہی کہ تم نے ناہید کے بارے میں یہ یقین کیوں کر لیا کہ اس سازش میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"وہ جو کہتے ہیں نا کہ کبھی کبھی دل کی بات بھی مان لینی چاہئے، اب آپ نہیں مانتیں تو یہ ایک الگ بات ہے۔"

”کیا مطلب؟“

”کمال ہے کہ آپ دل کی آواز پر کان ہی نہیں دھرتیں۔“

”شروع ہو گئے۔“ بینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے بھئی..... ایک پڑھا لکھا شخص ایک پڑھی لکھی لڑکی سے گفتگو کر رہا ہے..... میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کبھی کبھی دل کی بات مان لینی چاہئے..... کیا آپ اس سے اختلاف کرتی ہیں۔“

”دل کی باتوں میں آنا کبھی کبھی نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔“

”اب آپ مجھ پر طنز کریں گی۔“

”کیوں۔“

”یہی کہیں گی نا کہ میں نے اب تک اپنے دل کی بات نہیں مانی حالانکہ میرا دل چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ بینا کے سوا اس دنیا میں کیا رکھا ہے لیکن میں دل کو سمجھاتا ہوں کہ یار تھوڑا سا صبر کر لے تھوڑے دن اور انتظار کر لے..... اس کے بعد جب ہم ایک نئی زندگی میں داخل ہوں گے تو اس کا لطف ہی کچھ اور ہو گا۔“

”خدا تمہیں سمجھے..... اچھی خاصی سنجیدہ بات کو اس طرف موڑ دیتے ہو کہ انسان یقین نہ کر پائے۔“

”یعنی وہ گفتگو جو زندگی کا حاصل ہے آپ اسے صرف مذاق کا نام دیتی ہیں۔“

”اچھا چھوڑیئے..... میں یہ کہہ رہی تھی کہ کیا واقعی ناہید تمہاری نگاہوں میں مشکوک ہے۔“

”اصل میں بینا اس وقت ہمارے پاس یہی ایک کردار موجود ہے..... اگر اس کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے تو پھر دیکھ لیں گے ویسے بینا قتل و غارت گری کا معاملہ نہیں ہے۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کرنا کیا ہے؟“

”میں بس منتظر ہوں..... رات گیارہ بجے سے پہلے..... ملاقات اختیار احمد سے کرنی ہے اور اسے ہدایت دینی ہے۔“

”ٹیلی فون۔“

”اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک ناہید کوٹھی میں موجود ہے۔“

”تو کیا وہ کوٹھی میں موجود ہے؟“

”اس کا پتا تھوڑی دیر کے بعد چل جائے گا۔“ شہاب نے کہا اور بینا پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

پھر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا..... توصیف نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا تھا..... شہاب نے فوراً ہی کال وصول کی اور شہنشاہ کی آواز میں بولا۔

”ہاں توصیف بولو..... کیا بات ہے؟“

”سر نیلی مرسڈیز ابھی ابھی کوٹھی سے باہر نکلی ہے اور اسے وہی عورت ڈرائیو کر رہی ہے جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔“

”تنہا ہے۔“

”جی سر۔“

”ٹھیک ہے توصیف..... اس کے تعاقب میں رہو..... اگر وہ کوٹھی واپس آئے تو مجھے اس بارے میں اطلاع دینا..... ویسے باقی تمام ہدایات تمہارے پاس موجود ہیں۔“

”جی سر۔“

”اوکے اوور اینڈ آل۔“

ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد شہاب چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے فوراً ہی ٹیلی فون اٹھایا اور وہ نمبر ڈائل کرنے لگا جو اختیار احمد کا تھا..... اختیار احمد نے یہ نمبر باقاعدہ اسے پولیس اسٹیشن میں دیا تھا..... کچھ لمحوں کے بعد فون موصول کر لیا گیا۔

”اختیار احمد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں بول رہا ہوں..... کون صاحب ہیں؟“

”اختیار احمد صاحب میں وہ ہوں جس سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی اور جس نے آپ کو چند ہدایات دی تھیں۔“

”اوہ..... آفیسر صاحب۔“

”شہاب ہے میرا نام۔“

”جی شہاب صاحب..... خدا کا شکر ہے کہ آپ نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ میں ابھی ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ تھانے ٹیلی فون کر کے آپ سے بات کروں۔“

❁ ❁ ❁

"چلئے ٹھیک ہے...... تقریباً تمام تفصیلات میرے علم میں ہیں۔ آپ کا وہ پرچا بھی مجھ تک پہنچ گیا تھا اور اس کے بعد مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کی مسز ابھی کوٹھی سے نکل کر گئی ہیں۔"

"ونڈر فل...... اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگ مصروف ہو گئے ہیں۔"

"ذرا مجھے پوری تفصیل بتائیں۔"

"تفصیل وہی ہے جو میں نے پرچے میں لکھ دی تھی...... ویسے ٹیلی فون کلیئر ہے میں اس کا جائزہ لے چکا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، آپ کو ویسے ہر لمحہ ہی محتاط رہنا چاہئے۔"

"میں محتاط ہوں آفیسر۔"

"تو گیارہ بجے کے بعد وہ آپ سے رابطہ کرے گا۔"

"جی آفیسر۔"

"آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے اس بارے میں؟"

"آفیسر میں پریشان ہوں اور فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر سنئے ہم جن لائنوں پر کام کر رہے ہیں ہمیں انہی لائنوں پر کام کرنا ہوگا۔ آپ کو اپنی مسز کے مشورے سے چلنا چاہئے...... اگر وہ اس بات کی خواہش مند ہیں کہ بلیک میلر کو تاوان ادا کر دیا جائے تو آپ ان سے مکمل تعاون کریں اور کل سب سے پہلے یہ کریں کہ بیس لاکھ بلیک میلر کی ہدایت کے مطابق بنک وغیرہ سے نکلوالیں...... یہ آپ کا کام ہوگا کہ کس طرح رقم ارینج کرتے ہیں...... کیا آپ کو اس میں دقت ہوگی؟"

"نہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"تو پھر آپ یہ کر لیجئے سمجھ رہے ہیں نا آپ۔"

"جی۔"

"اور اس کے بعد بلیک میلر آپ سے جو کچھ بھی کہے اس کے لئے میں خفیہ انتظام قائم کئے دیتا ہوں۔"

"کیا؟" اختیار احمد نے پوچھا۔

"یہ بتائیے کہ آپ کی مسز کہاں گئی ہیں؟"

"وہ مجھے بتا کر نہیں جاتیں...... پریشانی کا اظہار کرتی رہی ہیں اور تھوڑی دیر کا کہہ کر باہر نکل گئی ہیں۔"

"کیا میں آپ کے پاس آ سکتا ہوں۔"

"کوٹھی میں؟"

"ہاں۔"

اختیار احمد چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دونوں کوٹھی کے آس پاس ملاقات کر لیں۔ ویسے تو مجھے کسی پر شبہ نہیں ہے لیکن ان حالات میں محتاط رہنا ضروری ہے۔"

"آپ مجھے ایسی جگہ بتا دیجئے۔"

"میری کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک اور کوٹھی ہے جس کے عقب میں ایک چھوٹا سا پارک بنا ہوا ہے۔ میں کبھی کبھی وہاں ٹہلنے نکل جاتا ہوں...... آپ وہیں پہنچ جائیں۔"

"مجھے لوکیشن بتائیے...... شہاب نے کہا۔

اختیار احمد اسے لوکیشن بتانے لگا پھر بولا۔

"آپ کتنی دیر میں وہاں پہنچ رہے ہیں؟"

"میں جس جگہ موجود ہوں وہاں سے آپ کے گھر تک کا فاصلہ کم از کم دس منٹ کی ڈرائیو پر ہے...... پندرہ منٹ بھی لگ سکتے ہیں۔"

"بس آپ پہنچ جائیے...... میں ٹہلتا ہوا وہیں پہنچ رہا ہوں۔" اختیار احمد نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... آپ ادھر آ جائیے۔" شہاب نے ٹیلی فون بند کیا۔

"بینا یہ تمام گفتگو سن چکی تھی کہنے لگی۔

"تو اب آپ وہاں جائیں گے جناب۔"

"چلو تم بھی چلو۔"

"میں؟"

"کیوں؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ میری کہاں گنجائش ہے۔"

"ہے گنجائش۔" شہاب نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور بینا ہنس پڑی پھر بولی۔

"ٹھیک ہے چلئے پھر۔"

شہاب اور بینا باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس پارک کے قریب پہنچ گئے...... بینا کو کار ہی میں چھوڑ کے شہاب پارک کی جانب چل پڑا جہاں اختیار احمد ٹہلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شہاب بھی ٹہلنے والے انداز میں اس کے پاس پہنچ گیا...... اختیار احمد نے اسے شکر گزاری کی نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"آفیسر آپ جس طرح میرے معاملے میں دلچسپی لے رہے ہیں میرے پاس اس کا کوئی صلہ نہیں ہے۔"

"ہم اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں اختیار احمد صاحب۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"کوئی اہم کام نہیں ہے مجھے...... یہ چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ہے...... اسے آپ اپنے پاس رکھئے...... پولیس کی خیر ہے...... احتیاط کرنا ہوگی آپ کو۔"

"او ہو ٹرانسمیٹر۔"

"جی ہاں...... آپ بجائے اس کے کہ دوسری طرح کا رسک لیں اس ٹرانسمیٹر کا استعمال کریں...... اسے ہینڈل کرنے کا طریقہ بہت آسان ہے...... یہ دو بٹن لگے ہوئے ہیں...... ایک سفید اور دوسرا سرخ...... سرخ بٹن دبائیں گے تو نیچے کا یہ گرین خانہ روشن ہو جائے گا، آپ کی آواز اس سے شروع ہو جائے گی اور آپ کو میری آواز اسی پر سنائی دے گی...... بند کرنے کے لئے یہ سفید بٹن موجود ہے۔"

"یہ تو بہت آسان ہے۔"

"بس اسے احتیاط سے اپنے پاس رکھیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تو پھر آپ نے میری مرضی کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"میں آپ کے ایک ایک لفظ پر عمل کروں گا۔" اختیار احمد نے جواب دیا۔

"تو پھر میں چلتا ہوں...... اس کے احتیاط کی پھر ہدایت دیتا ہوں۔" شہاب نے ٹرانسمیٹر کی جانب اشارہ کیا۔

"آپ مطمئن رہئے آفیسر۔"

پھر شہاب بینا کی جانب چل پڑا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں کار میں بیٹھ کر چلے گئے تھے۔

✿

تقریباً آٹھ بجے ناہید تھکی تھکی سی کوٹھی میں واپس پہنچی تھی، اختیار احمد درحقیقت بیٹی کے لئے پریشان تھا لیکن ناہید نے جو حلیہ بنا رکھا تھا وہ بھی قابل دید تھا...... وہ بری طرح نڈھال نظر آ رہی تھی...... بیڈ روم میں آ کر وہ کرسی پر نیم دراز ہو گئی اور اختیار احمد اسے ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، ناہید نے اسے دیکھا اور پھر ایک سسکی سی لے کر بولی۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتے اختیار احمد صاحب کہ وہ مجھے کس قدر عزیز ہے...... سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے لئے کیا دعا کروں...... ہم اپنی زندگی کی قیمت پر اس کی زندگی بچائیں گے۔ وہ ہماری امیدوں کا مرکز ہے...... ہم دونوں مجھے معاف کرنا اب اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں لیکن وہ ہمارا مستقبل ہے، اسی سے ہماری نسل آگے بڑھے گی۔" اختیار احمد نے ایک ٹھنڈی سانس لی، ایک لمحے کے لئے وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کیا ناہید جو کچھ کہہ رہی ہے وہ دل سے کہہ رہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ناہید کے بارے میں وہ اب تک صرف وہم کا شکار ہو...... کیونکہ اس سے پہلے ناہید نے کسی سلسلے میں اتنی اچھی اداکاری نہیں کی تھی...... اگر ناہید پر شک بے بنیاد نکلا تو مزید پریشانی کا سامنا کرنا ہوگا۔ آفیسر کو یہی حوالہ دیا ہے اس نے کہ ناہید اس سلسلے میں ایک فریق ہو سکتی ہے، بہر حال وہ خاموشی سے ناہید کو دیکھتا رہا...... ناہید نے کہا۔

"اور تم نے اپنے فیصلے میں تو تبدیلی پیدا نہیں کر لی۔"

"کیسی تبدیلی؟"

"جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے...... تم اس پر تیار ہو۔"

"اب اس کے سوا اور چارہ کار ہی کیا ہے۔"

"ہاں...... ویسے تو مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ بیس لاکھ روپے تمہارے لئے کو[ئی] اہمیت نہیں رکھتے، لیکن اگر اہمیت رکھتے بھی ہیں تو میں تم سے کہتی کہ جس طرح بھی [بن] پڑے یہ رقم مہیا کرو...... ہم ہر قیمت پر نوشاد کو حاصل کریں گے۔"

"ناہید میں نے یہ کھیل کبھی نہیں کھیلے، اگر کوئی مشکل درپیش ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"مثلاً کیسی مشکل؟"

"رقم لینے کے باوجود اگر اس نے ہماری بیٹی کو رہا نہ کیا تو؟"

"کیسے نہیں کرے گا، ہم اس سلسلے میں صحیح انداز میں عمل کریں گے۔"

اختیار احمد خاموش ہو گیا، وہ جو کہا جاتا ہے نا کہ زیادہ بولنا کبھی کبھی نقصان کا باعث [بن] جاتا ہے...... اسی خیال کے تحت اس نے بہت زیادہ باتیں نہیں کی تھیں اور خاموش ہو گیا تھا۔

رات کو ٹھیک گیارہ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اختیار احمد نے لپک کر ریسیور اُٹھالیا...... وہی آواز اسے سنائی دی۔

"مسٹر اختیار احمد۔"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"کہئے...... آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں فیصلہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"گویا آپ میرا مطلب پورا کرنے کو تیار ہیں۔"

"میں نے کہا نا اس کے علاوہ میں کچھ اور نہیں سوچ سکتا۔"

"ٹھیک...... میں سمجھتا ہوں کہ ایک مناسب فیصلہ ہے۔"

"لیکن میری بات سنو...... یہ رقم مجھے کہاں پہنچانا ہوگی اور اس بات کی کیا ضمانت [ہے] کہ تم اس کے بعد میری بیٹی مجھے واپس کر دو گے۔"

"مسٹر اختیار احمد، نہ میں کچی گولیاں کھیلے ہوئے ہوں اور نہ آپ ہم ایک ٹھوس منصو[بے] کے تحت کام کریں گے...... سنئے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں وہی آپ کو کرنا ہوگا۔"

"ہاں...... کہو؟"

"یہ بتایئے آپ نے اپنی بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ پولیس میں تو درج نہیں کروائی۔"

"بے کار تھا...... میں جانتا ہوں کہ اس طرح میں کچھ بھی نہ کر پاتا۔"

"یقیناً...... یہ بات بالکل درست ہے...... تو پھر کل صبح ٹھیک گیارہ بجے میں آپ کو دوبارہ ٹیلی فون کروں گا اور بتاؤں گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔"

"تم مجھے بے چین کر رہے ہو...... کیوں میرا صبر آزما رہے ہو...... تم یہ کام جلد سے جلد کر سکتے ہو۔"

"کیا اس وقت؟"

"اس وقت تو نہیں، ظاہر ہے رقم مجھے بنک سے نکلوانا ہوگی۔"

"اسی لئے تو میں نے آپ کو گیارہ بجے کا وقت دیا ہے...... بیس لاکھ کی رقم نکلوانے کے لئے بنک کو بھی آپ کو پہلے سے آمادہ کرنا ہوگا۔"

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔"

"ہر مسئلہ میرا مسئلہ ہے اس وقت...... آپ مجھے بتایئے کہ آپ اس سلسلے میں کیا کریں گے۔"

"بینک آفیسر میرا بہترین دوست ہے میں اسے ٹیلی فون بھی کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آپ ایسا ضرور کیجئے گا لیکن خیال رکھئے کہ کوئی ہوشیاری کا نتیجہ آپ کی بیٹی کی موت ہو سکتا ہے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن تم مجھے اس بات کی ضمانت دو۔"

"آپ کو اس بات کی ضمانت دے دی جائے گی...... آپ اطمینان رکھیں...... رقم وصول کرنے کے بعد مجھے آپ کی بیٹی سے کوئی سروکار نہیں...... آپ کو مجھ پر اعتماد کرنا ہی ہوگا۔ ٹھیک ہے کل گیارہ بجے۔" اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور اختیار احمد ہیلو ہیلو ہی کرتا رہا۔

ناہید بے چینی سے اختیار احمد کی صورت دیکھ رہی تھی...... اختیار احمد نے اسے بلیک میلر سے ہونے والی ساری گفتگو بتائی تو ناہید نے کہا۔

"نہیں اطمینان رکھو، کچھ گڑبڑ نہیں ہوگی...... ہم اسے مطلوبہ رقم ادا کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اختیار احمد نے کہا۔

❁

توصیف نے شہنشاہ کو رپورٹ پیش کی۔

"جناب عالی منصوبے کے مطابق ہم نے نیلی مرسڈیز کا تعاقب کیا...... نیلی مرسڈیز ہوٹل جولیس کے سامنے جاکر رُکی اور عورت اتر کر اندر چلی گئی، ہم جولیس میں داخل ہوئے تھے، بمشکل تمام سردار علی نے اس کا تعاقب کیا...... عورت ہوٹل جولیس کے کمرہ نمبر چھ سو گیارہ میں داخل ہوئی اور وہاں سے تھوڑی دیر کے بعد نکلی تو اس کے ساتھ ایک دراز قامت شخص باہر آیا جو سفید پتلون اور سفید بوشرٹ پہنے ہوئے تھا...... اس کی عمر چونتیس پینتیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اچھی جسامت کا خوش پوش آدمی تھا...... باہر نکلنے کے بعد وہ کار میں بیٹھے اور پھر چل پڑے، ان لوگوں نے ساحل کی جانب رُخ کیا تھا...... ساحلی ہوٹل پر پہنچ کر وہ اوپن ایئر میں بیٹھ گئے اور تقریباً دو گھنٹے وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے...... ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں...... بس ہم دور سے ہی ان کی نگرانی کرتے رہے...... قرب وجوار کی میزیں بھری ہوئی تھیں، اس لئے ہم وہاں تک نہ پہنچ سکے، لیکن ہم نے ان کی بہت سی تصویریں بنالی ہیں، جو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔"

"اس کے بعد؟"

"وہ وہاں سے اُٹھے...... عورت نے اسے ہوٹل جولیس چھوڑا اور اس کے بعد کار میں بیٹھ کر گھر واپس آگئی...... اب وہ اپنے گھر پر موجود ہے۔"

"تم دونوں وہیں ہو۔"

"نہیں سر...... سردار علی کو میں نے ہوٹل جولیس پر متعین کر دیا ہے تاکہ وہ اس شخص کی نگرانی کرے۔"

شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... اسے اسی جواب کی توقع تھی۔

"اب تم یوں کرو توصیف کہ سردار علی کو ٹرانسمیٹر پر ہدایت دو کہ وہ وہاں موجود رہے اور اس شخص کے بارے میں مستعد رہے کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے، اس کے بارے میں مجھے مفصل رپورٹ چاہئے...... تمہیں اپنی ڈیوٹی ادھر ہی مستقل سرانجام دینی ہے۔"

"او کے سر۔" توصیف نے جواب دیا۔

اور شہاب نے مطمئن ہو کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

❁

ذیشان کی دن رات کی سوچیں رنگ لارہی تھیں...... اب جب جرم کی زندگی میں قدم رکھ ہی دیا ہے تو پھر جرم سے اجتناب کیوں انداز فکر میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی تھی...... اس نے سوچا تھا کہ بیس لاکھ کی رقم کے حصول کے لئے ناہید نے اسے آلہ کار بنایا ہے اور ہر طرح کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں لیکن ان بیس لاکھ میں اسے کیا ملے گا...... صرف تین لاکھ روپے...... تین لاکھ کی بجائے اگر بیس لاکھ ہی اس کی ملکیت ہوں تو کیا یہ زیادہ بہتر نہیں رہے گا، جس چھوٹے سے مکان میں وہ رہتا تھا وہ ایک بالکل پسماندہ علاقے میں تھا اور اس کی مالیت زیادہ سے زیادہ تیس، چالیس ہزار ہوگی...... اس کے علاوہ اس گھر میں جو سامان موجود تھا اس کی قیمت بھی کچھ ہزار ہی ہوگی، گویا ان ہزاروں روپے کو چھوڑنا پڑے گا اور اس کے بدلے مزید سترہ لاکھ کا منافع...... بیوی کو تو میکے بھیج دیا تھا کسی کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہوگی، کہاں رہتی ہے اور ذیشان وغیرہ کہاں ہوں گے رقم کے حصول کے بعد وہ سیدھا اس جگہ پہنچ جائے گا جہاں سے اسے آگے روانہ ہوجانا ہوگا، باآسانی یہ کیا جاسکتا ہے...... ناہید سے اس کا مسلسل رابطہ تھا...... ناہید نے چالاکی سے ایک زبردست منصوبہ ترتیب دیا تھا...... اس نے ذیشان کو ایک نقلی پستول بھی خرید کر دیا تھا اور کہا تھا کہ گیارہ بجے جب رقم کی وصول یابی کا مسئلہ ہوگا تو وہ اسے ایک خاص جگہ طلب کرے گا...... وہ اختیار کے ساتھ وہاں پہنچے گی اور وہ اختیار سے مل کر کہے گا کہ رقم کے ساتھ ساتھ وہ ناہید کو بھی لے جارہا ہے اور پورے اطمینان کے ساتھ ناہید کو اس کی بیٹی کے ہمراہ روانہ کردے گا...... پھر وہ دونوں وہاں سے ہوٹل صحارا پہنچیں گے، نوشاد کو ساتھ لے جائے گا اور اختیار احمد سے کہہ دیا جائے گا کہ اگر اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی گئی تو ناہید کو گولی ماردی جائے گی...... ہوٹل پہنچنے کے بعد رقم کا بٹوارہ ہوگا اور پھر ذیشان اپنی منزل کو چلا جائے گا اور ناہید نوشاد کو لے کر کوٹھی واپس پہنچ جائے گی...... یوں یہ معاملہ آسانی سے طے ہوجائے گا۔

لیکن اب ذیشان کی سوچوں میں تبدیلی رونما ہورہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس پروگرام کو تھوڑا سا تبدیل کرنا ہوگا، مثلاً یہ کہ اختیار احمد کے سامنے وہ ناہید کو بے شک لے جائے گا اور کسی ایسی سنسان جگہ پہنچ کر ناہید کو سڑک پر اتار دے گا اور پھر وہاں سے اپنی

منزل کی جانب رخ کرے گا...... اگر ناہید کو تھوڑا بہت زخمی بھی کرنا پڑا تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے...... تین لاکھ اور بیس لاکھ میں فرق ہوتا ہے جرم تو جرم ہی ہوتا ہے...... یہ چھوٹا سا جرم بھی اگر منظر عام پر آ جائے تو اس کیلئے بچنے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔ بقول ناہید بھید کھل جانے پر وہ اسے مذاق کا رنگ دے دے گی مگر ذیشان اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ اس سنگین جرم کو ایک مذاق کا رنگ دے کر اس سے گردن بچائی جا سکتی، چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے اسی منصوبے پر عمل کرے گا...... بہر حال یہ ساری باتیں جڑ پکڑتی جا رہی تھیں اور وہ اپنے آپ کو اس کے لئے مستعد کر رہا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ناہید پر نگاہ رکھنا بھی ضروری تھا اور اس وقت وہ اتفاقیہ طور پر اس طرف جا نکلا تھا...... ناہید کی مرسڈیز دیکھ کر اس نے ٹیکسی کا رُخ اسی کی طرف کروا دیا...... ابھی اس کے پاس اچھی خاصی رقم تھی جو اس سلسلے میں خرچ کی جا رہی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے دو سو روپے دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ناہید کی کار کا تعاقب جاری رکھ سکے...... پھر ناہید کی کار کے تعاقب میں وہ ہوٹل جولیس کے سامنے پہنچ گیا...... ہوٹل جولیس کے سامنے ناہید نے کار روکی تھی اور اندر چلی گئی تھی۔ یہ ایک مشکل مرحلہ تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوٹل جولیس میں وہ ناہید کو کیسے تلاش کرے، چنانچہ اس نے وہیں رک جانے کا فیصلہ کیا اور ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"دوست تمہیں جو سو روپے ادا کئے ہیں وہ تمہارے میٹر کے علاوہ تھے، اس کے علاوہ مزید تمہیں سو روپے دوں گا...... انتظار کرنا پڑے گا۔"

"صاحب یہ تو ہمارا ڈیوٹی ہے...... آپ بالکل بے فکر رہو...... جیسا آپ بولے گا ویسا ہی کروں گا۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

پھر ناہید وہاں سے برآمد ہوئی لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص باہر آیا جسے دیکھ کر ذیشان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں...... وہ اس شخص کو پہچانتا تھا...... اچھی طرح سے...... وہ جس فرم میں کام کرتا تھا اور اس کا نام اختر خان تھا...... بہترین شکل و صورت کا مالک، بہترین جسامت کا مالک لیکن ابتدا سے ہی اس کے اور ذیشان کے درمیان لگتی تھی...... کئی بار ان کی جھڑپیں ہوئی تھیں اور ایک بار اختر خان نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ذیشان کو ایسا مزا چکھائے گا کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا...... پھر غبن کا یہ کیس ہوا...... کیس کے دوران ذیشان کے دوستوں نے اسے بتایا کہ اختر خان ان دنوں بڑی پر عیش زندگی گزار رہا

ہے...... ویسے بھی وہ عیاش طبع انسان تھا اور اس کی بہت سی کہانیاں مشہور تھیں...... دفتر میں وہ دفتر کی کئی لڑکیوں کو پریشان کر چکا تھا اور اس کی رپورٹ اچھی نہیں تھی...... دوستوں کا خیال تھا کہ اختر خان نے ہی اسے اس جال میں پھنسایا ہے...... کیشیئر ہونے کی حیثیت سے اس نے چالاکی سے وہ رقم غائب کی ہے اور مکمل طور پر ذیشان کو تختہ مشق بنا دیا ہے اور ذیشان کو سزا بھگتنی پڑی تھی...... اختر خان کو ناہید کے ساتھ دیکھ کر اس کی سمجھ میں بہت سے حقائق آنے لگے، نوشاد کے الفاظ بھی اس کے ذہن میں گردش کرنے لگے...... نوشاد نے کہا تھا کہ ناہید اسے اچھی طرح جانتی تھی...... اس کے بارے میں تمام تفصیلات اسے معلوم تھیں اور پوری سوجھ بوجھ کے بعد اس نے ذیشان کو تختہ مشق بنایا تھا...... بہر حال ذیشان اس وقت ایک ذہنی اضطراب کا شکار تھا۔

جب ناہید اور اختر نیلی کار میں بیٹھ کر چلے گئے تو ذیشان کی ٹیکسی بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھی...... ذیشان کے ذہن میں دھواں سا اٹھ رہا تھا...... اچانک ہی اس کی فطرت میں تبدیلی رونما ہو گئی تھی...... فطرتاً وہ برا آدمی نہیں تھا، تقریباً تمام ہی زندگی اس نے سکون سے گزاری تھی...... فرم سے بہت اچھی تنخواہ ملتی تھی...... بیوی اور بچوں کے ساتھ وہ پرسکون زندگی گزار رہا تھا کہ اس کی زندگی میں یہ بدنما حادثہ رونما ہوا اور وہ مجرم بن گیا...... ایک بے گناہ مجرم...... جیل سے نکلنے کے بعد اس نے زندگی کے لئے جدوجہد کی تھی وہ بھی بہت زیادہ تھی اور پھر بحالت مجبوری وہ جرم کی جانب مائل ہوا تھا، بلکہ اسے مائل کیا گیا تھا...... کیا اس کے پس پردہ بھی کوئی سازش کام کر رہی ہے، کیا اب بھی اختر خان اس کے تعاقب میں لگا ہوا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے...... یہ بالکل ہو سکتا ہے...... ذیشان کی تمام سوچیں ایک دم بدل گئیں...... بیس لاکھ روپے ایک جرم ایک بدترین جرم اور یہ بھی کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان بیس لاکھ میں سے اسے تین لاکھ بھی مل سکیں گے...... اگر اختر خان ناہید کے پیچھے ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ذیشان کے گرد ایک اور جال بنا گیا ہے۔ آہ! واقعی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا...... اختر خان اور ناہید کا کوئی گہرا گٹھ جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ ناہید شکل و صورت سے ایک چالاک عورت نظر آتی تھی اور اختر خان کے بارے میں اسے پتا ہی تھا کہ وہ عورتوں کے لئے بہت پرکشش حیثیت رکھتا ہے اور اس کے لئے کسی عورت کو اپنی جانب متوجہ کر لینا مشکل نہیں ہوتا...... یقیناً ان دونوں نے کوئی چکر چلایا ہے اور میں ان کے جال میں پھنس رہا ہوں۔

ذیشان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے...... بہر حال وہ ساحل تک ان کے تعاقب میں رہا، اور اس کے بعد وہ وہیں بیٹھا دیر تک ان کا جائزہ لیتا رہا، ٹیکسی ڈرائیور بہت تعاون کرنے والا آدمی تھا، وہ اطمینان سے ذیشان کا انتظار کر رہا تھا اور ذیشان نے اسے پھر یہ ہدایت دی کہ واپس چلئے...... اب ذیشان کی فطرت میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوگئی تھی...... اس کی سوچوں میں ایسی بہت سی سوچیں شامل ہوگئی تھیں جن کا اب سے کچھ وقت پہلے اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا...... اچانک ہی تقدیر نے اسے جرم کے راستے سے ہٹا کر ایک اچھائی کے راستے پر ڈال دیا تھا...... ہاں میں کوشش کروں گا...... کوشش کروں گا کہ ایک باقاعدہ مجرم نہ بنوں بلکہ ہو سکتا ہے مجھ پر سے جرم کا یہ داغ دھل جائے، آہ کاش ایسا ہی ہو۔

ٹیکسی ڈرائیور سے شہر میں پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس طرف؟ اس سیدھے راستے چل کر پولیس اسٹیشن کے سامنے رک جاؤ۔"

"جی صاحب۔"

"ہاں...... بس میں وہاں تمہیں چھوڑوں گا۔" ذیشان نے جواب دیا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور نے اسے پولیس اسٹیشن کے سامنے اتار دیا تھا، وہ نیچے اتر کر پولیس اسٹیشن میں داخل ہوگیا، اس نے اپنے اطراف کا پوری طرح جائزہ لے لیا...... ناہید کو تو وہ چھوڑ ہی آیا تھا، لیکن پھر بھی اس نے محتاط انداز میں سوچا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو لیکن بظاہر اسے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آرہا تھا جو اس کے تعاقب میں ہوتا اور پھر وہ پولیس اسٹیشن میں داخل ہوگیا۔

❀

گل خان نے پیشہ وارانہ انداز میں آنے والے کا استقبال کیا...... ویسے بھی وہ اچھی فطرت کا مالک تھا...... وہ شہاب کی صحبت میں رہ چکا تھا اور شہاب نے اسے بہت سی باتیں بتائی تھیں، شخصیت کیسی بھی ہو کوئی ضرورت مند کسی کے پاس پہنچے تو اس کے ساتھ پہلا بہترین عمل خوش اخلاقی ہوتا ہے، چنانچہ گل خان نے اس سے کہا۔

"آیئے۔" "تشریف رکھئے۔"

"شکریہ انسپکٹر صاحب...... میں ایک معمولی حیثیت کا مالک ہوں، آپ نے جس طرح میری عزت افزائی کی ہے اور مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی ہے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"فرمایئے...... میرے لائق کیا خدمت ہے؟"

"انسپکٹر صاحب میں آپ کو ایک سازش کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"سازش۔"

"جی انسپکٹر صاحب...... آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

"تو پھر آپ مجھے حیران کیجئے۔" گل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ذیشان علی ہے۔" نو وارد نے کہا۔

"آپ کا یہ نام کسی سازش کے تحت رکھا گیا ہے۔"

"نہیں انسپکٹر صاحب...... یہ تو میں اپنا تعارف کرا رہا ہوں۔"

نو وارد نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے تو آپ ذیشان علی ہیں۔"

"تین سال کی سزا کاٹ کر جیل سے باہر آیا ہوں۔"

"ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ۔" گل خان نے کہا۔

"جبکہ میں بے گناہ تھا۔"

"سزا کاٹنے کے بعد بھی آپ یہ کہہ رہے ہیں۔"

"سزا کاٹنے کے بعد ہی کہہ رہا ہوں...... بہر حال وہ ایک الگ کہانی ہے، جو کچھ میں آپ کو سنا رہا ہوں وہ اس کے بعد کی کہانی ہے، جیل سے نکلنے کے بعد باہر کی دنیا میرے لئے تنگ ہوگئی تھی...... سڑکوں پر زندگی بسر ہو رہی تھی کہ ایک دن۔"

پھر ذیشان نے ناہید کے ملنے کے بعد سے اب تک کی پوری کہانی گل خان کو سنادی اور گل خان سکتے میں رہ گیا، وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا لیکن یہ تفصیل سن کر دنگ رہ گیا تھا، ساری کہانی سننے کے بعد اس نے کہا۔

"آپ جلدی میں تو نہیں ہیں مسٹر ذیشان؟"

"اب کیا جلدی میں ہوں گا...... سب کچھ ہی ختم کر دیا ہے میں نے۔"

"میں ایک صاحب کو بلانا چاہتا ہوں...... تمہاری ان سے ملاقات ضروری ہے۔" گل خان نے کہا...... پھر وہ شہاب کو فون پر تلاش کرنے لگا...... اطلاعات بے حد سنسنی خیز تھیں۔

شہاب نے گل خان کا فون ریسیو کیا اور اس کی آواز پہچان کر بولا۔ "ہاں گل خان میں بول رہا ہوں۔"

"سر آپ کی اشد ضرورت ہے...... میں گستاخی بے شک کر رہا ہوں لیکن آپ کا یہاں آنا ضروری ہے۔"

"آ جاتے ہیں سر۔" شہاب نے خوشگوار لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا...... اس وقت اپنے آفس میں تھا اور اس کے بدن پر وردی سجی ہوئی تھی...... فون پر اس نے موبائل طلب کی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا...... کچھ دیر کے بعد وہ گل خان کے تھانے پہنچ گیا۔

گل خان کے آفس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا...... شہاب کو دیکھ کر گل خان سیٹ سے اٹھا اور اس نے سلیوٹ کیا...... وہ شخص بھی کھڑا ہو گیا۔

"براہ کرم آپ تشریف رکھیں۔" شہاب نے اپنے لئے کرسی کھینچ کر کہا۔

"سر آپ یہاں تشریف لے آئیں۔" گل خان نے اپنی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیوں آفیسر۔" شہاب نے سوال کیا۔

"سر آپ کے سامنے میں اس کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا...... یہ گستاخی ہو گی۔"

"بری بات گل خان...... محکمے نے وہ کرسی تمہارے لئے منتخب کی ہے...... بیٹھ جاؤ... مجھے احترام دے کر محکمے کے قوانین کی توہین نہ کرو۔" شہاب نے کہا اور اس شخص کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا...... اس کے بیٹھنے کے بعد گل خان بھی کرسی پر بیٹھ گیا، پھر اس نے اجنبی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"سر یہ ذیشان علی ہیں۔"

"ہیلو مسٹر ذیشان...... میرا نام شہاب ثاقب ہے۔" شہاب نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور ذیشان نے بڑے احترام سے اس سے مصافحہ کیا۔

"سر یہ اختیار احمد کیس کے سلسلے میں زبردست انکشافات کر رہے ہیں۔"

"گڈ۔" شہاب مسکرا کر بولا۔

"کہانی ہی بدل گئی ہے سر۔"

"جی مسٹر ذیشان...... بہتر ہو گا کہ آپ مجھے اس بارے میں بتائیں۔"

"جی سر۔" ذیشان نے کہا پھر اس نے اپنی فرم کی ملازمت، بے گناہ ہونے کے باوجود سزا کاٹنے، پھر ناہید سے ملاقات اور نوشاد کے بارے میں پوری تفصیل آخر تک سناتے ہوئے کہا۔ "سر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بیس لاکھ پر ہاتھ صاف کر دوں گا...... بیوی بچے میں

نے سسرال بھیج دیئے تھے...... میں کہیں بھی روپوش ہو جاتا لیکن سر، میں فطری طور پر مجرم نہیں ہوں...... اختر خان نے میری پیشانی پر مجرم کی مہر لگائی ہے...... میں نے یہ بیس لاکھ قربان کر دیئے...... دنیا مجھے کچھ بھی کہے، میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی ایک انسان ایسا ہو جو کہے کہ ذیشان بے گناہ تھا...... اس سے میرے دل کو سکون حاصل ہو گا وہ بے حد قیمتی ہو گا۔"

شہاب مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ذیشان آپ بے گناہ ہیں۔"

ذیشان کچھ دیر تاثر میں ڈوبا رہا...... اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "سر پھر مجھے قانون نے مجرم کیوں بنا دیا؟"

"اس لئے مسٹر ذیشان کہ قانون کے رکھوالے بھی انسان ہوتے ہیں...... دھوکا کھا سکتے ہیں، لیکن اگر آپ اپنی نیکیوں کے صلے میں قدرت کی بے نیازی کے بارے میں سوچتے ہیں تو وہ غلط ہے، کمزور اور باعقل انسان کی سوچ محدود ہوتی ہے...... قدرت کے حساب کتاب میں کہیں کوئی غلطی نہیں ہوتی، بات صرف آپ کے سوچنے کی ہے...... مسٹر ذیشان اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو آپ کی نیکی کا صلہ ایڈوانس نہیں مل گیا تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔" شہاب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی اور اس کو ذیشان کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

"کیا یہ اختر خان کی تصویر نہیں ہے؟" ذیشان بے اختیار تصویر پر جھک گیا تھا، پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

"میرے خدا میرے خدا یہ...... یہ اختر خان ہی ہے۔" شہاب نے وہ تصویر ذیشان کے سامنے سے اُٹھا کر گل خان کے سامنے رکھ دی...... گل خان بھی حیرت اور دلچسپی سے تصویر دیکھنے لگا تھا...... بات اس کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی، شہاب نے کہا۔

"میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا مسٹر ذیشان کہ واقعات کبھی کبھی اس طرح بھی پیش آ جاتے ہیں کہ قانون کے سامنے اس کی وضاحت نہیں ہو پاتی...... سزائیں بھی مل جاتی ہیں جیسے آپ کو سزا مل گئی...... بلاشبہ آپ بے گناہ تھے...... یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سزا آپ کی تقدیر میں تھی لیکن اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ آپ بہت بڑی سزا سے بچ گئے تو آپ شاید اس پر یقین نہ کرتے، لیکن صورت حال وہی ہے قدرت کی طرف سے آپ کے دل میں نیکی

پیدا ہوئی، اب چاہے اس کی وجوہات کچھ بھی ہوں...... آپ نے وہ نیکی کر ڈالی اور اس بار آپ
قدرت کے انعام سے محروم نہ رہے...... آپ کو یہ جان کر یقینی طور پر حیرت ہو گی کہ اختیار
احمد کیس میں پولیس بڑی جانفشانی سے کام کر رہی ہے اور آپ کے راستے پر لگ گئی ہے......
اختیار احمد صاحب کو آپ نے جو وقت دیا ہے...... اس وقت وہ رقم لے کر اس جگہ جائیں گے،
جہاں آپ انہیں طلب کر رہے ہیں لیکن پولیس کا پورا گروہ آپ کے تعاقب میں ہو گا اور پھر
موقع پر آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا...... اس وقت آپ لاکھ چیختے رہتے ذیشان صاحب کہ
آپ بے گناہ ہیں لیکن جس انداز میں آپ کو گرفتار کیا جاتا، اس کے بعد آپ خود بتایئے کون
آپ کی بے گناہی پر یقین کرتا...... آپ نے پولیس کے سامنے یہ انکشاف کر کے یہ سمجھ لیجئے
کہ اپنی زندگی کی مزید پریشانیاں بچائی ہیں...... ورنہ آپ کے بچے آپ کا انتظار ہی کرتے
رہتے اور آپ کو طویل سزا ہو جاتی...... آپ کو یقین دلانے کے لئے اختر خان کی یہ تصویر میں
نے آپ کے سامنے پیش کی ہے...... آپ کو یہ بھی بتا دیا جائے...... خیر چھوڑیئے یہ خالص
پولیس کے معاملات ہیں...... ذیشان صاحب قدرت کی طرف سے آپ کو انعام مل چکا
ہے...... مزید انعام کی توقع رکھئے گا...... سمجھ رہے ہیں نا آپ ذیشان کے چہرے پر خوف کے
آثار گہرے ہوئے تھے...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شہاب اور گل خان کو دیکھ رہا تھا...... گل
خان مسکرا رہا تھا...... شہاب نے کہا۔

"ایک ایک لمحے کی نگرانی کی جا رہی ہے...... آپ بے شک نگاہوں میں نہیں آسکے تھے
لیکن آپ کو یہ بتایا جا سکتا ہے کہ ناہید کہاں ہے، اختر خان کہاں ہے اور اختیار احمد کیا کر رہے
ہیں وغیرہ وغیرہ۔" ذیشان کافی دیر تک خاموش رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میرے خدا میں تیرے حضور شرمندہ ہوں مجھے معاف کر دینا میرے معبود۔" پھر
اس نے شہاب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آفیسر صاحب آپ کی باتوں سے میں سو فیصد اتفاق کرتا ہوں...... بلاشبہ اس کے بعد
میرے لئے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔"

"بس تو اپنی محرومیوں کو دل سے نکال دیجئے اور یہ تصور بھی دل سے نکال دیجئے کہ
بے گناہ ہونے کے باوجود آپ کو سزا ملی...... اب آپ کو اس کا صلہ بھی ملے گا۔"

"صلہ مجھے مل چکا ہے...... یہ کون سی کم بات ہے کہ میں دوبارہ جیل جانے سے بچ

گیا...... خدا کی قسم میں سوچتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں...... میری تو دنیا ہی ختم
ہو جاتی...... میرے بیوی بچے بھی شاید مجھے اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے...... میرے اوپر
ایک عادی مجرم کی مہر لگ جاتی...... میں آپ کے قدم چھونا چاہتا ہوں۔ آفیسر صاحب۔"

"نہیں تعظیم جس کو واجب ہے بس اسی کے لئے ہونی چاہئے...... عقیدت اور محبت،
دوستی کا روپ بھی دھار سکتی ہیں...... آپ براہ کرم پر سکون رہئے...... گل خان بھئی کیا بات
ہے کیا سرکاری فنڈ ختم ہو گیا ہے...... نہ چائے، نہ مشروب میرے اور ذیشان صاحب کے
لئے کوئی ٹھنڈا مشروب منگوایئے۔"

"آئی ایم سوری سر معافی چاہتا ہوں۔" گل خان نے گھنٹی بجانے کے بجائے خود ہی
دروازے کی طرف دوڑ لگا دی تھی...... شہاب اب مسکراتی نگاہوں سے ذیشان کو دیکھتا رہا پھر
اس نے کہا۔

"مسٹر ذیشان ویسے تو بہت سی جذباتی باتیں کہی جاتی ہیں پر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ محکمہ
پولیس بھی انسانوں پر ہی مشتمل ہوتا ہے اور غلطی انسان کی سرشت ہے...... آپ اپنے
خیالات کو ذہن سے نکال دیجئے...... اب ہمیں مل جل کر کام کرنا ہو گا...... جیسا کہ میں آپ
سے عرض کر رہا ہوں...... آپ ویسا ہی کریں گے۔"

"سر میں دل و جان سے حاضر ہوں۔" ذیشان نے جواب دیا...... گل خان اسی وقت
ایک سپاہی کے ساتھ اندر داخل ہوا، جس نے کولڈ ڈرنک کی ٹرے اٹھائی ہوئی تھی...... اس
نے دونوں کو بوتلیں پیش کیں اور خود اپنی کرسی پر جا بیٹھا...... شہاب نے ذیشان کو اشارہ
کیا...... مشروب کے چند گھونٹ لینے کے بعد ذیشان نے شہاب کی طرف دیکھا تو شہاب نے
کہا۔ "اور اب بقیہ کام آپ کو پوری احتیاط کے ساتھ سر انجام دینا ہو گا۔"

"میں آپ کی ہدایت چاہتا ہوں۔"

"جی آپ کو احتیاط کے ساتھ جہاں آپ چاہیں گے وہاں چھوڑ دیا جائے گا، تاکہ کوئی
آپ کو پولیس اسٹیشن سے نکلتے وقت نہ دیکھ سکے، اس کے بعد آپ مسلسل ناہید سے رابطہ
قائم رکھیں گے اور وہی کریں گے جو آپ کی پلاننگ ہے...... اس کے خلاف نہیں کریں گے
آپ...... بس آپ نے اس میں جو ترمیم کی تھی اسے تبدیل کر دیجئے۔"

"ذرا سی وضاحت چاہتا ہوں۔" ذیشان نے کہا۔

"ہاں منصوبے کے مطابق آپ اختیار احمد صاحب سے رقم وصول کریں گے اور
کے بعد ناہید کو لے کر وہاں سے روانہ ہو جائیں گے، پھر آپ ہوٹل صحارا پہنچیں گے
نوشاد کے سامنے چلے جائیں گے...... احتیاط رکھئے گا...... آپ کے چہرے پر گھبراہ
پریشانی نہیں ہونی چاہئے، پھر اسی منصوبے کے مطابق آپ رقم کی تقسیم کریں گے او
وقت پولیس آپ کے پاس پہنچ جائے گی...... خیال رکھئے گا ذرا بھی خوفزدہ ہونے کی ضرو
نہیں، کیونکہ پولیس آپ کو بھی گرفتار کرے گی...... اصل میں ناہید کو ڈاج دینے کے
آپ کو گرفتار کیا جائے گا، کیونکہ بہر حال ہمیں ثبوت کی ضرورت بھی ہوتی ہے...... اس
کی گرفتاری سے ناہید ہمیں ثبوت مہیا کرے گی جو عدالت میں استعمال کئے جائیں گے۔"

"میں ہر کام آپ کے زیر ہدایت کروں گا۔"

"لیکن ہوشیاری کے ساتھ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ناہید بھی کوئی گیم کھیلنے کی کو
کرے...... اس شاطر عورت سے آپ کو ہوشیار رہنا ہو گا۔"

"جی آپ مطمئن رہیں۔" ذیشان نے جواب دیا پھر اس کے بعد بہت دیر تک
ذیشان کو ہدایت دیتا رہا تھا پھر اس کے بعد چند لمحات کے لئے معذرت کر کے اُٹھ گیا......
خان ذیشان کے پاس ہی موجود تھا...... دوسرے کمرے میں جا کر شہاب نے اپنے ماتحتو
ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی اور رابطہ قائم ہو جانے پر کہا۔

"دس منٹ کے اندر بتائے ہوئے پتے پر پہنچ جائیں...... یہاں سے ایک شخص
نکلے گا...... اس کا تعاقب کر کے مسلسل اسے نگاہوں میں رکھنا ہے لیکن اتنی ہوشیار
ساتھ کہ کسی کو تعاقب کا پتا نہ چلے...... بات صرف اس شخص کی نہیں ہے بلکہ یہ بھی
ہے کہ کچھ اور لوگ بھی اس کا تعاقب کر رہے ہوں...... ان کو خاص طور پر نظر میں رکھ
اور خود ان کی نگاہوں سے بچنا ہو گا۔"

"آپ مطمئن رہیں سر۔" سالک نے جواب دیا اور اس کے بعد شہاب ٹرانسم
کر کے واپس کمرے میں آ گیا...... ذیشان اور گل خان باتیں کر رہے تھے...... شہاب
خان سے کہا۔

"اب یوں کرو گل خان، مسٹر ذیشان کے لئے ٹیکسی منگوادو...... یہاں سے یہ
نکل جائیں گے اور مسٹر ذیشان آپ بے فکر رہیں...... آپ کے تحفظ کی ذمے دار

عائد ہوتی ہے...... ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"یہاں سے جا کر میں سب سے پہلے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا کہ اس نے
واقعی مجھے ایک بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہونے سے بچالیا۔"

"یہ آپ کا سب سے بہتر عمل ہو گا۔" شہاب نے جواب دیا...... ایک سپاہی کو ٹیکسی
لینے کے لئے بھیج دیا گیا اور پھر شہاب اور گل خان نے ذیشان کو رخصت کر دیا...... گل خان
مسکرا کر بولا۔

"سر آپ نے تو کمال کر دیا...... یہ اختر خان کی تصویر آپ کے پاس کیسے آگئی؟"

"بھئی گل خان آپ کی ہدایت کے مطابق کام تو شروع کر دیا تھا میں نے، ظاہر ہے
کچھ نہ کچھ تو نگاہوں میں آنا ہی تھا لیکن اب صورت حال ذرا مختلف ہے...... میں سوچ رہا ہوں
کہ تمہارے ساتھ پورا پورا ہی تعاون کروں۔"

"سر کیا عرض کر سکتا ہوں...... خواہش تو یہی ہے کہ میں بھی کبھی کوئی تیر ماروں، یہ
الگ بات ہے کہ تیر مارنا نہیں آتا۔"

شہاب ہنس پڑا تھا، پھر اس نے کہا۔

"تو پھر کمان سنبھال لو۔"

"سر آپ جیسے استاد کی استادی میں، میں بھلا کیا کمان سنبھالوں گا۔"

"بہر حال اب سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو...... ہمارے پاس ابھی
تھوڑا سا وقت ہے...... کام کر سکتے ہیں۔"

"جی سر حکم دیجئے۔"

"اختر خان کو گرفتار کر کے یہاں لانا ہے...... میں اس سلسلے کی تمام ذمہ داری قبول
کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"کوئی بات ہی نہیں ہے سر آپ نے حکم دے دیا کافی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

"جی سر۔"

گل خان نے کہا اور پھر اس کے بعد شہاب اور گل زمان دیر تک منصوبہ بندی کرتے
رہے تھے۔

✿

اختر خان ایک سرکش آدمی تھا لیکن اسے گرفتار کرنے والا بھی گل خان تھا جسے بڑ
مشکل سے شہاب نے انسان بنایا تھا...... ورنہ وہ کھال اتارنے کا ماہر تھا...... اختر خان راستے
اسے دھمکیاں دیتا آیا تھا۔

"آفیسر اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں کوئی معمولی کلرک ہوں تو یہ خیال اپنے دل سے نکا
دینا تمہاری وردی نہ اتروا دی تو میرا نام اختر خان نہیں ہے۔" گل خان نے خونی نگاہوں
اسے دیکھا پھر دھیرے سے مسکرا دیا، اس نے کہا۔

"اختر خان مزے کی بات یہ ہے کہ تم بھی خان اور میں بھی خان ہوں جہاں تک ورد
کا معاملہ ہے تو بہر حال اس کا احترام میرے دل میں ہے اور اس کے بارے میں توہین آ
الفاظ تم نے کہے ہیں، ان کا حساب کتاب تم سے اطمینان سے کیا جائے گا لیکن اتنی کوش
ضرور کرو کہ میرا تمہارا معاملہ ڈائرکٹ نہ ہو جائے۔

"کیا مطلب؟"

"یہ تو میں تمہیں تھانے چل کر بتاؤں گا۔"

تھانے لانے کے بعد گل خان نے اسے کمرا خاص میں پہنچا دیا، اختر خان نے کہا۔

"میرا خاندانی بیک گراؤنڈ بہت مضبوط ہے...... اپنی حرکتوں کی وجہ سے میں کلرک
ہوں...... تم دیکھو گے جب میرے بارے میں میرے خاندان والوں کو پتا چلے گا تو یہاں
کون آتا ہے۔"

"اس کا تو ایک سیدھا راستہ ہے۔" گل خان نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا راستہ۔"

"میں نے تمہیں اسی لئے تمہارے گھر کے اور تمہارے دفتر کے درمیان سے گرفتا
ہے کہ کوئی عینی گواہ نہ مل سکے...... میں اطمینان سے تمہاری گردن پر چھری پھیر دوں
میرے چار پولیس والے تمہیں کفن دفن دے کر خاموشی سے قبرستان میں دفن کرا
گے، تمہارے خاندان والوں کو پتا ہی نہیں چلنے دوں گا۔" اختر خان کے چہرے پر ایک
کے لئے خوف کے آثار نمودار ہوئے، پھر اس نے کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن میرے بھائی آخر تم کو مجھ سے کیا دشمنی ہو گئی؟"

"کیا میٹھا لہجہ ہے ایک بار پھر سے کہو۔" گل خان ہنس کر بولا۔

"کیوں میرا مذاق اُڑا رہے ہو، اگر کسی بے گناہ کو بغیر وجہ کے گرفتار کر لیا جائے تو کیا
اس کا دماغ خراب نہیں ہو جائے گا۔"

"بے گناہ کا دماغ تو بے شک خراب ہو جائے گا لیکن تم تو گنہگار ہو۔"

"کیا گناہ کیا ہے میں نے۔"

"ہاں یہ تمہارا حق ہے کہ اپنے گناہوں کی فہرست طلب کر لو؟"

"بتاؤ بتاؤ کیوں گرفتار کیا ہے تم نے مجھے؟"

"بتا دیتے ہیں یار اب ایسی جلدی بھی کیا ہے، ویسے راستے میں تم مجھے جو دھمکیاں دیتے
آئے ہو پہلے اس کا حساب کتاب کر لیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاتا ہوں۔"

گل خان نے کہا اور دیوار پر لٹکا ہوا چمڑے کا خوفناک ہنٹر اتار لیا...... اختر خان اپنے آپ
میں سمٹنے لگا تھا...... اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"دیکھو مجھے میرا جرم بتائے بغیر زیادتی نہ کرو میرے ساتھ۔"

"جرم کے سلسلے میں تو زیادتی الگ سے ہو گی، یہ اس گفتگو کے سلسلے میں ہے جو راستے
بھر تم نے کی ہے۔"

"اس کے لئے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

"ارے راستے میں تم یہ کہہ رہے تھے کہ میری وردی کے ساتھ ساتھ تم میری کھال
بھی اتروا دو گے...... اب اپنی کھال کی فکر میں پڑ گئے۔"

"معافی چاہتا ہوں معاف کر دو میں مار نہیں کھا سکتا۔"

"چلو ٹھیک ہے میں بھی کسی مرے ہوئے کو نہیں مارتا۔" لیکن اب تمہارے گناہوں
کی فہرست تمہیں بتا دی جاتی ہے ناہید کو جانتے ہو۔"

"کون ناہید؟"

"گڈ اس کا مقصد ہے کہ ہنٹر کا استعمال ضروری ہو گا۔"

"کس ناہید کی بات کر رہے ہو۔"

"تمہاری جاننے والیاں کتنی ناہیدیں ہیں۔"

"ناہید ناہید ناہید۔"

"جس کے ساتھ تمہارا اس وقت بہترین وقت گزر رہا ہے اور جس کے ساتھ تم نے شاندار منصوبہ بندی کی ہے۔"

"کیسی شاندار منصوبہ بندی؟"

"اختیار احمد سے بیس لاکھ وصول کر کے رنگ رلیاں منانے کی منصوبہ بندی۔" گل خان نے کہا اور اختر خان کا چہرہ سفید پڑ گیا، پھر گل خان بولا، چلو ٹھیک ہے ابھی تھوڑا سا انتظار کیئے لیتے ہیں، بعد میں بات کریں گے تمہیں ذرا سوچنے کا موقع بھی مل جائے گا۔"

"سنو آفیسر میری بات تو سنو۔"

"سن لیں گے یار جلدی کیا ہے۔" گل خان نے کہا اور پھر اختر خان کو لاک اپ میں بند کر دیا گیا اور وہاں سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا...... شہاب کو اطلاع دینی تھی، گل خان نے خود اس سے سوالات کرنے مناسب نہیں سمجھے تھے اور پھر شہاب نے اس دوران جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق اسے سوالات کرنا تھے...... گل خان اس سلسلے میں پہل نہیں کرنا چاہتا تھا، بہر حال اس نے اپنے دفتر میں آ کر شہاب کو اختر خان کی گرفتاری کی اطلاع دی اور شہاب نے اس کو کچھ دیر کے بعد پہنچنے کے لئے کہا۔ گل خان انتظار کرنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد شہاب تھانے پہنچ گیا...... گل خان نے اس کا استقبال کیا تھا اور اس کے بعد وہ دونوں لاک اپ پہنچ گئے...... اختر زمین پر بیٹھا ہوا تھا، اب اس کے چہرے پر خوف کے آثار چھائے ہوئے تھے...... شہاب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اختر خان صاحب کو کمرے میں لے آؤ۔" کچھ دیر کے بعد اختر خان اسی کمرے میں پہنچ گیا...... شہاب نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور بولا۔

"تم بہت بدنصیب انسان ہو اختر خان!"

"لیکن آفیسر میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"ناہید نے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اگر اس کے بعد بھی تم جرم سے انکار کرتے ہو تو یہ میرے لئے بڑے تعجب کی بات ہے...... گل خان کیا مسٹر اختر خان کو ناہید کا بیان سنا دیا ہے۔"

"ابھی نہیں سر...... آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"ناہید کا بیان؟" اختر خان تعجب بھرے لہجے میں بولا۔

"جی اختر خان صاحب ناہید کا پروگرام تبدیل ہو گیا ہے، اس نے اس منصوبے کی اطلاع پولیس کو دے دی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"آخری بار آپ ناہید سے جب ہوٹل میں ملے تھے اس وقت تک وہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کے لئے تیار تھی، حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نے اچانک ہی اپنے خیالات میں تبدیلی کی...... بہر حال کسی کو نیکیوں کے راستے پر آتے ہوئے کوئی مشکل درپیش نہیں ہوتی۔"

"کیا بتایا ہے ناہید نے آپ کو؟" اختر خان بے اختیار بولا...... تمام کچا چٹھا بتا دیا ہے آپ کا ساری تفصیلات بتائی ہیں...... یہ بھی بتایا ہے کہ آپ نے اپنی فرم سے غبن کیا تھا اور بڑی خوبصورتی سے یہ الزام ذیشان نامی آدمی پر لگا دیا تھا جسے ناہید ان دنوں اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہی تھی، تم نے ہی ناہید کی نشاندہی ذیشان کی جانب کی تھی، لیکن ناہید کے دل میں اچانک تمہارے لئے نفرت پیدا ہو گئی۔"

"وہ وہ اُلو کی پٹھی۔" اختر خان غصے میں آ گیا اور شہاب نے مسکراتی نگاہوں سے گل خان کو دیکھا۔

"اگر تم اس کا بیان دیکھ لو گے تو تمہیں اس سے زیادہ غصہ آئے گا۔"

"مسٹر اختر خان ناہید نے تمام الزامات تم پر رکھ دیئے ہیں، اس نے بتایا ہے کہ تم بہت عرصے سے اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو اور کبھی کبھی اسے دھمکیاں بھی دیتے رہے ہو کہ اس کا راز کھول دو گے، تمہارے ہاتھوں پر مجبور ہو کر وہ اپنے شوہر کے ساتھ جعل سازی کے لئے تیار ہوئی۔"

"تب اس سے زیادہ کمینی عورت روئے زمین پر دوسری نہیں ہو گی جناب...... آپ کو اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہیں ذرا اس کے ماضی میں تو جھانک کر دیکھئے۔"

"بات کسی کے ماضی کی نہیں ہوتی، ماضی میں اگر وہ جرم کرتی اختر خان صاحب تو ظاہر ہے اس وقت بھی پولیس کی گرفت میں آتی وہ کہتی ہے کہ وہ ایک معصوم صفت عورت تھی، اپنے شوہر سے مخلص اور ہر طرح سے اس کی وفادار لیکن آپ نے اسے بری راہوں پر لگایا

اور پھر وہ بھٹکتی چلی گئی...... یہاں تک کہ آپ نے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا اور وہ آپ کے
اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو گئی۔"

"جھوٹ بولتی ہے، بکواس کرتی ہے، وہ ایک بد فطرت عورت ہے، نجانے کتنے کھیل
کھیل چکی ہے...... ایک جنرل سٹور میں سیلز گرل تھی...... جب میری اس سے ملاقات ہوئی
معمولی حیثیت کی بے اوقات عورت اس نے مجھ سے راہ رسم بڑھائی اور پھر میرے گلے کا
بھی بن گئی، آپ یقین کیجئے شہاب صاحب اس سے زیادہ شاطر عورت میں نے روئے زمی
پر نہیں دیکھی، غالباً اب اپنے شوہر سے اس کا کوئی معاملہ طے ہو گیا ہو گا یا پھر وہ میرے خ
میں بھی کتنا بے وقوف ہوں بات سمجھ نہیں پایا تھا، اب میں سمجھ گیا اچھی طرح سمجھ گیا۔"

"ہمیں بھی تو سمجھائیے اختر صاحب؟"

"اس نے ضرور اب ذیشان کو منتخب کر لیا ہو گا، مجھ سے اس کا دل بھر گیا ہو گا، وہ
شکاری عورت ہے نئے نئے شکار کرنا اس کا شوق ہے بات بالکل سمجھ میں آ گئی...... آپ جا
ہیں وہ کس قدر ذلیل فطرت عورت ہے۔"

"بھلا ہم کیا جانیں۔" شہاب شانے ہلا کر بولا اور اس کے بعد اختر خان نے ناہید ۔
خلاف ایسی ایسی تفصیلات بتائیں جنہیں سن کر گل خان اور شہاب بھی حیران رہ گئے، لیک
بہر حال شہاب اس وقت مصلحت سے کام لے رہا تھا...... اختر خان نے ناہید کی تمام کارکرد
بتائی اور یہ بھی کہا کہ ناہید اختیار کو زہر دینے پر غور کر رہی ہے، وہ کہتی ہے کہ یہ بے
جائیداد اور دولت مکمل طور سے اس کے قبضے میں آنی چاہئے۔"

"نوشاد کو اس نے کس طرح اپنے ٹرانس میں لیا ہوا ہے، مسٹر اختر؟" شہاب ۔
سوال کیا۔

"نوشاد ایک معصوم لڑکی ہے، اختیار احمد اندھا ہے اس نے اپنی بیٹی کو بھی مکمل طور
ناہید کی تحویل میں دے دیا ہے...... وہ ناہید کے سامنے بے بس ہے، وہ نہیں جانتا کہ نا
نوشاد کو بھی برباد کر کے رکھ دے گی، آفیسر یہ بہت بری بات ہے لیکن میں تمہیں بتائے بغ
نہیں رہ سکتا کہ نوشاد کے سلسلے میں اس کے منصوبے کتنے خوفناک ہیں...... وہ نوشاد کو ا
زندہ نہیں رہنے دے گی اور اختیار احمد کی موت کے بعد نوشاد ہی کی باری ہے لیکن چالاک
عورت یہ بھی سوچتی ہے کہ اس پر شبہ نہ جائے...... نوشاد پوری طرح اس کے قبضے میں

ورنہ نوشاد اس کی ہر بات مانتی ہے، بس شاید وہ خود بھی ناہید کے خلاف ایک لفظ منہ سے نہیں
نکال سکے گی۔" اختر خان نے یہ جاننے کے بعد کہ ناہید ہی نے اس کے خلاف تمام تفصیلات
مہیا کی ہیں ناہید کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ شہاب کے
لئے بہت کافی تھا...... منصوبہ بڑی خوبصورتی سے مکمل ہو گیا تھا اور اب شہاب فائنل راؤنڈ کا
منتظر تھا۔

۞

ناہید کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ اس کی سازش اس طرح ناکام ہو سکتی ہے، وہ
بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہی تھی، موقع نکال کر وہ ایک بار پھر ذیشان سے ملی، ذیشان بھی
چالاک آدمی تھا اور اب بہت زیادہ مطمئن کیونکہ نئے منصوبے کے تحت اس کے دل سے تمام
خوف دور ہو چکا تھا اور وہ اب پر اطمینان تھا، اس نے مسکراتے ہوئے ناہید کا استقبال کیا اور
ناہید بھی مسکرا دی۔

"ہیلو ذیشان۔"

"ہیلو میڈم۔"

"کہو دل کی کیا کیفیت ہے۔"

"نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟" ناہید مسکرا کر بولی۔

"آپ کو علم ہے میڈم کہ میں ایک عادی مجرم نہیں ہوں۔"

"تم اسے جرم کیوں سمجھتے ہو۔"

"پھر اسے کیا سمجھوں۔"

"اس دنیا میں ذیشان لوگ دولت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کی گردن پر
چھری پھیرنے میں دقت محسوس نہیں کرتے، کیا تم اخبارات نہیں پڑھتے...... دیکھ لو کس
طرح انسان انسان کا دشمن بن گیا ہے اور جو اس عمل میں پیچھے رہ جاتا ہے، وہ بے کسی کی
زندگی گزارتا ہے...... دو ہی طبقے ہیں اس دنیا میں اب ایک ظالم اور دوسرا مظلوم...... تم اگر
ظالم نہیں بن سکتے تو مظلوم بن جاؤ گے...... یہ بات ذہن میں رکھنا۔"

"میں جانتا ہوں میڈم۔" ذیشان نے کہا۔

"اب تم خود دیکھو میں ایک دولت مند شوہر کی بیوی ہوں، لیکن کچھ بھی نہیں، میرے پاس وہ مجھ پر اپنا اختیار جمائے بیٹھا ہے، اپنی بیٹی تک کے لئے اس کے دل کے دروازے نہیں کھلتے نوشاد اس حیثیت کی زندگی نہیں گزار رہی، جس حیثیت کے باپ کی بیٹی ہے...... وہ کنجوس شخص اتنی دولت جمع کر کے اس پر سانپ بنا بیٹھا ہے، تم یہ کیوں نہ سوچتے کہ ہم ایک سانپ کا سر کچل رہے ہیں۔" ذیشان ہنس پڑا تو ناہید نے اسے دیکھتے ہوئے کہا

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"میڈم حقیقت کی نگاہ سے دیکھیں تو اس سانپ کا سر کچلنے سے آپ ہی کو فائدہ حاصل ہو گا، میری تقدیر میں تو یہ تین لاکھ روپے لکھے ہوئے ہیں بس۔"

"تم کیا سمجھتے ہو ذیشان یہ معمولی سی بات ہے...... کہیں ملازمت کرو گے اور تمہیں کیا ہی ہے...... کیا تنخواہ ملے گی تمہیں بس اتنی نا، کہ اپنے گھر کے اخراجات اٹھا سکو، ضرورتیں انسان کی کہاں پیچھا چھوڑتی ہیں، ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس وسائل ہیں؟ نہیں ہیں نا یہ تین لاکھ روپے، تمہیں یوں سمجھ لو زندگی کی بہت خوشیاں دیں گے اور تم ذیشان تم سوچنے سمجھنے کے قابل ہو جاؤ گے...... وسائل کا پورا نہ ہونا کبھی کبھی انسان سے اس کی صلاحیتیں چھین لیتا ہے اور وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتا تمہیں ایک نارمل زندگی گزارنی ہو گی، میں تمہیں ہوشیار کر رہی ہوں کہ پیسے ہاتھ آنے کے بعد یوں نہ کرنا کہ ان کو خرچ کرتے میں حاتم بن جاؤ ایک ایک پیسہ سنبھال کر رکھنا اس طرح دوسروں کو شبہ بھی نہیں ہو سکے گا...... ورنہ تم یہ بات جانتے ہو کہ تم ایک سزا یافتہ شخص ہو لوگ یہی سمجھیں گے کہ جس غبن کا الزام تم پر لگایا گیا تھا وہ الزام بالکل درست تھا، تم نے رقم چھپا کر رکھی اور اب اسے استعمال کر رہے ہو، تم ایک مجرم کنفرم ہو جاؤ گے، یہ الگ بات ہے کہ دنیا تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔"

"میں ایک مجرم تو کنفرم ہو چکا ہوں میڈم۔"

"جذباتی انداز میں نہ سوچو، تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں تمہاری اس سزا کا معاوضہ اب ملا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم...... اپنے آپ کو سمجھانے اور بہلانے کے لئے سب کچھ ہی کہنا ہوتا ہے...... میں غیر مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ جو کچھ کرو اس کے سلسلے میں مکمل طور سے احتیاط رکھو

تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں خود کس قدر خوفزدہ ہوں، بس یہ چاہتی ہوں کہ جس کروٹ بھی اونٹ بیٹھ جائے اور تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤ۔"

"کامیابی تو اب ہم سے زیادہ دُور نہیں ہے میڈم!" ذیشان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ناہید بھی مسکرا دی۔

"ہاں کامیابی ہمارے بہت قریب ہے۔"

"ویسے آپ مجھے اختیار احمد صاحب کے بارے میں بتایئے۔"

"سب کچھ نارمل ہے کنجوس شخص کو بیس لاکھ روپے کی چوٹ پڑ رہی ہے...... زخمی سانپ کی طرح لہریں لے رہا ہے لیکن میں نے اسے بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا ہے، وہ اب کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم...... پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں...... تم بے فکر رہو۔" ناہید کافی دیر تک ذیشان کو بریف کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑی، اسے کئی محاذ سنبھالنے پڑے تھے لیکن بہر حال اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے وہ سب کچھ کر رہی تھی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ منصوبے میں اختر خان کا بہت بڑا ہاتھ تھا...... اختر خان بذات خود ایک بہت بڑا جعل ساز تھا، ماضی میں بھی اس نے بہت سی جعل سازیاں کی تھیں...... ناہید سے اس قدر مخلص ہو گیا تھا کہ اس نے ناہید کو اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتا دی تھیں اور ذیشان کا تذکرہ بھی اس نے خود ہی کیا تھا اور بتایا تھا کہ کس طرح ذیشان ایک ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہا ہے اور اب یوں کیا جائے کہ اس بیچارے کو اس کی سزا کا معاوضہ مل جائے، اس طرح دونوں کام ہو جائیں گے، اس وقت وہ ان حالات میں ہے کہ جرم کرنے سے بھی نہیں چوکے گا اور پھر جیل سے نکلا ہے...... جیل میں اس کا سابقہ اس طرح بہت سے استادوں سے رہا ہو گا اور استاد یہی سکھاتے ہیں کہ بیٹا دولت کے حصول کے لئے سولی پر چڑھ جاؤ...... رام بھلی کرے گا تبھی ناہید نے ذیشان کا انتخاب کیا تھا...... نوشاد پوری طرح اس کے قبضے میں تھی اور دوسری جانب اختیار احمد کو بھی اس نے اپنے جال میں پھنسایا ہوا تھا...... اختیار احمد بہت سے معاملات میں اپنی من مانی کرتا تھا، لیکن بہر حال ناہید اس پر حاوی تھی، واپسی پر بھی اس نے فوراً ہی اختیار احمد سے رابطہ قائم کیا تھا...... اختیار احمد ایک صوفے پر نیم دراز تھا اور اس کے چہرے پر غم کی پرچھائیاں بکھری

ہوئی تھیں..... ناہید نے چہرے پر خود بھی غم کے تاثرات پیدا کئے اور اس کے پاس جا کر
اور پھر دُکھ بھرے لہجے میں بولی۔

"اختیار کیوں اپنی زندگی کھو رہے ہو، ہم بہر حال اپنی نوشاد کو حاصل کریں گے، دولت
آنی جانی شے ہے اور کما لینا تمہارے لئے دولت کمانا مشکل نہیں ہوگا، لیکن نوشاد ہمیں کبھی
سے نہیں مل سکے گی، کسی بھی قیمت پر آہ کاش میں بذات خود کسی حیثیت کی مالک ہوتی
سے ایک پیسے کا مطالبہ نہ کرتی، اپنی نوشاد کو حاصل کرنے کے لئے..... دنیا یہی سوچے گی
ایک سوتیلی ماں کو بھلا سوتیلی بیٹی سے اتنی محبت کیسے ہو سکتی ہے، لیکن اختیار محبت کبھی اپ
اختیار میں رہی ہے، کوئی بھی کسی کے لئے دل و جان دے سکتا ہے..... کاش میرے خلوص
یقین کر لیا جائے۔"

"اس وقت یہ کیا بیکار باتیں لے بیٹھیں..... تمہارے خلوص پر کس نے یقین نہیں کیا؟"

"نہیں اختیار میں بہت جذباتی ہو رہی ہوں..... پتا نہیں ان بد بختوں نے نوشاد کو کس
حال میں رکھا ہوگا، آہ کہیں میری بچی دُکھ میں مبتلا نہ ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"تم کیسے باپ ہو۔"

"کیا مطلب؟" اختیار نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے انداز میں وہ جذباتیت نہیں ہے جو کسی باپ کے انداز میں ہونی چاہئے۔"

"تو کیا سر پھوڑوں دیواروں سے۔" اختیار احمد نے بدستور جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سمجھ رہی ہوں میں سمجھ رہی ہوں، یہ بیس لاکھ روپے تمہیں اپنی بیٹی کی زندگی سے
زیادہ قیمتی محسوس ہو رہے ہیں!"

"دیکھو ناہید مجھے پریشان مت کرو..... میں زندگی سے بیزار ہوں۔"

"ہوتے رہو زندگی سے بیزار..... میری بچی مجھے واپس لا کر دے دو..... بس مجھے
کچھ نہیں چاہئے۔" اختیار خاموش ہو گیا، اپنے جذبات کو وہ اپنے چہرے سے ظاہر نہیں کرنا
چاہتا تھا، لیکن یہ چالاک عورت خدا کی پناہ کس قدر شاطر ہے، یہ اس کی باتیں اچھے اچھے
انسانوں کو بھٹکنے پر مجبور کر سکتی ہیں، کس بے اختیاری کا مظاہرہ کر رہی ہے..... بہر حال
سارے معاملات طے ہو چکے تھے، آخری وقت میں بلیک میلر کا ٹیلی فون بھی موصول ہو گیا

تھی اور اس نے طریقہ کار بھی منتخب کر دیا تھا، اختیار احمد کو بہر حال رقم کا بندوبست کرنا پڑا.....
ہر چند کہ وہ اعلیٰ افسران اسے قابل اعتماد محسوس ہوتے تھے جنہوں نے یہ سارا کھیل سنبھال
رکھا تھا اور انتہائی احتیاط کے ساتھ اس سے رابطے قائم کئے ہوئے تھے، لیکن بہر حال اس
کے دل میں وسوسے تھے..... بیس لاکھ روپے کی بھاری رقم ساتھ لے کر باہر نکلنا پتا نہیں
حالات کیا رُخ اختیار کر جائیں لیکن یہ کڑوے گھونٹ پینا ہی تھے..... سو وہ اپنے آپ کو اس
کے لئے تیار کر رہا تھا، یہاں تک کہ مناسب وقت آ گیا، وہ وقت جس کا تعین کر دیا گیا تھا،
اختیار احمد کا پورا وجود پسینے میں شرابور تھا..... ناہید نے خود بھی ساتھ جانے کا فیصلہ کیا تھا اور
اختیار احمد نے انکار نہیں کیا تھا..... ویسے شاید عام حالات میں وہ ناہید کا سایہ بھی اپنے ساتھ
نہ رکھتا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اسے ناہید کو اپنے ساتھ لینا پڑا تھا..... ناہید کار خود
ڈرائیو کر رہی تھی اور اس نے چہرے پر خوف کے آثار پیدا کئے ہوئے تھے..... راستے میں اس
نے کہا۔

"اختیار کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔" اختیار نے کہا تھوڑی دیر کے بعد وہ مطلوبہ جگہ پہنچ
گئے..... قرب وجوار سنسان پڑے ہوئے تھے..... دُور دُور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا.....
ناہید اور اختیار انتظار کرتے رہے، ناہید کا دل خود بھی اس وقت دھک دھک کر رہا تھا.....
اپنے پروگرام کی کامیابی پر اس کی زندگی کا دارومدار تھا، اب تک وہ اختیار احمد کو سنبھالے
ہوئے تھی لیکن دل میں بس تھوڑے سے خدشات تھے، کہیں ذیشان سے کوئی غلطی نہ
ہو جائے، لیکن مقررہ وقت پر اسے ایک ٹیکسی آتی ہوئی نظر آئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ
ٹیکسی کار کے قریب رُک گئی..... کھڑکی سے پستول کی نال جھانک رہی تھی، ذیشان نے
چہرے پر رومال لپیٹا ہوا تھا اور وہ خود ٹیکسی ڈرائیو کر رہا تھا، اس ٹیکسی کا بندوبست بھی شہاب
نے کیا تھا..... اختیار احمد اپنی کار سے ٹکا کھڑا تھا..... ذیشان نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"رقم لائے ہو؟"

"ہاں..... میری بیٹی کہاں ہے۔"

"رقم سامنے لاؤ..... بیٹی بھی مل جائے گی۔"

"نہیں پہلے تم نوشاد کو میرے سامنے لاؤ۔"

"اختیار احمد میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو، دوسری صورت حال تمہارے
خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"مگر تم نے وعدہ کیا تھا کہ۔"

"مجھے تمہاری بیٹی کا اچار نہیں ڈالنا...... وہ تمہیں واپس مل جائے گی، پہلے مجھے
دکھاؤ...... میڈم خبردار کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا، رقم کا بیگ میرے پاس
لایا جائے۔" ناہید نے خود وہ بیگ کار کی پچھلی سیٹ سے نکالا اور اسے کھول کر ذیشان
سامنے کر دیا۔

"ویری گڈ اب آپ اسے بند کر دیجئے۔" ذیشان نے کہا اور ناہید نے بیگ بند کر دیا

"دیکھئے مسٹر اختیار احمد میں صرف اس رقم کے حصول کے لئے اب تک کام کر
ہوں، اس کے علاوہ مجھے آپ سے اور کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ سے کوئی
بات کرنا چاہتا ہوں...... میڈم میرے ساتھ جا رہی ہیں، میں انہیں عزت و احترام کے
واپس کروں گا اور ان کے ساتھ آپ کی بیٹی نوشاد بھی ہو گی۔"

"کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے۔" اختیار احمد نے

"میں کوئی ثبوت نہیں دینا چاہتا...... اس پستول میں سات گولیاں ہیں، اگر دو
آپ دونوں کو تقسیم کر دوں تو اس وقت آپ کی لاشیں اٹھانے والا بھی آس پاس کوئی
نہیں ہو گا، چنانچہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیجئے...... میڈم ایک منٹ ضائع کئے
آپ ٹیکسی میں آ بیٹھئے اور مسٹر اختیار احمد خاموشی سے اپنے گھر واپس چلے جائیے......
گھنٹے کے اندر اندر میڈم آپ کی بیٹی کے ساتھ آپ کی کوٹھی پر واپس پہنچ جائیں گی
تم نے۔" ذیشان نے ناہید کو ڈانٹتے ہوئے کہا اور ناہید خوفزدہ انداز میں بریف کیس
ہوئے ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی اور ذیشان نے ٹیکسی آگے بڑھا دی......
احمد کا پورا وجود پسینے میں ڈوبا ہوا تھا، اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں...... پولیس
کہیں پتا نہیں تھا، وہ بے بسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے ایک
سانس بھری، ابھی تک اسے اس بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ پولیس کچھ کارروائی کر سکے گی
چند کہ وہ افسر اعلیٰ قابل اعتماد معلوم ہوتا تھا لیکن پھر بھی کوئی چوک بھی ہو سکتی ہے
سوچنے سمجھنے کے لئے اب کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا...... دنیا یہ سمجھتی تھی کہ باپ کو بیٹی

بت نہیں ہے، لیکن باپ کے دل میں جس قدر الجھنیں تھیں ان کا شناسا اور کوئی نہیں
تھا...... غرض یہ کہ اختیار احمد بے چارہ وہیں کھڑا ہوا دور جاتی ٹیکسی کو دیکھ رہا تھا جس میں ایک
نئی ہی ڈرامہ ہو رہا تھا...... ذیشان نے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد چہرے سے رومال
اتار دیا تھا اور ناہید پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی نوٹوں کا بریف کیس کھول کر نوٹ گن رہی تھی۔

"اب اس بریف کیس کو بند کر دیجئے میڈم کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قریب سے گزرتے
ہوئے انہیں دیکھ لے، ہماری خود شامت آ جائے گی۔" جواب میں ناہید نے قہقہہ لگایا تھا، پھر
وہ کہنے لگی۔

"ذیشان تم نہیں جانتے میرا شوہر اس قدر سخت گیر ہے اور میں ذہنی طور پر کس قدر
مضمحل رہتی ہوں، کم از کم اور کچھ نہیں تو مجھے میری پسند کی زندگی گزارنے کا موقع تو مل
جائے اور پھر ذیشان اس کے بعد اس کے بہت کچھ ہے میرے ذہن میں، بہت کچھ ہے
ذیشان...... اتنا کچھ کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میڈم میرا بھلا اس سے کیا تعلق؟"

"تعلق ہو سکتا ہے ذیشان۔" ناہید نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کس طرح؟"

"ابھی نہیں...... پہلے ہم اس خوفناک مرحلے سے نمٹ لیں، اس کے بعد ہی سب کچھ
ہو سکتا ہے۔"

"مثلاً۔" ذیشان نے سوال کیا اور جواب میں ناہید نے اسے ایسی نگاہوں سے دیکھا کہ
ذیشان بوکھلا کر رہ گیا وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ خوفناک ناگن اب ایک اور رُخ اختیار کر رہی ہے،
بہر حال یہ سب کچھ بے مقصد و بے سود تھا...... ذیشان کو اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دینا
تھا اور اب تو یہ نیا مرحلہ شروع ہوا تھا جس میں سب سے زیادہ تجسس تھا...... ذیشان سوچ رہا
تھا کہ پتا نہیں شہاب ثاقب اس فرض کو اسی انداز سے سرانجام دے بھی سکتا ہے کہ
نہیں...... لیکن اس کے باوجود وہ جانتا تھا کہ اس کی اپنی گردن آزاد ہو چکی ہے اور وہ ان
منصوبوں سے نکل چکا ہے۔

ٹیکسی کا سفر جاری رہا، کچھ دور چل کر ناہید نے ذیشان سے کہا۔" ذیشان تعاقب کا بھی
خیال رکھو، کوئی ہمارا پیچھا ہی نہ کر رہا ہو۔"

”کون کر سکتا ہے تم بتا چکی ہو کہ اختیار احمد نے اس سلسلے میں کسی سے کوئی رابطہ نہ
کیا ہے، خاص طور سے پولیس سے کیا تمہیں اس بات کا شبہ ہے کہ اختیار احمد صاحب
پولیس کا سہارا لیا ہوگا؟“

”تم سمجھتے کیوں نہیں ہو بے شک شبہ نہیں ہے لیکن عقلمند انسان وہی ہے جو حالات
پوری طرح نگاہ رکھے۔“

”حالات پر میری پوری نگاہ ہے۔“ ذیشان نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹیکسی کو مخ
راستوں پر گھمایا اور پھر اس کے بعد ہوٹل صحارا پر رُک گیا..... ہوٹل صحارا کے پارکنگ لا
پر ٹیکسی پارک کر کے ذیشان نیچے اتر گیا..... ناہید بھی اس کے ساتھ ساتھ چل پڑی تھی
بریف کیس انہوں نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور اسے بڑی احتیاط سے لے کر اوپر چل پڑ
تھے، لفٹ نے انہیں ان کی منزل پر چھوڑ دیا..... ناہید نے کمرے کے دروازے پر دستک
تو نوشاد نے دروازہ کھول دیا اور ان دونوں کو دیکھ کر اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی
قدم پیچھے ہٹی تو ناہید اور ذیشان اندر داخل ہو گئے، اس دوران ذیشان ایک سرسری ن
سے پوری راہداری کا جائزہ لے چکا تھا..... پولیس وغیرہ کا کہیں پتا نہیں تھا اس کے ذہن
ایک ہلکی سی اُلجھن پیدا ہو گئی، لیکن بہر حال اب اس کے ہاتھ صاف تھے چنانچہ اسے
زیادہ فکر نہیں تھی، ناہید نے نوشاد سے کہا۔

”نوشاد دروازہ بند کر دو۔“ نوشاد نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا..... ناہید اسے
لئے ہوئے ایک صوفے کی جانب بڑھ گئی، صوفے پر بیٹھ کر اس نے گہری گہری سانسیں
اور مسکراتی نگاہوں سے نوشاد کا جائزہ لینے لگی..... بریف کیس اس کے برابر رکھا ہوا تھا
ذیشان بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا..... ناہید کہنے لگی۔

”کیا بات ہے نوشاد..... تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے۔“

”نہیں ممی..... ٹھیک ہوں میں۔“

”آنکھیں کچھ سوجی سوجی سی ہو رہی ہیں۔“

”کوئی خاص بات نہیں۔“

”جانتی ہو اس بریف کیس میں کیا ہے۔“ ناہید نے مسکرا کر کہا۔

”بھلا کسی بریف کیس کے اندر کی چیز کے بارے میں میں کیا جان سکتی ہوں۔“

”تمہیں مبارکباد دینا چاہتی ہوں نوشاد۔“

”کس سلسلے میں ممی؟“

”جس کام کے لئے ہم نے زبردست منصوبہ بنایا تھا وہ آخر کار تکمیل پا گیا۔“ نوشاد کے
چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا..... ناہید نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہیں خوشی نہیں ہوئی نوشاد۔“ جواب میں نوشاد کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور پھر
اس کے رخساروں پر آنسو لڑھکنے لگے..... ناہید نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اس کا چہرہ
سخت ہو گیا۔

”کیوں خیریت..... یہ تمہاری آنکھوں سے گنگا جمنا کیسے بہہ نکلی۔“

”نہیں ممی کوئی بات نہیں۔“

”نہیں پھر بھی کوئی نہ کوئی بات تو ہے۔“

”ممی میں جانتی ہوں ڈیڈی کو اس کی بڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔“

”ہوں دیکھا تم نے ذیشان اسے کہتے ہیں گھٹنے ہمیشہ پیٹ کی جانب مڑتے ہیں، میں نے
جو کیا ہے اس کا کوئی صلہ نہیں مل رہا مجھے بلکہ محترمہ نوشاد اس بات پر رو رہی ہیں کہ ان کے
ڈیڈی صاحب کو یہ رقم دیتے ہوئے تکلیف ہوئی ہو گی..... ارے میں کہتی ہوں ایک ایک پیسے
کو نہیں ترستے تھے ہم..... کیا مل رہا تھا ہمیں..... وہ کنجوس انسان دیکھو کس طرح اس نے بیس
لاکھ روپے ادا کر دیئے..... اگر یہ بیس لاکھ بیس سال تک اس سے مانگتے تو وہ ہمیں ایک ایک
لاکھ کر کے بھی نہ دیتا اور تم آنسو بہا رہی ہو۔“

”ممی کم از کم اس سے یہ بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ ڈیڈی مجھ سے محبت کرتے ہیں، اگر وہ
اتنے ہی کنجوس ہوتے تو میرے تاوان پہ بیس لاکھ روپے کیسے ادا کرتے۔“

”گویا اب تمہارا سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔“

”نہیں ممی..... انداز بدلے یا نہ بدلے اس سے کیا فرق پڑتا ہے، لیکن بہر حال آپ
میری اس کمزوری کو معاف کر دیجئے گا۔“

”کہیں تمہاری یہ کمزوری ہماری گردنوں پر پھانسی کا پھندا نہ بن جائے۔“

”تو پھر مجھے قتل کر دیجئے گا آپ۔“ نوشاد نے کسی قدر جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ارے کمال ہے یہ لڑکی تو ہتھے سے اُکھڑ گئی میں کہتی ہوں تمہارے اندر یہ ذہنی تبدیلی

کیسے پیدا ہوئی...... کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم اس پورے منصوبے میں برابر کی شریک ہو؟"

"خدا سے ڈریں ممی میں برابر کی شریک ہوں؟" نوشاد نے کہا۔

"نوشاد نوشاد کیا ہو گیا ہے تجھے...... پاگل ہو گئی ہے کیا کوئی پہنچ گیا ہے تجھ تک کیا کسی نے بھڑکا دیا تجھے میرے خلاف؟"

"نہیں ممی...... کسی نے نہیں بھڑکایا مجھے آپ کے خلاف اور نہ ہی میں آپ کے خلاف بھڑکی ہوں، بلکہ میرا ضمیر خود مجھے ملامت کر رہا ہے...... ممی اور ضمیر بھی کوئی چیز ہوتی ہے...... ڈیڈی نے بہت عرصہ میری پرورش کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں، بس مجھے اس بات کا احساس ہے کہ یہ سب کچھ کرتے ہوئے انہیں کس قدر دُکھ ہوا ہوگا اور اس دُکھ کی وجہ میں ہوں۔"

"تو پھر خود ہی جا کر اپنے ڈیڈی سے کہہ دو کہ تمہاری سوتیلی ماں نے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے اور تمہارے باپ کے ساتھ بھی۔"

"آپ جانتی ہیں ممی یہ بات میں کبھی نہیں کہہ سکوں گی۔"

"ذیشان دیکھ رہے ہو اس لڑکی نے تو مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں میڈم...... یہ آپ لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے...... البتہ ایک بات میں ضرور کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"کیا؟"

"آپ لوگوں کے درمیان جو نیا کھیل شروع ہو گیا ہے اس میں کہیں کوئی ایسا وقت نہ آ جائے کہ آپ خود ہی ساری کہانی کا انکشاف کر دیں۔"

"اس کے لئے مجھے سوچنا پڑے گا...... بہت سوچنا پڑے گا...... ذیشان تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے۔"

"جی تو پھر آپ میری رقم مجھے ادا کر دیجئے۔" ذیشان نے کہا اب وہ کسی قدر بے چین ہو گیا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ ابھی تک آخر پولیس کیوں نہیں پہنچی، لیکن پھر چند ہی لمحات کے بعد دروازے پر دستک ہوئی اور ناہید کا چہرہ فق ہو گیا۔

"یہ کون آ مرا اس وقت۔" اس نے کہا اور جلدی سے بریف کیس اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی...... پھر اس نے پھرتی سے بریف کیس بیڈ کے نیچے سرکا دیا اور دوسرے لمحے اس

کے حلق سے سسکی کی سی آواز نکل گئی، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور ذیشان نے انسپکٹر گل خان کو شہاب ثاقب کے ساتھ اندر آتے ہوئے دیکھا...... ایک لمحے میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کے پیچھے پولیس کے اور بھی افراد موجود ہیں...... گل خان نے پستول تانا ہوا تھا اور اس کے بعد ہوٹل کا منیجر اور سٹاف کے دو اور آدمی اندر گھس آئے...... گل خان نے کڑک لہجے میں کہا۔

"تمہارا نام ناہید ہے۔"

"ہاں ناں......" ناہید بمشکل تمام حلق سے آواز نکالنے میں کامیاب ہو رہی تھی۔

"اختیار احمد کی بیوی ہو۔"

"ہاں۔"

"اور اس لڑکی کا نام نوشاد ہے۔"

"ہاں۔"

"اختیار احمد کی وہ بیٹی جسے تاوان کے لئے اغوا کر لیا گیا تھا۔"

"ہاں۔"

"اور یہ شخص کون ہے۔"

"یہ...... یہ ذیشان ہے۔"

"مسٹر ذیشان آپ بلیک میلر ہیں اور آپ نے اس لڑکی کے عوض اختیار احمد صاحب سے بیس لاکھ روپے کی رقم وصول کی ہے۔"

"مم...... میں...... میں۔" ذیشان کچھ لمحوں کے لئے تو بوکھلا ہی گیا تھا۔

"ہمارے پاس اس بات کے مکمل ثبوت ہیں اور رقم کا بریف کیس کہاں ہے؟" گل خان نے سوال کیا اور ذیشان نے جلدی سے مسہری کی طرف اشارہ کر دیا...... ایک سب انسپکٹر آگے بڑھا جو ابھی ابھی اندر داخل ہوا تھا اور پھر اس نے گل خان کے اشارے پر بریف کیس مسہری کے نیچے سے نکال لیا۔

"اسے کھولو۔" شہاب نے کہا اور گل خان نے آگے بڑھ کر بریف کیس کھول دیا...... نوٹوں سے بھرے بریف کیس کو دیکھ کر شہاب نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی، پھر آہستہ سے بولا۔

"ٹھیک ہے...... اسے بند کردو گل خان...... جی میڈم کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ ایک اغوا شدہ لڑکی کے ساتھ حاصل شدہ رقم کے ساتھ آپ یہاں کیوں موجود ہیں۔"

"مم...... میں...... میں بس...... یہ بب...... بلیک میلر مجھے یہاں لایا تھا...... یہ کہہ کر نوشاد کو میرے حوالے کردے گا اس نے...... اس نے اختیار احمد صاحب سے رقم وصول کی ہے اور مجھے پستول کے زور پر یہاں تک لایا ہے، اس کا کہنا تھا کہ نوشاد کو میرے حوالے کردے گا اور اب اسی سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔"

"دروازہ بند کر کے۔"

"اسی نے دروازہ بند کیا تھا۔"

"گفتگو کیا ہو رہی تھی۔"

"جی...... وہ...... بس۔"

"نہیں میڈم ناہید اختیار احمد آپ کو اس سازش کے جرم میں گرفتار کیا جاتا ہے۔"

"مم...... مجھے...... سازش...... مم...... مگر...... مم میں نے تو کوئی سازش نہیں کی ہے ناہید۔" کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔

"مسز اختیار احمد آپ براہ کرم خود کو پولیس کی تحویل میں سمجھیں...... تشریف لائیے کھیل ختم ہو چکا ہے اور مسٹر ذیشان آپ اور نوشاد آپ بھی۔" نوشاد کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا، اس نے گہری سانس لے کر ادھر اُدھر دیکھا تو شہاب نے کہا۔

"نہیں...... تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... تمہارے بارے میں تمام تفصیلات ہمارے پاس موجود ہیں...... اصل میں یہاں ایک ٹیپ ریکارڈر چھپا دیا گیا ہے...... شاید آپ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ پولیس بالکل آپ کے برابر والے کمرے میں موجود تھی...... ہم نے راہداری میں اسی لئے اپنے مورچے نہیں لگائے کہ آپ لوگ ہوشیار نہ ہو جائیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہاں کارروائی ہو چکی ہے اور سب ٹھیک ٹھاک ہے اب آپ کو صرف اس قدر زحمت کرنا ہے کہ ہمارے ساتھ شرافت سے چلئے...... ہوٹل کا منیجر اور سٹاف کے دوسرے دو افراد اس گرفتاری کے سلسلے میں گواہ کے طور پر موجود ہیں...... انسپکٹر ہتھکڑی لگادو انہیں۔" شہاب کے حکم پر تینوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگادی گئی تھی، ذیشان آہستہ سے بولا۔

"میڈم ناہید میری طرف سے آپ کو دلی مبارک باد میرے تین لاکھ تو مجھے نہ مل سکے، البتہ بدنامی کا ایک اور داغ میری پیشانی پر لگ گیا۔" ناہید چکرائی ہوئی تھی، نوشاد کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا، لیکن بہرحال پولیس انہیں ان کے کمرے سے نکال لائی اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں لے کر چل پڑی...... تینوں خاموش بیٹھے ہوئے تھے...... شہاب بھی ان کے ساتھ ہی تھا اور موبائل ہی میں سفر کر رہا تھا...... اس وقت بھی اس کے جسم پر وردی تھی اور وہ ایک افسر اعلیٰ کے روپ میں بہت خوبصورت نظر آ رہا تھا...... تینوں کو گل خان کے ہی تھانے میں لے جایا گیا...... شہاب اس کیس کو گل خان ہی سے حل کرانا چاہتا تھا اور اس کا سہرا اسی کے سر رکھنا چاہتا تھا، حالانکہ آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی ہونے کی حیثیت سے وہ پورے شہر کے کسی بھی تھانے، کسی بھی سلسلے میں اپنی خدمات سرانجام دے سکتا تھا اور آفس کی تمام تر ذمہ داری اسی کے سر ہوتی تھی لیکن پھر بھی وہ اس وقت گل خان کو یہ مقام دینا چاہتا تھا اور گل خان بے پناہ خوش نظر آ رہا تھا، بہرحال یہ سارا سلسلہ جاری رہا اور کچھ دیر کے بعد وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گئے، ان تینوں کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا...... کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا، تینوں سخت پریشان نظر آ رہے تھے...... ناہید نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"خدا غارت کرے ان پولیس آفیسروں کو ان لوگوں کو ہمارے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل ہو گئیں۔"

"خدا ان لوگوں کو تو غارت کرے گا لیکن ان سے پہلے ہم غارت ہو چکے ہیں۔"

"تم اپنی بکواس بند کرو ذیشان مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

ناہید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ صرف یہ سوچئے کہ اب آپ کا کیا بنے گا میں اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"تعجب ہے مجھے سخت تعجب ہے۔" ناہید نے آہستہ سے کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گئی۔

❀❀❀

اختیار احمد صاحب اپنا فرض سرانجام دینے کے بعد وہاں ہکا بکا کھڑے رہ گئے تھے...... ان کی نگاہیں دُور تک ٹیکسی کا تعاقب کرتی رہی تھیں، ان کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا، لیکن بعد میں انہوں نے یہی سوچا کہ پولیس آفیسران یا پولیس کے ارکان اگر اتنے ہی مستعد ہوتے تو جرائم کی تعداد اس قدر نہیں بڑھ سکتی تھی، پولیس آفیسر نے انہیں ہر طرح کا اطمینان دلایا تھا، لیکن وہ وقت پر کوئی مناسب کارروائی سرانجام نہیں دے سکا اور آخر کار وہ بیس لاکھ روپے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اب یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ نوشاد کی واپسی بھی ممکن ہو گی کہ نہیں، لاتعداد وسوسے لاتعداد خیالات ان کے دل میں آرہے تھے...... وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کہیں یوں نہ ہو کہ ناہید یہ رقم لے کر نکل جائے...... نوشاد میری بچی ان کے دل میں نوشاد کے لئے بڑے دُکھ بھرے تاثرات پیدا ہو رہے تھے...... بہت سے خیالات دل میں آرہے تھے...... جیسا کہ اب تک ان کے علم میں آیا تھا اور خود انہوں نے بھی اس بارے میں سوچا تھا کہ اس سلسلے میں ناہید کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ صرف ایک تصوراتی بات تھی، حقیقتیں تو اس پر اسی وقت منکشف ہوتی ہیں جب ثبوت سامنے آجاتے، اس بات کے امکانات بھی تھے کہ ساری کی ساری بات غلط فہمی پر مبنی ہو، ناہید کا اس سلسلے میں کوئی ہاتھ ہی نہ ہو اور واقعی کوئی بلیک میلر ہی یہ سارے کام سرانجام دے رہا ہو...... بہر حال ابھ تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی...... وہ ناہید کی واپسی کا انتظار کرتے رہے اور خاصا وقت گزر گیا...... پھر ان کا یہ ذہنی ہیجان عروج پر پہنچ گیا، وہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور پولیس اسٹیشن جانے کے لئے تیار ہو گئے...... اگر پولیس افسران نے اس سلسلے میں اس قدر نااہلی کا ثبوت دیا ہے تو واقعی یہ تو انتہا ہے، حالانکہ گھر سے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا لیکن بہر حال مجبور

تھی، یہ احساس ان کے دل میں تھا کہ کہیں یوں نہ ہو کہ ناہید ان کے پیچھے پہنچ جائے...... پھر انہوں نے ایک ملازم کو طلب کیا اور بولے۔

"میں آدھے گھنٹے کے بعد تمہیں ٹیلی فون کروں گا، مجھے بتانا ناہید واپس آئی ہے کہ نہیں اور اگر میرے پیچھے ناہید آجائے تو اسے کہنا کہ میں ایک ضروری کام سے نکلا ہوا ہوں ایک گھنٹے کے اندر اندر واپس آجاؤں گا۔"

"جی صاحب۔" ملازم نے جواب دیا اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور اختیار احمد صاحب بے اختیار فون کی جانب دوڑے اور اسے اٹھا کر کان سے لگا لیا...... دوسری جانب سے آواز اُبھری۔

"اختیار احمد صاحب۔"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"میں تھانہ انچارج گل خان بول رہا ہوں۔"

"بولئے جناب آپ نے تو واقعی بڑی اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیا۔" اختیار احمد صاحب کے لہجے میں طنز پیدا ہو گیا۔

"بہت بہت شکریہ اختیار احمد صاحب لیکن بہر حال یہ تو ہماری ڈیوٹی تھی، اب آپ یوں کیجئے کہ سیدھے تھانے آجایئے۔"

"میں آجاؤں؟"

"جی ہاں۔"

"کیوں خیریت؟"

"کمال کرتے ہیں آپ...... آپ کے مجرم یہاں موجود ہیں۔"

"مم...... مجرم؟"

"جی ہاں...... آپ کو حیرت کیوں ہو رہی ہے۔"

"نہیں میرا مطلب ہے کون۔"

"آپ کی مسز...... آپ کی بیٹی نوشاد اور ایک اور شخص جس سے آپ کا ذرا تفصیلی تعارف کروایا جائے گا۔"

"وہ وہاں ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"مگر آپ لوگ تو مجھے کہیں نظر نہیں آئے تھے، میرا مطلب ہے وہاں جہاں میں نے وہ رقم بلیک میلر کو پیش کی تھی۔"

"آپ کا خیال تھا کیا ہم بینڈ باجے کے ساتھ وہاں موجود ہوتے؟"

"نہیں...... آفیسر معافی چاہتا ہوں...... میرا مطلب ہے۔"

"اگر یہ مطلب یہیں آکر بیان کریں آپ تو کیا زیادہ اچھا نہیں ہوگا۔" گل خان کی آواز ناخوشگوار تھی۔

"میں پہنچ رہا ہوں بلکہ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں وہیں آرہا تھا۔"

"مجھے سمجھانے کی بجائے آپ فوراً چل پڑیں تو بہتر ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا...... اختیار احمد صاحب نے بھی جلدی سے ریسیور رکھا اور پھر تیزی سے باہر نکل آئے...... تھوڑی دیر کے بعد ان کی کار پولیس اسٹیشن کی جانب اُڑی چلی جارہی تھی...... انہوں نے ایکسیلیٹر پر سے پولیس اسٹیشن پہنچنے کے بعد ہی پاؤں ہٹایا تھا، کار کھڑی کر کے وہ برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے انچارج کے آفس کی جانب چل پڑے...... انسپکٹر گل خان شہاب اور دو ایس آئی وہاں موجود تھے اور آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے...... اختیار احمد صاحب کو دیکھ کر شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا...... بیٹھنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"آپ نے بتایا تھا کہ ناہید۔"

"جی ہاں...... ابھی انہیں لاک اپ نہیں کیا گیا ہے...... آپ سے ذرا ضروری گفتگو کرنی تھی۔"

"جی جی فرمایئے۔"

"اختیار احمد صاحب آپ کچھ تحریری بیانات دے دیجئے، اس سلسلے میں آپ کو ایس آئی نور خان گائیڈ کریں گے، انہیں تمام تفصیلات سمجھا دی گئی ہیں...... آپ کی ایف آئی آر ابھی تک ہمارے ہاں درج نہیں ہوئی تھی، اسے درج ہونا چاہیئے۔"

"جیسا آپ کہیں لیکن۔"

"جی لیکن کیا۔"

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ابھی تو ہمارا کھیل ابتدائی منزل میں ہے، کچھ ضروری کارروائیاں ہوں گی پھر اس کے بعد ہی آپ کو ان سے ملاقات کی اجازت دی جاسکتی ہے۔"

"نوشاد سے بھی۔"

"جی ہاں۔"

"نوشاد خیریت سے تو ہے۔"

"بالکل خیریت سے ہیں...... آپ کو آپ کی صاحبزادی خیریت کے ساتھ واپس کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے انسپکٹر...... میرا فرض ہے کہ میں آپ سے تعاون کروں۔"

"آپ کی رقم محفوظ ہے لیکن تھوڑے دن کے لئے اسے اگر آپ پولیس کی تحویل میں رہنے دیں تو کیا بہتر نہیں ہوگا۔" اختیار احمد صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"تھوڑے دن کے بعد مجھے واپس مل جائے تو بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر گل خان کا تو منہ بگڑ گیا لیکن شہاب کا قہقہہ بلند ہوا اس نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھئے اختیار احمد صاحب آپ کو یہ رقم اسی طرح واپس مل جائے گی۔" اختیار احمد صاحب مسکرا کر خاموش ہو گئے تھے۔

پھر ان لوگوں کو اے ایس آئی کے حوالے کرنے کے بعد شہاب ثاقب اور انسپکٹر گل خان اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں وہ تینوں خاموش بیٹھے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے...... انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے شہاب اور گل خان کو دیکھا...... شہاب اور گل خان ان کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

"جی خواتین و حضرات آپ لوگوں کو یقینی طور پر اپنی گرفتاری پر حیرت ہی ہوئی ہوگی اور اپنے منصوبے کے سامنے آجانے پر تعجب بھی ہوا ہوگا...... آپ کا کیا خیال ہے آپ کی یہ سازش کس طرح پکڑی گئی؟" شہاب نے کہا۔

"آفیسر یہ کوئی سازش نہیں ہے...... آپ کو شاید اس بات کا علم ہے کہ میں مسز اختیار احمد ہوں اور یہ ہماری بیٹی نوشاد اور یہ بلیک میلر ہے اور اس کا نام ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ذیشان

ہے..... اس نے نوشاد کو اغوا کر کے دو دن ''صحارا'' میں رکھا۔''

''بس بس یہ ساری کہانی میرے علم میں ہے..... میڈم ناہید مگر اس کے ساتھ ساتھ ہی اصل کہانی بھی ہمارے علم میں ہے اور اس کے لئے ہم ایک ایسی شخصیت کے شکر گزار ہیں جس نے بلا شبہ پولیس کی مدد کر کے قانون کا احترام کیا ہے۔''

''شخصیت؟''

''جی ہاں..... ابھی تھوڑی دیر کے بعد اختیار صاحب بھی یہاں آ رہے ہیں، انہیں جان کر بہت خوشی ہوگی کہ ان کی مسز بہترین منصوبہ ساز ہیں اور اپنے شوہر سے تاوان رقم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے خود سے ایک پلاننگ کی تھی۔''

''نجانے آپ کیا کہہ رہے ہیں آفیسر۔''

''یہ بات میں نہیں کہہ رہا تھوڑی دیر کے بعد آپ اس شخصیت سے بھی مل لیں گی جس نے حقیقتاً قانون کی مدد کی ہے۔''

''کیا وہ اختیار احمد ہیں؟'' ناہید نے سوال کیا۔

''ارے نہیں..... وہ بیچارے تو ویسے ہی آپ کا شکار ہیں پتا نہیں آپ نے ان کے بدن میں زہر کی کتنی مقدار پہنچا دی ہے۔''

''زہر؟'' ناہید سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

''جی زہر۔''

''آپ نجانے کیا کہہ رہے ہیں آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''اختر خان آنے والے ہیں ساری تفصیلات خود سمجھا دیں گے۔''

''اختر خان۔'' ناہید کا چہرہ ایک بار پھر پھیکا پڑ گیا۔

''جی ہاں..... انہوں نے ہی میڈم ناہید وقت سے پہلے پولیس کی مدد کر کے پولیس پر احسان کیا ہے، ہم لوگ رنگے ہاتھوں انہی کی وجہ سے آپ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''

''اختر خان؟'' ناہید کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

''جی ہاں..... اختر خان صاحب کو اچانک ہی خدا یاد آ گیا اور وہ اپنے جرم سے تائب ہو گئے، اصل میں انہیں مسٹر ذیشان پر رحم آ گیا تھا جنہیں وہ ایک بار خود اپنی سازش کا نشانہ

بنا چکے ہیں۔''

''تو کیا اختر خان نے آپ سے کچھ کہا ہے۔''

''سب کچھ انہوں نے ہی کہا ہے میڈم..... اگر وہ ہماری مدد نہ کرتے تو ہمارے فرشتوں کو بھی پتا نہ چلتا۔''

''کیا کہا ہے اس نے۔''

''ساری تفصیل پولیس اسٹیشن آ کر بتائی تھی انہوں نے اور یہ بھی بتایا تھا کہ حقیقت میں مسز اختیار احمد ایک معمولی درجے کی خاتون ہیں، پہلے وہ مختلف قسم کے کام کر چکی ہیں اس سے بھی پہلے وہ ایک سٹور میں سیلز گرل تھیں اور بہت معمولی حیثیت رکھتی تھیں..... پھر وہاں سے نوکری چھوڑنے کے بعد انہوں نے اپنی پرواز بلند کی اور مختلف معاملات میں ہاتھ ڈالتی رہیں..... یہاں تک کہ انہوں نے بیچارے اختیار احمد کو پھانس لیا مگر اختیار احمد ان کی توقع پر پورا نہ اترا اور ان کے خیال میں وہ ایک کنجوس آدمی نکلا، چنانچہ انہوں نے بہت عرصے کے بعد اختیار احمد سے بیس لاکھ روپے حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے میں اختر خان کو بھی شامل کر لیا، حالانکہ وہ شریف آدمی اس کام میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، لیکن مسز ناہید آپ نے اسے اپنے حسن کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی اور آخر کار وہ آپ کے جال میں پھنس گیا، آپ مسز ناہید اس سے۔''

''خاموش رہو بس خاموش رہو..... یہ بیان اس کمینے نے دیا ہے۔'' ناہید نے بپھری ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ انہیں کچھ بھی کہیں بہر حال اختر خان نے پولیس کی بھرپور مدد کی ہے۔''

''شرم کرو آفیسر شرم کرو تم ایک ایسے آدمی کو شریف کہہ رہے ہو جو کہ انتہائی بدکار اور عادی مجرم ہے۔''

''یہ آپ کی جوابی کارروائی ہے میڈم ورنہ۔''

''میں بتاتی ہوں تمہیں اس کے بارے میں..... میں بتاتی ہوں تمہیں..... ٹھہر جاؤ میں بتاتی ہوں۔'' ناہید نے کہا اور پھر وہ اُبل پڑی اور کہنے لگی۔

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ مسٹر ذیشان بیٹھے ہوئے ہیں، یہ تین سال جیل کاٹ چکے ہیں۔''

''یہ بات بھی اختر خان نے ہی بتائی تھی۔''

"اور کیا یہ بھی بتایا تھا کہ جس غبن کا الزام اس بیچارے کے سر لگایا گیا تھا وہ غبن اس نے نہیں اختر خان نے کیا تھا۔"

"آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔"

"میں اس کے پورے پورے ثبوت رکھتی ہوں اختر خان نے میرے سامنے اعتراف کیا تھا اس کے بہت سے کاغذ میرے ہی پاس محفوظ ہیں...... آپ مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے میں اس کا سارا کچا چٹھا آپ کے سامنے کھول دوں گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"میری الماری میں اس کے بارے میں بہت سے ایسے ثبوت رکھے ہوئے ہیں میں آپ کو بتاؤں اسی نے اختیار احمد کو زہر دے کر ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور زہر بھی اس نے مجھے لا کر دیا تھا، وہ نہ جانے...... نہ جانے۔"

"آپ شاید رقابت کا شکار ہو رہی ہیں، کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ آنے والے وقت میں اختر خان، اختیار احمد کی دامادی میں آنے والا ہے۔"

"کیا؟"

"جی ہاں شاید اختیار احمد مس نوشاد کی اس سے شادی کرنے پر راضی ہو گئے ہیں، اس نے اختیار احمد ہی کو اس کا ذریعہ بنایا تھا اور اختیار احمد کی بجائے اس نے خود پولیس اسٹیشن آ کر یہ تفصیلات بتائی تھیں۔"

"خدا اسے غارت کرے...... اوہ اب میں سمجھی اس نے یہ راز خود ہی کیوں کھول دیا، اس نے سوچا کہ مجھے راستے سے ہٹا کر اختیار احمد کی قربت حاصل کرے، مجھے مجرم ثابت کر کے اختیار احمد کی ہمدردیاں حاصل کرے اور نوشاد پر قبضہ جما لے، وہ اس دولت میں پہلے مجھے شریک کرنا چاہتا تھا اس نے مجھے سبز باغ دکھائے تھے، اس نے مجھے کہا تھا کہ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے...... آپ کو نہیں معلوم آفیسر کہ اس نے نوشاد کے قتل کا بھی انتظام کر رکھا ہے، لیکن شاید اب اس نے پینترا بدل دیا ہے۔ آفیسر وہ ایک وحشی صفت انسان ہے، میں اس کے دوسرے جرائم کے بارے میں بھی بتاؤں گی آپ کو شاید، اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ ایک قتل بھی کر چکا ہے۔"

"آپ اس پر الزام لگائے جا رہی ہیں۔"

"میں ان الزامات کا ثبوت رکھتی ہوں آفیسر میں غلط نہیں کہہ رہی آپ مجھے میرے گھر لے چلئے میں تمام ثبوت آپ کو فراہم کر دوں گی۔"

"یہ تو عجیب بات ہے بہر حال ہمیں ایسا کرنا پڑے گا...... آیئے انسپکٹر صاحب مسز ناہید کی باتوں کو بھی تکمیل تک پہنچانے کے لئے ان سے تعاون کرنا ہی ہوگا۔"

پھر تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر گل خان اور شہاب چند افراد کے ساتھ ناہید ذیشان اور نوشاد کو لے کر چل پڑے...... اختیار احمد صاحب کے بارے میں ہدایت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی گاڑی میں گھر پہنچ جائیں، بڑے دلچسپ معاملات چل رہے تھے، اختیار احمد صاحب ان لوگوں کے بعد وہاں پہنچے تھے...... ناہید بپھرے ہوئے انداز میں اختر خان کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی چونکہ اختر خان اس سے گہرے مراسم کا اظہار کر چکا تھا، اس لئے ناہید کے پاس اس کے بہت سے ایسے ثبوت موجود تھے جو واقعی ناقابل تردید تھے...... ناہید نے الماری سے ایک ایک ثبوت نکال کر شہاب اور انسپکٹر گل خان کے سپرد کرنا شروع کئے اور شہاب اور گل خان اختر خان کے بدترین کارناموں کو سن کر ششدر رہ گئے...... اختر خان کے لئے پھانسی کا پھندا تیار ہو چکا تھا اور ناہید کو بھی عام سزا نہیں ملتی، کیونکہ وہ بھی ایک بدترین مجرمہ ثابت ہوئی تھی، بہر حال اس طرح سے شہاب کی کوششوں سے ناہید اور اختر دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلا تھا اور دونوں کی گردنیں پھنس گئی تھیں...... نوشاد کو اختیار احمد کے حوالے کرتے ہوئے انسپکٹر شہاب نے کہا۔

"اختیار احمد صاحب میں نے جو وعدہ آپ سے کیا تھا وہ پورا کر دیا، لیکن اس سلسلے میں آپ سے اپنی کاوشوں کا معاوضہ بھی چاہتا ہوں۔"

"آفیسر بیس لاکھ تو میں گنوا ہی بیٹھا تھا یہ آپ کی مہربانی ہے کہ یہ مجھے واپس ملیں یا نہ ملیں، مگر بہر حال آپ۔"

"نہیں اختیار احمد مجھے ان بیس لاکھ کی ضرورت نہیں، ان کے سلسلے میں...... میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ ابتدائی قانونی کارروائی پوری ہونے کے بعد وہ آپ کے حوالے کر دیئے جائیں گے، اصل میں جو بات میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں وہ الگ ہے۔"

"فرمایئے۔"

"مسٹر اختیار احمد اگر حقیقت میں آپ کو کسی کا شکریہ ادا کرنا ہے تو وہ مسٹر ذیشان

ہیں۔" اور پھر شہاب نے اختیار احمد کو ذیشان کے بارے میں پوری تفصیل بتائی اور تمام تفصیل بتانے کے بعد کہا کہ اب میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ذیشان ایک نیک اور شریف آدمی ہے، اس پر الزام لگا کر جھوٹی سازشوں میں پھنسایا گیا تھا...... تین سال کی بے گناہی کی سزا کاٹنے کے بعد دُنیا میں ہر دروازہ اس کے لئے بند ہو چکا ہے...... میں چاہتا ہوں کہ اختیار احمد صاحب آپ اس کے لئے اپنے دل کے تمام دروازے کھول دیں۔ آپ کی بیٹی اور بیس لاکھ کی رقم اس نے محفوظ کی ہے نہ صرف یہ بلکہ اس وقت آپ کی زندگی کا چراغ بھی گل ہونے سے بچایا ہے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں ذیشان کے لئے۔"

"آپ کا کاروبار بہت بڑا ہے اور ذیشان ایک تجربے کار اکاؤنٹنٹ ہے، میں سمجھتا ہوں آپ اس کو دفتر میں ملازمت دے کر اس کی کاوشوں کا صلہ دے سکتے ہیں۔"

"میں اسے اپنے کاروبار کا جنرل منیجر بنانے کے لئے تیار ہوں...... اس کی تمام ضروریات میں پوری کروں گا۔" اختیار احمد نے کہا اور شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے ذیشان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ذیشان کیا آپ ان تینوں سالوں کا شکوہ اب بھی کریں گے جو آپ سے چھین لئے گئے تھے...... ذیشان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے شہاب نے کہا۔

"اور اب آپ جائیں اور مسٹر ذیشان ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔" تھانے میں گل خان نے شہاب سے کہا۔

"شہاب صاحب آپ نے میری زندگی کو جو سنبھالا دیا ہے میں اس کا تو شکر گزار تھا لیکن اس وقت بھی آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے لئے ایک احسان ہے؟"

"بالکل نہیں گل خان تم جانتے ہو میں آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی ہوں، کسی بھی جگہ کوئی بھی جرم ہو مداخلت کر سکتا ہوں۔"

"لیکن اس مداخلت کے بعد اس جرم کی تفتیش کا سہرا تو آپ کے ہی سر رہتا ہے نا۔"

"یار سہرے کی حسرت میں نہ جانے کب سے تڑپ رہا ہوں، اب تم ایسا کرو کہ کچھ عرصے بعد سچ مچ میرے سہرے کی تیاریاں شروع کر دو۔" شہاب نے کہا اور گل خان قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"دل و جان سے صاحب آپ ہمیں اس کا موقع بھی تو دیں۔"

"دوں گا جلد دوں گا۔" شہاب نے کہا...... پھر اس شام اس نے کریم سوسائٹی کی کوٹھی میں بینا سے ملاقات کر کے ساری تفصیلات بتائیں اور بینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بڑے بڑے خطرناک مجرموں کو قانون کے کٹہرے میں پہنچانے والا بھلا اس چھوٹے سے کیس میں کیا دلچسپی لے سکتا تھا۔"

"نہیں بینا ایسی بات نہ کہو اصل میں جرم کہیں بھی ہو کیسا بھی ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم جرم کی تفتیش کریں اور اصلی مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائیں اور اس سلسلے میں گل خان ذرا پریشان ہو گیا ہے۔"

"کیوں؟"

"کہہ رہا تھا اس کامیابی کا سہرا میرے سر ہے۔"

"تو پھر۔"

"مگر میرا سر تو سہرے سے خالی ہے...... یار بینا اب تو سہرا بندھوا ہی دو۔"

بینا غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اور شہاب جلدی سے بولا۔

"م...... م...... میرا مطلب ہے...... م...... م...... میں خود باندھ لوں گا۔" بینا ہنس پڑی تھی کچھ لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"شہاب آج میں بڑی سنجیدگی سے تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"اللہ اکبر یعنی مس بینا ایسی ویسی بات ہے کیا؟"

"ہاں یہی سمجھ لیں۔"

"دل تھام لوں۔"

"میں نے کہا ناں بات سنجیدگی کی ہو رہی ہے۔"

"یار ایسی کیا بات ہے کہ ہمیں سنجیدہ ہونا پڑے اور وہ بھی تمہارے سامنے۔"

"کتنی بار شہاب ایسا مرحلہ آیا ہے کہ تم نے مجھ سے اپنی مسرتوں کا اظہار کیا ہے، میں نے حالانکہ تمہیں سمجھایا بھی تھا لیکن غالباً تم نے توجہ نہیں دی۔"

"آج تو خاصی ڈانٹ ڈپٹ کے موڈ میں نظر آ رہی ہو۔"

"نہیں بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں تمہیں ڈانٹوں لیکن آج ہم ایک فیصلہ ایک

سمجھوتہ کئے لیتے ہیں۔''

''بسم اللہ۔''

''دیکھو شہاب اصل میں تم سے اتنی بے تکلف ہو گئی ہوں میں کہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ تم نے مجھے اس قدر بے تکلف کر لیا ہے کہ اب کوئی بھی بات تم سے کہتے ہوئے اُلجھن محسوس نہیں ہوتی۔''

''تو اُلجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' شہاب نے کہا۔

''میری اور تمہاری حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''

''تم مجھے زمین کہہ رہی ہو۔'' شہاب نے کہا۔

''نہیں آسمان۔'' بینا بولی۔

''اب اتنا دُور بھی نہیں ہوں تم سے کہو تو بالکل قریب آ جاؤں۔'' شہاب نے ایک قدم آگے آتے ہوئے کہا۔

''میں ہنسوں گی تمہاری باتوں پر خوب ہنسوں گی لیکن کیا تھوڑی دیر کے لئے تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔''

''بابا تو پھر کہو نا کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''شہاب تم سے کھل کر اس بات کا اقرار کر چکی ہوں کہ زندگی میں اگر شادی کرنے کو دل چاہا تو تم سے کہوں گی کہ شہاب مجھ سے شادی کر لو۔''

''اور میں سیدھا قاضی صاحب کے پاس دوڑا جاؤں گا، اب ایک بار کہہ کر تو دیکھو۔''

''نہیں کہنا چاہتی یہی تو کہنا چاہتی ہوں۔''

''واہ شعر مکمل ہو گیا کہ نہیں کہنا چاہتی یہی تو کہنا چاہتی ہوں۔''

''غیر سنجیدہ رہو مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا میں اپنے ذہن میں آنے والی بات کہے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

''اچھا خیر کہو کیا مسئلہ ہے۔''

''شہاب اس وقت تک جب تک ہم زندگی کی لطافتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ ذہنی تعلق کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلق بھی قائم کر لیا جائے۔''

''توبہ توبہ کیسی بے شرمی کی باتیں کر رہی ہو مجھ سے۔''

''تم جو چاہو کہہ لو مجھ سے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تم سے اسی زبان اسی لہجے میں بات کروں گی۔''

''اچھا خیر چلو آگے چلو۔''

''شہاب میں جانتی ہوں کہ تم بھی مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے ہو لیکن ہم جو زندگی گزار رہے ہیں شاید اس کی دلکشی ختم ہو جائے گی، جو سلگتا سا احساس ہمارے ذہنوں میں موجود ہے شادی کے بعد وہ ختم ہو جائے گا، ہم ذہنی طور پر آسودہ ہو جائیں گے اور شہاب یہ آسودگی ہمارے راستے روک دے گی۔''

''بڑی عالمانہ گفتگو کر رہی ہو۔''

''جو بھی کہو جو دل میں آ رہا ہے وہ کہہ رہی ہوں۔''

''اچھا پھر بتاؤ ہمیں کرنا کیا چاہئے۔''

''اصل میں شہاب ڈیڈی مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔''

''ارے باپ رے...... کیا ایسا کوئی خوفناک مرحلہ آ گیا تھا؟''

''ہاں باپ کی حیثیت سے سوچ رہے تھے...... امی بھی ان سے اسی موضوع پر بات کر رہی تھیں...... ڈیڈی نے مجھے طلب کیا، پہلے ایک چھوٹی سی تقریر کی اور اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے کہ شہاب کے بارے میں میری کیا رائے ہے۔''

''تو پھر۔'' شہاب خوفزدہ لہجے میں بولا۔

''بھئی صورتحال ایسی ہی تھی مجھے ان سے صاف لہجے میں بات کرنی پڑی، میں نے ان سے کہا شادی تو مجھے بے شک کرنی ہے، اس کے بارے میں شاید آپ بھی ایک بات جانتے ہیں کہ شہاب صاحب سے میری قربت ذہنی بھی اور دلی بھی جب دونوں معاملات یکجا ہو گئے ہیں تو میرے تصور میں تو شہاب ہی آ سکتے ہیں، لیکن ابھی نہ میں شادی کرنا چاہتی ہوں اور نہ شہاب۔''

''تو پھر۔''

''بس ڈیڈی تو مطمئن ہو گئے۔''

''اور امی۔''

''وہ بھی ڈیڈی نے بڑی خوش دلی سے یہ بات کہہ دی کہ اس سلسلے میں ہم دونوں قدم

آگے نہیں بڑھانا چاہتے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"واسطی صاحب زندہ باد۔" شہاب نے کہا۔

"اور اب میں تمہاری رائے پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"اب تم نے سنجیدہ کر ہی دیا ہے بینا تو میں تمہارے ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتا ہوں...... دل میں تڑپ پتا نہیں کیسے کیسے احساسات کو جنم دیتی ہے، ہم ایک دوسرے کے لئے تڑپتے رہتے ہیں بینا...... یہ تڑپ ختم ہو جائے گی شادی کرنے کے بعد، میں بھی یہی چاہتا ہوں بینا کہ جب تک ہم اس دُنیا سے جنگ کر رہے ہیں، ایک مشن پر کام کر رہے ہیں کرتے رہیں اور جب تھکن ہو تو یقین کرو میں ساری نوکری ووکری چھوڑ دوں گا...... ہم ایک پر سکون گوشے میں پناہ لیں گے اور پھر...... میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے، اگر اجازت دو تو آگے بھی کچھ کہوں...... میرا مطلب ہے بچوں وغیرہ کے بارے میں دیکھو نا اولاد کے سلسلے میں تو سوچنا ہی پڑتا ہے؟"

"خدا کی قسم شہاب میں تم پر فخر کرتی ہوں...... میں سوچتی ہوں کہ تم مجھ سے یہ ساری باتیں کہتے ہوئے سنجیدہ تو نہیں ہوتے، شہاب اصل میں...... میں تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کرنا چاہتی ہوں...... تمہاری ہر آرزو کی تکمیل میرا مسلک ہے، اگر تم کہو گے کہ بینا بس گوشہ نشین ہو جاؤ تو میں کبھی انکار نہیں کروں گی، لیکن اگر میری خواہش پوچھو تو میں یہ چاہتی ہوں شہاب سچے دل اور دماغ کی گہرائیوں کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ہم ابھی اسی طرح وقت گزار دیں۔"

"تو پھر اصل مسئلہ کیا ہے؟"

"مسئلہ تم نے اس طرح گڑبڑ کیا ہے کہ میں کیا بتاؤں۔"

"یعنی اس میں بھی کوئی دم چھلہ ہے۔"

"جی ہاں ہے۔"

"فرمائیے نہیں میرا مطلب ہے کیا دم چھلہ ہے۔"

"ثریا بھابی سے اکثر ملاقات ہو جایا کرتی ہے۔"

"مجھے نہیں بتایا تم نے اس کے بارے میں۔"

"ملاقات کا کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں تھا ابھی دو دن پہلے ملی تھیں مجھے ایک ریستوران

میں لے گئیں، چائے پینے کے دوران باتیں کرتی رہیں، تم نے جو کچھ ان سے کہا تھا اس پر تمہیں ملامت کرتی رہیں اور کچھ ایسا انداز اختیار کیا انہوں نے کہ میں تو خوفزدہ ہو گئی۔"

"کیسا انداز؟" شہاب رو دینے والے لہجے میں بولا۔

"میں نہیں جانتی اگر چھٹی حس کی بات قبول کرتے ہو تم تو میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ جیسے بھابی مجھے خاص نگاہوں سے دیکھ رہی ہوں۔"

"ان کی یہ مجال تمہیں خاص نگاہوں سے میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا بینا۔" شہاب نے کہا۔

"اب سنبھالنا ذرا اس محاذ کو۔" بینا نے کہا۔

"سوچ لیں گے اس بارے میں بھی۔" شہاب بولا۔

بینا سے ہونے والی اس گفتگو نے شہاب کے ذہن پر بڑے خوشگوار اثرات چھوڑے تھے...... حقیقت بھی یہی تھی کہ ابھی زندگی کے اس دور میں سفر ہو رہا تھا جہاں کرنے کے لئے اور بھی بہت کچھ تھا...... شہاب اور بینا دونوں کا یہی خیال تھا کہ شادی کے بعد زندگی معطل ہو جاتی ہے اور ویسے بھی جب زندگی کا دوسرا رُخ اختیار کیا جائے تو کم از کم اس میں اتنی وسعت تو ہو کہ اس سے پوری پوری دلچسپیاں حاصل کی جائیں...... بہرحال باہر کے جو بھی معاملات تھے وہ اپنی جگہ تھے...... گھر ایک گھر ہوتا ہے اور اس گھر میں سب کچھ تھا...... بینا کا خدشہ بالکل درست نکلا نعیمہ بیگم نے محاذِ جنگ کی کمان سنبھالی تھی اور اگر نعیمہ بیگم کسی محاذ کی کمان سنبھالیں تو مجال ہے کہ ڈسپلن کی کہیں بھی خلاف ورزی ہو جائے...... شہاب گھر میں داخل ہوا تو اس نے تمام تر نگاہوں کو اپنی جانب نگران پایا اور ان میں بڑی سختی تھی...... شہاب نے بچ کر نکلنے کی کوشش کی تو نعیمہ بیگم کی آواز سنائی دی۔ "آج ذرا سامنے آ ہی جا بہت بچ بچ کر نکلتا ہے مجھ سے میں نے اگر تجھ سے بچنا شروع کر دیا تو صورت کو ترس جائے گا میری۔"

"ارے ماں بی بھلا جہنم میں جانا کون پسند کرے گا...... آپ کے قدموں کے نیچے کی جنت بخدا مجھے ساری دُنیا سے زیادہ عزیز ہے۔"

"کسی تھیٹر میں اداکاری شروع کر دی ہے کیا؟ اس قدر چرب زبانی اچھی نہیں ہوتی۔"

"کمال کرتی ہیں اماں بی۔" شہاب نے کہا اور اماں بی کے قدموں میں بیٹھ گیا...... نعیمہ بیگم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مسخرا ہے پورا نہ جانے کیسی کیسی دعائیں دی ہیں تجھے..... گھر کے سارے لوگ نکما سمجھتے تھے لیکن کبھی میری آنکھوں میں تم نے کوئی فرق دیکھا۔"

"نہیں اماں بی آپ کی تو دونوں آنکھیں برابر ہیں عموماً میں نے لوگوں کی آنکھیں چھوٹی بڑی دیکھی ہیں..... کچھ لوگ بیک وقت دونوں طرف بھی دیکھ لیا کرتے ہیں اور عرف عام میں انہیں کہیں پہ نگاہیں کہیں پہ نشان کہا جاتا ہے، معاف کیجئے گا اماں بی آپ سے کس نے کہہ دیا یہ۔"

"جوتی اتاروں گی اور گن کر سر پر دس ماروں گی لیکن شہاب سنجیدہ ہو جا۔"

"کمال ہے اماں بی میں غیر سنجیدہ نظر آتا ہوں کیوں فائق بھائی آپ بتائیے۔"

"میں کچھ نہیں بولوں گا..... اب سارے معاملات اماں بی نے سنبھال لئے ہیں۔"

"جناب واثق صاحب آپ ہی بتا دیجئے۔"

"سوری سر معاملہ ہم سب کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔" واثق نے جواب دیا۔

"چلئے میں نے ہتھیار ڈال دیئے ویسے ثریا بھابی آپ سے بھی خدا سمجھے۔"

"ارے ارے واہ یہ مجھ پر کیوں نزلہ گر رہا ہے، ایک لفظ بھی نکلا ہے میری زبان سے۔" ثریا بھابی نے ناک چڑھا کر کہا۔

"معاملہ کیا ہے بھائیو تمہیں خدا کا واسطہ بتا دو۔"

"وہ لڑکی مظلوم تھی، بیوہ تھی، بچوں کی ماں تھی اور تو اس کی مدد کرتا تھا۔"

"کک، کون لڑکی۔" شہاب نے منہ پھاڑ کر کہا۔

"وہی جس کا نام بینا ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا وہ تو سرکاری ملازم ہے، اماں بی جب سے مجھے سرکاری ملازمت ملی ہے وہ بھی سرکاری ملازمت میں ہے..... سپیشل ڈیپارٹمنٹ کی ایک اعلیٰ رکن۔"

"شہاب اب تو جو کچھ بھی کہہ میں اس سے تیری شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس سے تیری شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"مگر اماں بی۔"

"ہاں ہاں کہہ دے کہ وہ شادی شدہ ہے؟"

"وہ تو نہیں ہے مگر آپ نے اس سے پوچھ لیا۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ وہ میری آفیس فیلو ضرور ہے، لیکن یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ مجھ سے شادی کرے گی۔" اماں بی کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے اور انہوں نے ثریا کی طرف دیکھا تو ثریا بھابی نے کہا۔

"حرفوں کے بنے ہوئے ہیں یہ سمجھ رہی ہیں نا اماں بی حرفوں کے بنے ہوئے اب مجھے کیا اندھا سمجھتی ہیں آپ۔"

"خدا نہ کرے ثریا بھابی اکثر آپ کی بینائی پر مجھے شک ہونے لگا ہے..... میرے خیال میں کسی اچھے ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔"

"نہیں چلے گی جناب شہاب صاحب فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ آپ کی شادی کر دی جائے۔"

"مگر بابا میری پسند کی لڑکی تو مل جانے دیں آپ۔"

"تمہاری پسند کی لڑکی بینا سے اچھی لڑکی کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"اب میں اگر کچھ کہوں گا تو آپ لوگ اسے جھوٹ سمجھیں گے یا پھر۔"

"ہاں ہاں یا پھر کیا۔"

"اصل میں بینا میری بہت اچھی دوست ہے، آپ کو پتا نہیں ہے بچپن ہی میں اس کی منگنی ہو گئی تھی، لڑکا امریکہ میں ہے..... ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے امریکہ گیا ہے اور وہاں کسی خاص شعبے میں سپیشلائزیشن کر رہا ہے..... واپس آئے گا تو ان دونوں کی شادی ہو جائے گی۔"

"ہیں۔" ثریا بھابی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا کہہ رہے ہو۔"

"اب آپ یوں کریں کہ خود بینا سے بات کر لیں بلاوجہ مجھے ذلیل کروانے سے کیا فائدہ۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے بینا اور تم۔"

"جی بینا اور میں آگے فرمائیے۔" شہاب نے کہا۔

"تم دونوں ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے۔"

"بینا سے مجھے بہت محبت ہے، اسے اگر کوئی تکلیف ہوتی ہے تو میں سینہ سپر ہو جاتا ہوں،

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں..... آپ لوگوں کی تنگ نظری انتہا کو پہنچ چکی ہے، کیا کوئی لڑکی کسی مرد کی بہت اچھی دوست نہیں ہو سکتی..... آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ وہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں..... بھابی لڑکیوں سے دوستی بھی کی جاتی ہے۔"

"خدا کی پناہ تو کیا بینا سے پوچھ سکتی ہیں۔"

"نہیں اب جب تم بتا رہے ہو مگر میں تو یہی سمجھ رہی تھی، اس کا انداز بھی کچھ ایسا ہے تمہارا نام سن کر اس کے چہرے پر سرخی سی پھیل جاتی ہے۔"

"وہ سرخی میرا نام سن کر نہیں بلکہ ٹماٹروں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔"

"اچھا بس بکواس بند کرو، سارا موڈ چوپٹ کر دیا..... تعجب کی بات ہے، پر ایک بات یاد رکھنا بینا سے پوچھوں گی ضرور چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

"آپ میرا حوالہ دے سکتی ہیں اور میں ڈرتا ہوں کسی سے خود اس نے مجھے اپنے منگیتر کے بارے میں بتایا تھا؟"

"پہلے کہہ رہے تھے کہ وہ شادی شدہ ہے، بیوہ ہے، دو بچوں کی ماں ہے، اس وقت بھی تم جھوٹ بول رہے تھے۔"

"چلئے ٹھیک ہے..... یہ بھی جھوٹ ہے، پھر کر لیجئے آپ جو کچھ بھی آپ سے کیا جا سکتا ہے۔" سب کے چہروں پر اوس پڑ گئی تھی..... نعیمہ بیگم نے ثریا بھابی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ارے ثریا ذرا معلوم تو کر لیا کرو پہلے بلاوجہ ہم لوگوں کے ذہنوں کو خراب کر دیا تھا تم نے مگر شہاب یہ تو سوچ لے اب میں تجھے کھونٹے سے باندھ کر رہوں گی۔"

"توبہ توبہ اماں بی بیوی اگر کھونٹا ہوتی ہے تو مجھے فائق بھائی پر افسوس ہے۔"

"اپنی اپنی بات کرو اپنی اپنی۔" فائق حسین نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"تو اب مجھے اجازت۔" شہاب بولا اور وہاں سے اٹھ کر چل پڑا، اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی، ایک نئے کھیل کا آغاز ہو چکا تھا..... ویسے بینا سنے گی تو شہاب کی جان کو آ جائے گی..... شہاب نے بلاوجہ شاکر کا کھیل کھیل دیا تھا، بہر حال اس قسم کے معاملات تو چلتے ہی رہتے تھے اور اسے کبھی کبھی ان معاملات میں بہت دلچسپی محسوس ہوتی تھی۔

❀ ❀ ❀

ویسے گل خان کے اس کیس کو نمٹانے کے بعد کوئی اور کیس اس کے ہاتھ نہیں آیا تھا..... آئی جی نادر حیات صاحب سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور وہ اس سے اس کی خیریت پوچھتے رہتے تھے..... انہوں نے ایک بار اسی کے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اپنے لئے اپنے شایان شان واقعات ڈھونڈنے کی کوشش نہ کیا کرو..... شہاب جرم چاہے کتنا ہی معمولی ہو جرم ہوتا ہے اور جرم کو پکڑنا اور مجرم کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانا انتظامیہ کے ہر افسر کا فرض ہوتا ہے..... میں نے تمہیں پہلے بھی اجازت دی تھی کہ اپنے طور پر تمام تھانوں کا جائزہ لے کر جو کچھ بھی کر سکتے ہو کرتے رہو، ہم اپنا مشن ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتے ہیں۔" شہاب نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"جناب عالی تھانوں میں انسپکٹر ہوتے ہیں ان کی تحویل میں ان کے اپنے تھانے ہوتے ہیں، میں اگر کسی انسپکٹر کے ساتھ مل کر اس کے کام میں اس کی مدد کروں تو آپ کے خیال میں مجھے اس کی رپورٹ آپ کو پیش کرنی چاہئے۔"

"اگر تم مجھے قابل اعتماد سمجھتے ہو تو مجھے رپورٹ ضرور پیش کیا کرو، کیونکہ میں اسے تمہارے ریکارڈ میں شامل رکھنا چاہتا ہوں۔"

"میرے ریکارڈ میں۔" شہاب نے خوشگوار حیرت سے کہا۔

"شہاب شاید لوگوں کے خیال کے مطابق یہ درست ہی ہوتا ہو کہ جس کی تعریف کرنا ہو تو اس کے منہ پر نہ کی جائے، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ تصور کیوں قائم کر لیا گیا ہے کہ تمہاری پسند کا کوئی بھی شخص اگر تمہارے پسندیدہ عمل کرتا ہے تو تم پر لازم ہے کہ اس کی تعریف کرو میں لوگوں کے اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا اور اس وقت اگر تمہاری تعریف

کرتے ہوئے اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ مجھے اس قدر اپنا لگتا ہے سمجھ ہوں کہ میری جوانی واپس لوٹ آئی ہے اور تمہاری شکل میں سرگرم عمل ہے، ایسی صورت میں اگر میری کسی خواہش کی تکمیل ہو جائے تو کوئی حرج ہے۔" شہاب نے ممنونیت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اتنا بڑا اعزاز دے رہے ہیں آپ مجھے کہ شاید میں اسے برداشت نہ کر سکوں۔"

"یہ اعزاز نہیں ہے میرے جذبات ہیں جن کا اظہار میں نے تمہارے سامنے کر دیا ہے۔"

"میں ان جذبات اور اس اظہار کی روشنی میں اپنے لئے راستے منتخب کروں گا، یقینی طور پر جو بہت فائدہ مند ہوں گے...... میرے لئے بہرحال آپ کے حکم کی تعمیل میں، میں ایک رپورٹ آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔" پھر شہاب نے اس کیس کی رپورٹ نادر حیات صاحب کو پیش کر دی تھی اور وہ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

"یعنی تم ایسے چھوٹے چھوٹے چٹکلے بھی کرتے رہتے ہو؟"

"سر بے حد ضروری ہے۔"

"یقیناً میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" نادر حیات صاحب نے کہا بہرحال شہاب کو نادر حیات صاحب کے الفاظ پر خوشی ہوئی تھی، درحقیقت کسی کو کسی کی محنتوں کا ثمر اگر اس انداز میں ملتا ہے تو وہ اس کی کاوشوں کا انعام ہوتا ہے اور آئی جی نادر حیات صاحب شہاب کے سلسلے میں ہمیشہ فراخ دلی سے کام لیتے تھے، بہرحال شہاب خود بھی بے کار بیٹھنے کا عادی نہ تھا...... اکثر تھانوں کا گشت کرتا رہتا تھا...... اب اس کے لاتعداد شناسا پیدا ہو گئے تھے اور اس کی فطرت کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی تھیں کہ شہاب کس طبیعت کا انسان ہے وہ اس سے خوفزدہ بھی رہتے تھے، بہت سے تھانوں میں اس کی وجہ سے احساسات کا آغاز بھی ہو گیا تھا کیونکہ سپیشل ڈیوٹی آفیسر ہونے کی وجہ سے شہاب ہر تھانے کے معاملات میں مداخلت کر سکتا تھا، اس نے اپنے بہت سے شناساؤں میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا تھا اور کہا تھا۔

"دیکھو دوستو! فرض کسی بھی نوعیت کا ہو صرف فرض ہوتا ہے...... حکمرانی حکمرانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے، تھانوں میں بیٹھ کر اپنے آپ کو ملک کا سربراہ سمجھ لینا یا عدالت عالیہ کا سربراہ سمجھ لینا میں سمجھتا ہوں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے اور اگر ایسا سمجھ کر جو اقدامات کئے جاتے ہیں میرے اپنے حساب سے وہ غلط ہیں، کیونکہ قانونی طور پر وہ اقدامات غلط ہیں اس

لئے میں اس کا مجاز ہوں کہ ایسے اقدامات پر سزا دوں چنانچہ آپ لوگ میری مدد کیجئے اور خیال رکھئے کہ اپنے طور پر ایسے فیصلے نہ کرنے پائیں جن سے ہماری خدمت کی مثال کو نقصان پہنچے۔" اس رات بھی مختلف معاملات سے گزرنے کے بعد شہاب خاصی دیر تک بینا کے ساتھ رہا تھا...... عدنان واسطی کا گھرانہ اس کے لئے اپنے گھر جیسا ہی تھا...... بینا جیسی صاف ستھری طبیعت کی لڑکی نے جیسے کھل کر جن الفاظ میں اپنی کیفیت کا اظہار کیا تھا وہ شہاب اس سے انتہائی مطمئن ہو گیا تھا، واقعی زندگی کا کھیل جب سکون کا رخ اختیار کر لیتا ہے تو اس میں وہ تپش وہ تندہی نہیں رہتی، جو انسان کو رواں دواں رکھتی ہے...... محبت کا بھی ایک انداز ہے، پا لینے کے بعد جستجو ختم ہو جاتی ہے اور جو چیز ختم ہو جائے وہ بہرحال نقصان میں شمار کی جا سکتی ہے...... بینا کا معاملہ بھی بہت عمدگی سے چل رہا تھا، کچھ عرصے کے بعد جب ذہنی تپش شدید ہو گی تو بینا کا حصول کوئی مشکل امر نہیں ہو گا...... واسطی صاحب بھی اس بات سے اتفاق کرتے تھے ورنہ کبھی نہ کبھی اس کا اظہار شہاب کے سامنے ضرور ہوتا۔

❁

رات زیادہ گہری تو نہیں ہوئی تھی لیکن موسم اور ماحول کچھ ایسا تھا کہ سڑکیں سنسان ہو گئی تھیں اور اس وقت شہاب ایک سنسان سڑک سے گزر رہا تھا کہ عقب نما آئینے میں اس نے ایک کار کی تیز روشنیاں دیکھیں، ایک لمحے میں اس نے اندازہ لگا لیا کہ کار کی رفتار طوفانی ہے اور وہ انتہائی برق رفتاری سے ادھر آ رہی تھی...... شہاب نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا تھا اور اس کے بعد اس نے اپنی کار ایک سائیڈ پر کر لی لیکن رفتار تیز رکھی تھی تاکہ اس کار کا تعاقب کیا جا سکے، پیچھے سے آنے والی کار کسی بے لگام گھوڑے کی مانند اس کے قریب سے زن سے گزر گئی...... شہاب نے فوراً ہی اپنی کار کا ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبا دیا تھا...... شہاب کی کار نے ایک جھٹکا لیا اور پھر اسی رفتار سے اس کے پیچھے دوڑنے لگی، شہاب نے ڈپر دے کر لائٹیں تیز کیں اور ایک لمحے میں اس کار کا نمبر اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا، کیونکہ دوسرے لمحے اس کار کا شہاب کی کار سے فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا...... نجانے کون جنونی تھا جس نے اپنی بھی زندگی خطرے میں ڈالی تھی اور آگے نجانے کس کی زندگی خطرے میں ڈالنے والا تھا...... بہرحال شہاب بھی انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنی کار ڈرائیو کرنے لگا...... رابسن روڈ کے چوراہے پر تیز چرچراہٹ کے ساتھ کار مڑی...... ڈرائیور بہرحال خاصا ماہر معلوم ہوتا تھا کہ

لیکن رابسن روڈ کے کارنر پر شاید کوئی ٹریفک سارجنٹ ڈیوٹی پر موجود تھا...... دوسرے لمحے شہاب نے سائرن آن ہونے کی آواز سنی، پہلے فوراً ہی اس نے پولیس موٹر سائیکل کو اس کار کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا...... سارجنٹ کی موٹر بائیک خاصی اسپیڈ والی تھی، خصوصاً ایسی تیز رفتار گاڑیوں کا تعاقب کرنے کے لئے یہ گاڑیاں ٹریفک سارجنٹ کو دی گئی تھیں، چنانچہ اب شہاب اور اس کار کے درمیان ٹریفک سارجنٹ کی موٹر بائیک تھی...... شہاب نے اپنی کار کی رفتار کو کنٹرول کر لیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ٹریفک سارجنٹ اس کار کو کنٹرول کرلے گا لیکن اس تیز رفتاری سے کار دوڑانے والا کوئی خطرناک شخص بھی ہو سکتا تھا اور ٹریفک سارجنٹ کو اس سے خطرہ بھی پیش آسکتا تھا، مثلاً یہ بھی ممکن تھا کہ کار کوئی جرم کر کے فرار ہو رہی ہو اور ٹریفک سارجنٹ کا پیچھا کرنا ان لوگوں کے لئے ناخوشگوار ہو چنانچہ اس پر فائرنگ کردی جائے...... ان تمام باتوں کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے شہاب نے اپنی کار کی رفتار مناسب اور سڑک کے عین درمیان اسے ڈرائیو کرنے لگا، اس کی تیز نگاہیں دُور دُور تک دیکھ رہی تھیں لیکن بہر حال اپنی کار کی رفتار کنٹرول کرنے کے بعد اس کا ان دونوں گاڑیوں سے کافی فاصلہ ہو گیا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کی نگاہوں سے اُوجھل ہو گئیں، لیکن پھر بھی شہاب انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا، پھر خاصی دُور اسے روشنی نظر آئی لیکن یہ روشنی! شہاب کا پاؤں ایک دم بریک پر جا پڑا، اسے یہ محسوس ہوا کہ جیسے کچھ ہو گیا ہے...... وہ تیزی سے گاڑی دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور اس کا اندازہ بالکل درست نکلا...... موٹر بائیک کی روشنی جتنی بلندی پر ہونی چاہئے تھی اتنی بلندی پر نہیں تھی، بلکہ وہ زمین سے لگی لگی محسوس ہو رہی تھی، اس کا مطلب ہے کہ ٹریفک سارجنٹ کو کوئی حادثہ پیش آچکا ہے...... شہاب نے اپنی کار وہاں لے جاکر روک دی، دوسرے لمحے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے...... کار نے یقینی طور پر ٹریفک سارجنٹ کو روند ڈالا تھا...... شہاب صورت حال کا اندازہ لگانے لگا...... ٹریفک سارجنٹ نے کار کو آگے سے جاکر روکنے کی کوشش کی ہوگی، پہلے اس نے ظاہر بات ہے کہ سائیڈ سے روکنا چاہا ہوگا لیکن کار نہیں رُکی ہوگی تو ٹریفک سارجنٹ نے اسپیڈ بڑھا کر اس کو آگے سے روکنا چاہا ہوگا لیکن تیز رفتار کار اسے روندتی ہوئی گزر گئی تھی...... پوری سڑک پر شیشے بکھرے ہوئے تھے، کئی رنگین شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور ٹریفک سارجنٹ موٹر بائیک سے کوئی پچاس گز آگے زمین پر پڑا ہوا تھا، اصل میں شہاب نے پہلی نگاہ میں اسے نہیں دیکھا

کیونکہ اسے خیال تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تھوڑے بہت فاصلے پر پڑا ہوگا لیکن موٹر بائیک سے اس کا اتنا طویل فاصلہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ کار نے کتنی قوت سے اسے ٹکر ماری ہے، اب اس کار کا تعاقب تو بے کار ہی تھا...... ٹریفک سارجنٹ کی طرف توجہ دینی تھی، چنانچہ شہاب نے شیشوں کی پرواکئے بغیر سائیڈ سے کار نکالی اور سارجنٹ کے قریب پہنچ گیا جو زمین پر تڑپ رہا تھا...... یہ ایک تندرست و توانا آدمی تھا...... پولیس کی وردی میں تھا لیکن پوری وردی خون سے تربتر ہو رہی تھی...... شہاب نے جھک کر اسے دیکھا، اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے...... ٹریفک سارجنٹ کے دونوں بازو جھول گئے تھے، دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں، چہرہ بھی بری طرح زخمی ہوا تھا...... ظاہر ہے دوسرے اعضاء کی کیفیت اس سے مختلف نہیں ہوگی...... شہاب کے جبڑے بھنچ گئے...... بہر حال اب دیر کرنا بے مقصد تھا، چنانچہ اس نے پھرتی سے اپنے لباس وغیرہ کی پرواکئے بغیر سارجنٹ کو بازوؤں میں اٹھایا اور بمشکل تمام کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا پھر اس کی کار کی رفتار بھی اس خطرناک رفتار والی کار سے کسی طرح کم نہیں تھی، لیکن وہ ایک مجرمانہ عمل تھا اور یہ ایک انسانی زندگی بچانے کی کوشش کیونکہ شہاب اس وقت سادہ لباس میں تھا اور سادہ لباس میں وہ جب بھی ہوتا تھا تو کھلنڈرا سا نوجوان آدمی لگتا تھا، لیکن بہر حال صورت حال اس وقت بالکل مختلف تھی، اس نے سول ہسپتال کا ہی رُخ کیا تھا...... رات کا وقت تھا...... ڈیوٹی ڈاکٹر بقول شخصے عیش کر رہے تھے...... شہاب سول ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوا اور اس نے فوراً ہی ایمرجنسی کے لئے رابطہ قائم کیا...... وارڈ بوائے اسے حاصل ہوگئے اور وہ اسٹریچر لے کر شہاب کی کار کے پاس آگئے، ان کی مدد سے شہاب نے ٹریفک سارجنٹ کو اسٹریچر پر ڈالا اور وارڈ بوائے کو ایمرجنسی وارڈ میں لے جانے کے لئے کہا پھر وہ دوڑتا ہوا ڈیوٹی روم میں پہنچ گیا، جہاں سے کافی کی سوندھی سوندھی سی خوشبو اُٹھ رہی تھی...... تین ڈاکٹر اور دو نرس ڈیوٹی پر تھے، ہنسی مذاق ہو رہے تھے...... ڈاکٹروں نے تشویش زدہ نگاہوں سے شہاب کے خون آلود لباس کو دیکھا اور بولے۔

"کیا ہو گیا بھائی جان؟ کیا کسی ٹرک کو ٹکر ماردی ہے؟"

"فوراً اٹھ جائیے ایک بہت ایمرجنسی کیس ہے۔" شہاب نے سرد لہجے میں کہا۔

"گڈ ویری گڈ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی بیٹھئے آپ کو کافی پیش کی جائے۔"

"ڈاکٹر سن نہیں رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔"

"ارے بھئی زخمی کون ہے تم ہو یا کوئی اور ہے؟"

"جو کوئی ہے آپ جلدی چل کر اسے دیکھئے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اس حکم کی تعمیل کس حیثیت سے کرنا ہو گی۔"

ایک ڈاکٹر نے مسخرے پن سے کہا اور شہاب ایک قدم آگے بڑھا، اس نے ڈاکٹر کا گریبان پکڑ کر اس کو کھڑا کیا اور زور سے ڈیوٹی کیبن سے اسے دھکیلتا ہوا باہر لے چلا، دو ڈاکٹر اسے دیکھ کر پیچھے لپکے تھے، نرسیں بھی حیران رہ گئی تھیں، پیچھے آنے والے ڈاکٹر چیخ رہے تھے۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے...... تم...... تم دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا غنڈہ گردی کرنے آئے ہو۔" وہ لوگ نجانے کیا کیا باتیں کرتے رہے، لیکن شہاب ڈاکٹر کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ایمرجنسی وارڈ کی جانب لے چلا...... پیچھے آنے والے ڈاکٹروں نے شہاب پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی تھی اور اسے عقب سے پکڑنا چاہا تھا لیکن شہاب نہ رکا لباس تو خراب ہو ہی چکا تھا ان لوگوں نے اور لباس کو خراب کر دیا تھا...... ایمرجنسی وارڈ میں آنے کے بعد شہاب نے ڈاکٹر کو زخمی سارجنٹ کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"اگر اسے کوئی نقصان پہنچا ڈاکٹر تو میں تم پر قتل کا جرم عائد کر دوں گا اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں میں کہ تمہیں سزائے موت دیئے بغیر نہیں رہوں گا، میں سمجھ رہے ہو میری بات۔"

شہاب کے لہجے کی غراہٹ کچھ اس انداز کی تھی کہ دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی، ڈاکٹر نے کہا۔

"ارے واہ مم مم کیا میں نے اسے مارا ہے...... ارے یہ تو پولیس کی وردی میں ہے تو یہ کوئی یہ کوئی۔" اب ڈاکٹر کو سنبھلنا پڑا تھا...... عقب سے آنے والے دونوں ڈاکٹر اور نرسیں بھی سنبھل گئے تھے۔

"اس وقت میں کسی قسم کا تعارف نہیں کرانا چاہتا ڈاکٹر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے فرائض کس طرح سرانجام دیتے ہو؟"

"ٹھیک ہے وہ تو ہم دے ہی لیں گے لیکن تمہیں اپنی تمام حرکات کی جوابدہی کرنا ہو گی۔"

"جوابدہی کے لئے میں خود یہاں موجود ہوں۔"

"کیا تمہاری گاڑی سے ٹکر لگی ہے اسے؟"

"پھر فضول بکواس کی۔"

شہاب نے غرا کر کہا اور ڈاکٹر، نرسوں وارڈ بوائے کو ہدایات دینے لگا...... فوراً ہی ٹریفک سارجنٹ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا...... شہاب نے خود ان کا تعاقب کیا، لیکن چونکہ ڈاکٹروں سے اس کی ذرا چل چکی تھی، چنانچہ اسے آپریشن تھیٹر میں داخل ہونے سے روکا گیا...... شہاب نے آہستہ سے کہا۔

"ڈاکٹر جس طرح آپ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں، میری بھی ڈیوٹی ہے...... پلیز یہ دیکھ لیجئے اس کے بعد جو بدتمیزی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔" شہاب نے اپنا کارڈ نکال کر ایک ڈاکٹر کے سامنے کر دیا...... ڈاکٹر نے غصیلی نگاہوں سے کارڈ کو دیکھا، پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور پھر اس کا چہرہ ست ہو گیا۔

"سر، سر، مم، معاف کر دیجئے گا سوری سر سوری۔"

"نہیں ڈاکٹر آپ اپنا فرض پورا کیجئے، پلیز اسے جس طرح بھی ممکن ہو سکے بچایا جائے اور اس کے بعد ڈاکٹروں کی مستعدی دیکھنے کے قابل تھی...... ایک ایک شخص دوڑ رہا تھا...... کام کر رہا تھا اور شہاب پتھرایا ہوا ایک گوشے میں کھڑا ہوا ٹریفک سارجنٹ کو دیکھ رہا تھا، جسے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہوئے بے دردی سے کچل کر ہلاک کر دیا گیا تھا...... پولیس پر سینکڑوں الزامات لگائے جاتے ہیں، کہیں ان پر تشدد کی باتیں ہوتی ہیں، کہیں ان پر رشوت خوری کے الزامات لگائے جاتے ہیں...... بے شک ایسا ہوتا ہے لیکن یہ تو ہر محکمے میں ہوتا ہے، جس کو جہاں موقع ملتا ہے کہ ہر انسان کسی نہ کسی شکل میں اس سے آشنا ہونے کی کوشش کرتا ہے، لیکن پولیس کے فرائض بھی تو دیکھے جائیں اب یہ ٹریفک سارجنٹ تیز رفتاری کی وجہ سے اس کار کے پیچھے لگا تھا اور اسے زندگی سے محروم کر دیا گیا، کس قدر دلدوز بات تھی، نجانے بیچارہ گھر سے کب نکلا ہو گا، ظاہر ہے نوکری پر آیا تھا...... بیوی اور بچے اس کے منتظر ہوں گے کہ ڈیوٹی ختم کر کے وہ گھر پہنچے لیکن سنگ دلوں نے اسے زندگی سے محروم کر دیا تھا...... شہاب سنجیدگی سے ڈاکٹروں کی کارروائی دیکھتا رہا، ایک ڈاکٹر نے اسے کرسی لا کر دی تھی اور بیٹھنے کے لئے کہا تھا لیکن شہاب نے اس پر توجہ نہیں دی تھی...... ڈاکٹر اب پوری طرح مستعد ہو گئے تھے اور اس طرح بھاگ بھاگ کر کام کر رہے تھے کہ دیکھنے کے قابل تھا،

لیکن تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر نے شہاب کے قریب پہنچتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"افسوس۔"

"انتقال ہو گیا۔" شہاب نے سوال کیا۔

"جی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

شہاب کے جبڑوں کے مسلز کچھ لمحے کے لئے اُبھرے اور اس کے بعد وہ پرسکون ہو گیا، پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس نے ڈاکٹر سے کہا۔

"اس کی جیب سے جو کچھ برآمد ہوا ہے؟"

"جی یہ رکھا ہوا ہے۔" ڈاکٹر نے ایک طرف اشارہ کیا...... شہاب نے سارجنٹ کا سروس کارڈ دیکھا اور اس سے اسے اس کا نام معلوم ہوا...... سارجنٹ کا نام اشتیاق علی تھا، باقی دوسرے کاغذات بھی شہاب نے دیکھے اور پھر کہا۔

"آپ اپنے فرائض کے مطابق انہیں پیک کر لیجئے، اب یہ آپ کی ملکیت ہیں...... میرا کارڈ آپ نے دیکھ لیا ہے، اگر آپ چاہیں تو میرا نام پتا بھی درج کر سکتے ہیں...... آپ نے اپنی کوششیں کیں، اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"آفیسر تھوڑا سا Miss Behave بھی ہوا ہے آپ کے ساتھ، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے نظر انداز کر دیں، اصل میں ہم لوگ بھی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے...... آپ براہ کرم لاش کو اپنے اصولوں کے مطابق محفوظ کیجئے گا...... میں ذرا علاقے کے پولیس اسٹیشن کو فون کرنا چاہتا ہوں۔"

"تشریف لائیے۔" ایک ڈاکٹر نے اس کی رہنمائی کی، شہاب نے علاقہ انچارج کو فون کیا جو تھانے میں دستیاب ہو گیا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"کون بول رہا ہے۔" دوسری طرف سے ایک کڑک دار آواز سنائی دی۔

"شہاب ثاقب آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی۔" شہاب نے نرم لہجے میں کہا اور یوں محسوس ہوا جیسے تھانہ انچارج فون پر ہی Attention ہو گیا ہے۔

"سر حکم...... سر حکم...... سر بندہ خادم ہے حکم سر۔"

"علاقہ نوٹ کرو تمہارا علاقہ ہے، وہاں ایک ٹریفک سارجنٹ کو ٹکر مار کر ہلاک کر دیا گیا

ہے...... میں اس وقت وہاں سے گزر رہا تھا کہ یہ حادثہ ہوا...... لاش کو میں سول ہسپتال لے آیا ہوں...... یہاں آ کر اسے اپنی تحویل میں لے لو، باقی تمام معاملات تم اگر چاہو تو یہاں آ کر مجھ سے طے کر سکتے ہو یا پھر موقع واردات پر۔"

"سر آپ نے بہت اچھا کیا مجھے اس بارے میں اطلاع دی، علاقے کی موبائل نمبر 70 اس طرف جا چکی ہے، کہیں سے تھانے کو اطلاع دی گئی تھی...... موٹر بائیک پڑی ہوئی ہے، میں بس وہیں جانے کی تیاریاں کر رہا تھا، سر آپ جیسا حکم دیں۔"

"تو پھر ایسا کرو یہاں کچھ ذمہ دار ایس آئی بھیج دو اور تم موقع واردات کی جانب چلو میں خود بھی وہیں آ رہا ہوں۔"

شہاب نے کہا۔

"یس سر، یس سر۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

شہاب نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چل پڑا، لیکن افسوس بہت سے ایسے جذبات اس کے سینے میں موجزن تھے...... کار ڈرائیو کرتے ہوئے وہ اسی حادثات کے بارے میں سوچ رہا تھا...... حادثہ کرنے والی کار کا نمبر اس کے ذہن میں محفوظ تھا اور احتیاطاً اس نے اسے ایک کاغذ پر نوٹ بھی کر لیا تھا، تاکہ کہیں ذہن سے نکل نہ جائے...... کار کے بارے میں معلومات صبح کو بھی ہو سکتی تھی...... اس لئے اس نے کوئی جدوجہد نہیں کی اور کار کو ڈرائیو کرتا ہوا آخر کار اس جگہ پہنچ گیا جہاں واقعی دو موبائل اور دو ٹریفک سارجنٹ موجود تھے...... پولیس والوں نے سڑک کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اور ٹریفک کو وہاں سے گزرنے سے روک دیا تھا...... ویسے بھی اس سنسان سڑک پر بالکل ٹریفک نہیں تھی...... اکادکا گاڑی آجاتی تھی تو پولیس والے اسے متبادل راستہ بتا دیتے تھے...... پوری سڑک کے گرد اینٹیں لگا دی گئی تھیں۔

شہاب وہاں پہنچا تو تھوڑی دیر بعد تھانے کا انچارج بھی اپنی جیپ میں وہاں پہنچ گیا...... روشنیاں کر دی گئیں، خاص طور سے اس کا انتظام کر کے چلا گیا تھا...... لائٹوں کو گاڑیوں کی بیٹری سے منسلک کر دیا گیا تھا اور وہ پورے علاقے کا احاطہ کر رہی تھیں...... شہاب انچارج کے ساتھ احتیاط سے سڑک کے ایک ایک حصے کا معائنہ کرنے لگا...... ٹوٹی ہوئی موٹر سائیکل کے علاوہ وہاں کار کی ہیڈ لائٹس اور پلاسٹک کے کچھ ٹکڑے بھی پڑے ہوئے تھے

جنہیں شہاب کے اشارے پر نشان زدہ کردیا گیا اور یہ تمام کارروائی خاصی دیر تک جاری رہی تھی...... شہاب نے تھانہ انچارج کو بتایا کہ ٹریفک سارجنٹ کا نام اشتیاق علی ہے اور وہ اپنی ڈیوٹی پر تھا...... اس نے تیز رفتار کار کو روکنے کی کوشش کی تھی اور اس کا تعاقب کیا تھا...... پھر وہ کار کے آگے آیا تو کار ڈرائیور نے اسے ٹکر مار دی۔

"سر آپ؟"

"ہاں میں بہت پیچھے تھا، میں نے یہ حادثہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن حادثے کے فوراً بعد میں سب سے پہلا آدمی تھا جو سب سے پہلے جائے حادثہ پر پہنچا۔"

"تب پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"نہیں اب تمام چیزوں کا نقشہ وغیرہ ترتیب دے لو، ظاہر ہے یہ سب کچھ بے کار ہے...... کار کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اپنی تحویل میں لے کر انہیں سیل کر لو تاکہ تحقیقات میں کام آئیں۔"

"سر میرا نام جواد بیگ ہے اور میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں...... سر آپ اس سلسلے میں میرے رہنما رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے جواد بیگ بات صرف اپنے فرض کی نہیں ہے، ایک انسانی زندگی کی بھی ہے اور اس مجرم وجود کی بھی جس نے انسانی اقدار کو اس طرح پامال کیا ہے۔"

"سر کیا بتایا جائے انسان اس قدر جنون کا شکار ہو گیا ہے کہ زندگی کی کوئی قیمت اس کی نگاہوں میں نہیں رہی۔"

"بس انسپکٹر کیا کیا جا سکتا ہے، تو پھر مجھے اجازت میرا لباس بھی خون آلود ہو رہا ہے۔"

"سر آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟" انسپکٹر نے از راہ ہمدردی پوچھا۔

"نہیں چوٹوں کا کیا ہے دل پر تو ہزاروں چوٹیں لگتی ہیں، لیکن کیا کیا جائے ویسے تو میں زخمی نہیں ہوں، یہ خون تو اس جانباز کا ہے جس نے اپنا فرض سرانجام دیتے ہوئے اپنی زندگی قربان کر دی۔"

"سر ہم مجرم کو ایسی سزا دیں گے کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔" انسپکٹر نے نمبر بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے انسپکٹر مجھے اجازت، ویسے میرا یہ کارڈ رکھ لو...... میری جہاں بھی ضرورت ہو،

ویسے میں تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"جی سر آپ اطمینان رکھیں۔" اس کے بعد شہاب وہاں سے واپس چل پڑا تھا...... طبیعت پر بہت اضمحلال طاری ہو گیا تھا...... وہ جانتا تھا کہ جس کی زندگی کا چراغ گل ہوا ہے نہ جانے کتنے افراد اس سے منسلک ہوں گے...... بہت دلیر تھا...... بڑے بڑے خطرناک معاملات میں کودنا اس کا پسندیدہ شوق تھا، لیکن ایسے کسی المیئے کو برداشت کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی، دل تو یہ چاہتا تھا کہ ابھی اشتیاق علی کے گھر جا کر اس کے اہل خاندان کو خبر دے لیکن وہ اپنے چہرے کو اس انداز میں کالا نہیں کرنا چاہتا تھا...... ظاہر ہے ان بے چاروں کو خبر بھی ملے گی اور اس کے بعد وہ اپنے غم واندوہ کا اظہار بھی کریں گے، لیکن شہاب اپنے طور پر یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا...... البتہ اس وقت اپنے گھر بھی جانا مناسب نہیں تھا جو کیفیت اس کی ہو رہی تھی اسے دیکھ کر گھر میں کہرام مچ جاتا، اس کی تو ڈیوٹی تھی ایسے معاملات میں لیکن گھر والے ظاہر ہے اس سے واقفیت نہیں رکھتے تھے، چنانچہ کریم سوسائٹی کی کوٹھی ہی میں اس وقت جانا مناسب تھا...... تھوڑی دیر کے بعد کار کریم سوسائٹی پہنچ گئی، جوہر خان نے حیرت سے شہاب کو دیکھا اور جب شہاب کار سے اترا تو جوہر خان چیخ پڑا۔

"آپ...... آپ...... آپ؟"

"نہیں جوہر خان میں زخمی نہیں ہوں بلکہ ایک زخمی کو ہسپتال لے جانے کی وجہ سے یہ خون میرے جسم پر لگا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے صاحب۔" جوہر خان نے کہا...... شہاب اندر داخل ہو گیا تھا...... اس نے کہا۔

"جوہر خان میرے کپڑے تو یہاں موجود ہیں، کیا ایک لباس دے سکتے ہو مجھے؟"

"آپ غسل خانے جاؤ صاحب میں لباس لے کر آتا ہوں۔" جوہر خان نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد شہاب لباس تبدیل کر کے نکل آیا...... جوہر خان اس کا منتظر تھا...... شہاب نے کہا۔

"بس جوہر خان بس کبھی کبھی تمہیں اس انداز میں بھی تکلیف دے دی جاتی ہے، اس سلسلے میں تم سے بہت سی معذرت۔"

"صاحب آپ کیسی بات کرتے ہو...... جوہر خان تو آپ کا غلام ہے...... تنخواہ یا

آسائشوں کی وجہ سے غلام نہیں ہے صاحب...... یہ غلامی جوہر خان کے دل میں پل رہی ہے......وہ آپ کی جس طرح قدر کرتا ہے صاحب آپ نہیں جانتے۔"

"میں جانتا ہوں جوہر خان اور اس کی وجہ شاید تم نہیں جانتے۔"

"جی صاحب۔"

"تمہارے اندر ایک اتنا اچھا انسان آباد ہے کہ اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ بہت بڑی بات ہے جوہر خان کہ وقت کسی کو برائیوں کے راستے پر لے جائے اور وہ اس راستے سے اس طرح واپسی اختیار کر لے کہ لوگ حیران رہ جائیں۔"

"آپ کی محبت ہے صاحب اور اب تو میں وہ سب کچھ بھول گیا ہوں، اب تو یہ لگتا ہے جیسے میں اسی کوٹھی میں پیدا ہوا ہوں اور یہیں میں نے باقی زندگی گزاری ہے...... آپ جیسے محبت کرنے والے انسانوں کے درمیان۔"

"اچھا جوہر خان پھر مجھے اجازت۔"

"نہیں صاحب، اتنی رات کو آپ جس انداز میں یہاں آئے ہیں اس کے بعد میں جانتا ہوں کہ آپ تھکے ہوئے ہیں...... کافی بن رہی ہے صاحب، کافی لاؤں یا چائے۔"

"ارے کیا واقعی۔"

"ہاں صاحب پانی چڑھا ہوا ہے...... ابھی آپ کو میں کافی یا چائے پیش کر سکتا ہوں۔"

"زندہ باد جوہر خان، پھر کافی پلاؤ جب اتنی تکلیف کی ہے تو ذرا معاملہ کچھ مزیدار ہونا چاہئے۔" شہاب نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوہر خان نے گردن ہلادی...... بہر حال یہ سارے واقعات بڑے سنسنی خیز تھے...... ایک طرف شہاب کے دل میں اداسی تھی اور دوسری جانب یہ تجسس بھی تھا کہ وہ کون دیوانہ تھا جس نے ایک انسانی زندگی کو اتنی آسانی سے ختم کر دیا۔

❋

پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا دیو قامت شخص بس ایک لمحے کے لئے سیدھا ہوا تھا لیکن اسٹیرنگ پر بیٹھی ہوئی خوب صورت لڑکی نے اس حادثے پر کوئی توجہ نہیں دی تھی...... اس نے کار کو تھوڑا سا ریورس کیا اور پھر شیشوں پر سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ گئی...... کار کے ایک سائیڈ کی ہیڈ لائٹ ٹوٹ گئی تھی...... ڈیکوریشن کا شیشہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا تھا لیکن الٹرا ماڈرن

لڑکی کو شاید یہ احساس بھی نہیں تھا کہ سارجنٹ کی موٹر بائیک کو ٹکر مارنے کی وجہ سے سارجنٹ جتنے فاصلے پر جاکر گرا ہے اسے جسمانی طور پر نقصان بھی پہنچ سکتا ہے...... لڑکی بے حد خوب صورت اور انتہائی متناسب جسم کی مالک تھی...... جدید ترین لباس پہنا ہوا تھا...... آنکھوں میں گہری سرخی چھائی ہوئی تھی اور بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اس حادثے کی ذرا برابر پروانہ ہو...... غلطی ٹریفک سارجنٹ کی تھی، پہلے اس کے برابر چلتا رہا اور اسے چیلنج کرتا رہا کہ اسپیڈ میں وہ اس سے پیچھے نہیں ہے...... بھلا ہما یہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ کوئی اسے روکنے کی کوشش کرے...... پھر ٹریفک سارجنٹ نے پوری قوت سے موٹر بائیک آگے نکالی اور پھر اسے سڑک کے درمیان ٹیڑھا کر کے کھڑا ہو گیا، لیکن اتنی دیر میں ہما کی کار اس کے سر پر پہنچ چکی تھی...... ہما نے اسی سپیڈ سے اسے ٹکر ماری اور خود اس کی گاڑی بھی لہرا کر رُک گئی...... سارجنٹ بہت دُور جاکر گرا تھا...... شیشے ٹوٹے تھے...... ایک طرف کی لائٹ بند ہو گئی تھی...... ہما نے اس بات کی پروا کئے بغیر کہ سارجنٹ کے ساتھ کیا ہوا ہے...... کار تھوڑی سی ریورس کی تھی اور اس کے بعد اسے سائیڈ سے نکال کر پھر اسی رفتار سے چل پڑی تھی...... پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے جب یہ دیکھا کہ قیمتی کار کے انجن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے تو وہ پھر پچھلی سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا...... ہما کو چھیڑنے کا نتیجہ جانتا تھا...... اس خونخوار لڑکی سے ایک لفظ بھی اس کی مرضی کے خلاف کہنا، زندگی کھو دینے کے مترادف تھا...... کار سڑکیں طے کرتی رہی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ عقب کی طرف سے کوئی اور تعاقب تو نہیں کیا جارہا، پھر کار ایک انتہائی شاندار کوٹھی کے گیٹ کے پاس جاکر رُکی چوکیدار نے گیٹ کھولا اور اسی رفتار سے پیچھے ہٹ گیا...... جانتا تھا کہ ہما کس انداز میں گاڑی اندر لانے کی عادی ہے...... گاڑی پورچ میں عین اس جگہ جاکر رُکی تھی جہاں وہ ہمیشہ رکتی تھی...... قرب وجوار میں دوسری کئی قیمتی کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں...... ہما نے دروازہ کھولا اور اسے کھلا ہوا چھوڑ کر ہی اندر چل پڑی...... اس کے قدموں میں تیزی تھی...... ادھر پچھلی سیٹ سے وہ شخص بھی نیچے اترا...... انتہائی بے تکے قد و قامت کا آدمی تھا...... بدن زیادہ وزنی نہیں تھا لیکن کچھ اس طرح کا تھا کہ اونٹ کی وہی مثال سامنے آتی تھی کہ کون سی کل سیدھی، چہرہ ضرورت سے زیادہ بڑا، ناک پچکی ہوئی، آنکھوں میں ایک طرح کا جنون [illegible]...... وہ خاموشی سے نیچے اترا...... چوکیدار گیٹ بند

کر کے اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو گیا تھا...... ویسے بھی اب رات کافی ہو گئی تھی اور چاروں طرف سناٹا اور خاموشی پھیلی ہوئی تھی...... وہ دیو قامت اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور جھک کر کار کو دیکھنے لگا...... کار کی ٹوٹ پھوٹ کا اندازہ کرنے کے بعد اس نے گردن ہلائی اور پھر کچھ دیر وہیں کھڑا سوچتا رہا...... اس کے بعد آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہو گیا...... صدر دروازہ کھلا ہوا تھا...... صدر دروازے کی دوسری جانب ایک وسیع و عریض ہال تھا جس میں دنیا کا بیش قیمت فرنیچر موجود تھا...... قالین اتنا موٹا تھا کہ اس پر چلتے ہوئے پاؤں ٹخنوں تک دب جاتے تھے...... دونوں طرف گول دائرے کی شکل میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں...... دیو قامت نے ایک طرف کی سیڑھی کا جائزہ لیا...... وہ جانتا تھا کہ ہما اوپری منزل پر رہتی ہے اور یہ بھی جانتا تھا کہ ہما کے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کا مقصد کیا ہے۔

بہر حال وہ ایک وفادار غلام تھا، چنانچہ اسے سارے کام ہی سوچ سمجھ کر سر انجام دینے تھے...... کچھ دیر وہ ہال میں کھڑا رہا، پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا سیڑھی کی جانب چل پڑا...... سیڑھیوں پر بھی اسی انداز کا قالین بچھا ہوا تھا اور اس پر قدموں کی چاپ بالکل نہیں سنائی دیتی تھی۔ وہ بے آواز چلتا ہوا اوپر پہنچا اور پھر سامنے والے کاریڈور میں جھانکنے لگا...... ہما کا کمرہ اسی کاریڈور کے آخری سرے پر تھا...... جہاں سے دوسری جانب کھلی جگہ کا منظر نظر آتا تھا۔ اس وقت باقی کمرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے...... بس آخری کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، جس کی کچھ کرنیں دروازے سے باہر نکل رہی تھیں...... دیو قامت شخص سیدھا کھڑا کمرے کی جانب دیکھتا رہا اور کئی منٹ اسی انداز میں ساکت کھڑا رہا، پھر جب روشنی کی کرنیں سمٹ گئیں تو اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ گویا ہما سونے کے لئے لیٹ گئی ہے......

ہال سے واپس پلٹا سیڑھیاں اترنے کے بعد ہال میں آ گیا...... ہال کے آخری سرے پر وسیع و عریض دروازہ تھا، جو ایک کاریڈور میں کھلتا تھا...... عظیم الشان کوٹھی کے اس کاریڈور میں چلتے ہوئے آخر کار دیو قامت شخص ایک بڑے کمرے کے سامنے رُک گیا...... اس نے انگلی موڑ کر کمرے پر آہستہ آہستہ دستک دی اور بار بار دستک دیتا رہا، پھر تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں روشنی ہو گئی تھی۔ دروازہ کھلا اور ایک جاندار چہرے والے شخص نے باہر دیکھا...... اس کے جسم پر سلیپنگ گاؤن تھا اور وہ خاصی پر رعب شخصیت کا مالک تھا...... سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا قیامت ٹوٹی ہے تجھ پر کیوں دروازہ ٹھوک رہا ہے؟"

"آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں مالک۔" طویل القامت شخص نے کہا۔

"کیا بات کرنے کے لئے دن کی روشنی مناسب نہیں ہوتی؟"

"مالک بات ابھی کرنی ہے۔ خاص ہی بات ہے۔"

"ہمیشہ بے تکی باتیں لے کر میرے پاس آ جاتا ہے...... میری نیند خراب کرتا ہے...... کیا ہوا ہے...... کچھ منہ سے تو پھوٹ۔"

"ایسے نہیں مالک...... باہر آؤ۔" طویل القامت شخص شاید اس شخص کا منہ چڑھا تھا...... جو اس کا مالک تھا۔

"لعنت ہے تجھ پر...... آتا ہوں۔" اس نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا پھر جب وہ واپس پلٹا تو اس نے پائپ سلگا لیا تھا...... پائپ اس کے دانتوں میں دبا ہوا تھا...... منہ سے پائپ نکال کر وہ طویل القامت شخص کے ساتھ کاریڈور میں خاصا آگے آ گیا۔

"اب کیا تجھے ڈرائنگ روم میں لے چلوں۔" اس نے کہا۔

"ہاں مالک۔"

"ابے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"مالک اگر کوئی ایسی بات ہوتی، جو فوراً آپ کو بتانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کا کیا خیال ہے...... آپ کا غلام آپ کو اس وقت تکلیف دیتا۔"

"تو منہ سے تو کچھ پھوٹ...... کیا بات ہے...... کہاں لے جا رہا ہے؟"

"باہر آئیے مالک۔" دادل نے کہا۔

"چل بھائی چل۔" پر رعب شخص بولا اور دادل کے ساتھ باہر نکل آیا...... دادل اسے پورچ میں لے گیا اور اس نے کار دکھاتے ہوئے کہا۔

"مالک، بابا نے ایک بہت بڑا ایکسیڈنٹ کر دیا ہے۔"

"او مائی گاڈ...... گاڑی تباہ ہو گئی؟"

"ہاں مالک...... کافی نقصان پہنچا ہے، گاڑی کو مالک...... بابا کلب سے اُٹھیں اور چل پڑیں...... شاید زیادہ نشے میں تھیں...... گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی...... آپ جانتے ہیں مالک کہ اگر بابا سے کبھی ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات کر دی جائے تو وہ کیا سلوک کرتی

ہیں..... بات کہنے والے کے ساتھ..... مالک، بابا بہت رف ڈرائیو کر رہی تھیں..... ایک ٹریفک سارجنٹ نے انہیں چیز کیا اور رکنے کا اشارہ کرتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا..... جب بابا نہ رکیں تو وہ ان کے سامنے آیا اور بابا نے اسے اُڑا دیا۔"

"ٹریفک سارجنٹ کو؟" اس شخص کے چہرے پر پریشانی کے آثار اُبھر آئے۔

"ہاں مالک اور فل پاور پر اُڑایا تھا..... ٹریفک سارجنٹ اپنی بائیک سے اُڑ کر بہت دُور جا گرا تھا..... میرا خیال ہے مالک وہ مر چکا ہو گا۔"

"بابا کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں گئیں مالک..... بیڈ روم میں چلی گئیں اور شاید سونے کے لئے لیٹ گئی ہیں۔"

"یہ تو بری خبر سنائی دادل۔"

"ہاں مالک..... آپ کا غلام آپ سے یہ کہتا ہے کہ معاملہ کافی سنجیدہ ہو جائے گا..... مالک آپ کو کچھ کرنا ہو گا۔" وہ شخص تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"خیر..... فاضل دارا کی بیٹی ہے وہ..... اس کی طرف کوئی ٹیڑھی آنکھ تو اُٹھ ہی نہیں سکتی لیکن ہمیں غور کرنا ہو گا..... کچھ نہ کچھ کرنا ہے اور راتوں رات کرنا ہے..... بے وقوفی کا کوئی عمل کر کے میں مصیبت مول نہیں لینا چاہتا..... اچھا چل ٹھیک ہے..... دادل ایسی ایک اور گاڑی ہمارے شوروم میں موجود ہے ناں؟"

"ایسی تین گاڑیاں ہیں مالک۔"

"ارے ہاں..... مجھے یاد نہیں رہا..... وہ دو اور بھی تو آ گئی تھیں۔"

"جی مالک۔"

"ٹھیک ہے..... دادل اب تجھے کام کرنا پڑے گا..... بس ایک منٹ سوچنے دے۔" فاضل دارا نے کہا اور کچھ دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے میں تجھے چابی دے دیتا ہوں شوروم کی..... یہاں سے سب سے پہلے تو اس گاڑی کو لے کر جا مگر سن پہلے گاڑی خالی کر لے..... کوئی بھی چیز، کاغذ وغیرہ اس میں ہو نکال کر میرے حوالے کر دے، پھر میں تجھے بتاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مالک۔" دادل نے کہا اور کار کی چھوٹی ڈکی میں موجود تمام اشیاء نکال کر

سامنے رکھ دیں..... سیٹوں وغیرہ کا بھی جائزہ لے لیا اور اس کے بعد بولا۔

"حکم مالک۔"

"اب تو یوں کر کہ گاڑی کو لے جا..... لے جا کر..... میرا خیال ہے کہ دریا میں ڈبو دے..... سمجھ رہا ہے ناں..... دریا یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے..... وہاں پہنچ کر تجھے تھوڑا سا پیدل واپس آنا پڑے گا..... کسی سے لفٹ وغیرہ لے لینا..... ویسے دریا کے راستے پر گاڑیاں چلتی ہیں..... کوئی نہ کوئی تجھے پہنچا ہی دے گا پھر وہاں سے واپس آنا اور شوروم سے دوسری گاڑی پر نمبر پلیٹیں فٹ کرنا اور اسے یہاں پورچ میں کھڑا کر دینا..... سمجھ رہا ہے ناں میری بات؟" دادل غور کرتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔

"سمجھ گیا مالک۔"

"مگر دادل یہ تمام کام ہوشیاری سے کرنا ہے تجھے، خبر دار کہیں چوک نہ ہونے پائے۔"

"آپ کا غلام کبھی چوک نہیں کرتا مالک۔" دادل نے کہا۔

"ٹھیک اب تو نے میری نیند بھی حرام کر دی ہے..... میں جاگتا ہی رہوں گا..... بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ میں کسی سے ڈرتا ہوں، بلکہ معاملہ چونکہ براہ راست پولیس کا ہے، اس لئے تھوڑی سی لے دے ہو سکتی ہے..... اچھا ٹھہر جا..... ہونہہ کہاں پریشان ہو گا..... میں دوسری گاڑی لے کر تیرے ساتھ چلتا ہوں..... تو یہ کام سرانجام دے..... میں اپنی نگرانی میں ہی سب کچھ کرانا چاہتا ہوں، تاکہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔"

"ویسے تو آپ کا یہ غلام سارا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے گا مالک لیکن آپ کے اطمینان کے لئے۔"

"تم یہاں رکو..... میں کپڑے بدل کر آتا ہوں..... ویسے گاڑی اسٹارٹ تو ہو رہی ہے؟"

"میں اور چیک کئے لیتا ہوں مالک..... ہو سکتا ہے نیچے سے آئل وغیرہ لیک کر رہا ہو۔"

"تم دیکھو..... بہر حال اسے یہاں سے لے جانا ہے۔" فاضل دارا نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا..... کوٹھی میں سناٹا پھیلا ہوا تھا..... دادل نامی شخص گاڑی کے نیچے لیٹ کر اس کے انجن وغیرہ کی چیکنگ کرنے لگا پھر اس نے اسے سٹارٹ کر کے دیکھا..... گاڑی سٹارٹ ہو رہی تھی..... سامنے والے حصے کو بس تھوڑا سا نقصان پہنچا تھا..... انجن وغیرہ پر ضرب نہیں آئی تھی..... اس نے انجن بند کیا اور اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر فاضل دارا کی واپسی کا انتظار

کرنے لگا...... فاضل دارا شہر کے انتہائی دولت مند لوگوں میں سے تھا...... ماضی کیا تھا...... اس کی نہ کسی نے چھان بین کی تھی نہ ضرورت پیش آئی تھی...... کئی فرمیں تھیں، ایک دو مل تھے، چند فیکٹریاں تھیں۔ بس ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اتنی دولت کیوں کماتے ہیں...... کیا نظریہ ہوتا ہے ان کا...... ویسے بھی فاضل دارا کا خاندان بے حد مختصر تھا...... ایک بیٹی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، ایک بیوی تھی...... ویسے دولت مند لوگوں کے رشتہ داروں کی کمی نہیں ہوتی...... کسی کو ذرا سا بھی موقع مل جاتا ہے...... اپنے آپ کو ایسے کسی شخص سے منسوب کرنے کا تو وہ چوکتا نہیں ہے۔ اس طرح کے لاتعداد رشتے بکھرے ہوئے تھے...... فاضل دارا جن کو نواز دیتا تھا وہ اس کے گیت گاتے تھے اور جو اس کی نوازشوں سے محروم ہوتے تھے وہ اسے گالیاں دیتے تھے...... ویسے فاضل دارا کا ذریعہ آمدنی خاصا مشکوک تھا...... ہو سکتا ہے اعلیٰ حکام اس ذریعہ آمدنی کے بارے میں جانتے ہوں لیکن بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں زبانیں کھولنا مناسب نہیں ہوتا، پھر ایک ایسا شخص جس کی اعلیٰ حکام میں ایک پہنچ ہوتی ہے بہت سی مشکلات سے محفوظ رہتا ہے...... غرض یہ کہ فاضل دارا اپنی زندگی کے پر عیش دن گزار رہا تھا...... دولت کے انبار لگانے کا شوقین اس کا تعلق کچھ ایسے پراسرار لوگوں سے بھی تھا جن سے اس کی ملاقات کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن صرف ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی جو ایسے معاملات کی گہرائیوں کو نہیں سمجھتے جو سمجھنے والے ہوتے ہیں وہ سب کچھ سمجھ لیتے ہیں، اگر یہ معاملہ ایک ٹریفک سارجنٹ کا نہیں ہوتا تو شاید فاضل دارا اسے جوتے کی ٹھوکر پر بھی نہیں مارتا لیکن نہ جانے کیوں اسے یہ احساس ہوا تھا کہ بات کو بگڑنے سے پہلے سنبھال لینا زیادہ مناسب ہے...... ایک کار کو ضائع کر دینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا...... منصوبے فوری طور پر اس کے ذہن میں آتے تھے...... شہر سے کچھ فاصلے پر ایک ایسی ندی بہتی تھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس کی بعض جگہ کی گہرائیاں ناقابل یقین ہیں اور فاضل دارا جانتا تھا کہ اس وقت وہی اس کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے...... کام خوش اسلوبی سے سرانجام دینا تھا...... مصیبتوں میں پڑنے کی بجائے بہتر ہے کہ تھوڑا سا نقصان برداشت کر لیا جائے...... ہما تو ایسے واقعات کی عادی تھی...... فاضل دارا اسے بگڑی ہوئی لڑکی نہیں سمجھتا تھا، حالانکہ جانتا تھا کہ وہ کلبوں میں جاتی ہے، نشہ آور ادویات بھی استعمال کرتی ہے، شراب بھی پیتی ہے؟

لیکن مجموعی طور پر وہ ایسی لڑکی نہیں تھی...... جو کسی نوجوان سے متاثر ہو جائے...... فاضل دارا کو کم از کم یہ اطمینان تھا کہ کوئی بھی نوجوان اپنے حسن و جمال کی بنا پر ہما کو آلہ کار بنا کر اس کی دولت کا حصہ دار نہیں بن سکتا...... باقی سارے معاملات ہما کی مرضی پر تھے، اگر ہما کسی ایسے نوجوان کے لئے پسندیدگی کا اظہار کر دے جس سے وہ متاثر ہو گئی ہو تو پھر ظاہر ہے یہ سب کچھ ہما ہی کے لئے کیا جا رہا ہے...... بہر حال تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو کر پہنچ گیا...... اس کے پاس ایک اور کار کی چابی تھی...... اس نے اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے دادل کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں...... گاڑی سٹارٹ ہو رہی ہے؟"

"جی مالک باقی سب ٹھیک ہے۔"

"چلو۔" تھوڑی دیر کے بعد دادل نے کار سٹارٹ کی اور چوکیدار نے دروازہ کھول دیا...... دونوں کاڑیاں آگے پیچھے نکل گئی تھیں...... فاضل دارا نے اپنی کار کا فاصلہ دادل کی کار سے کافی زیادہ رکھا تھا، تاکہ کوئی مشکل پیش نہ آئے...... غرض یہ کہ سنسان سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ شہر سے باہر جانے والے اس علاقے میں نکل آئے جہاں دریا بہہ رہا تھا...... یہاں پہنچنے کے بعد فاضل دارا نے اپنی کار روکی اور کسی ایسی لوکیشن کا جائزہ لینے لگا جہاں سے کار کو نیچے اتار کر دریا برد کیا جا سکے...... دادل نیچے اتر آیا تھا...... اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حکم مالک۔"

"دادل...... تم احتیاط سے کام کر لو گے؟"

"مالک آپ فکر نہ کریں۔"

"تو پھر دیکھو...... اس طرف سے ذرا تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے کار کو نیچے لاؤ اور اس کنارے پر پہنچ جاؤ، وہ نظر آ رہا ہے ناں تمہیں؟"

"جی مالک...... نظر آ رہا ہے۔"

"اس کے بعد تم کار کو گیئر میں ڈالو اور ایکسیلیٹر پر پتھر رکھ دو مگر یہ کام تمہیں احتیاط سے کرنا ہے۔"

"مالک دیکھتے رہیں...... ویسے اگر میں اس کام کو کرنے میں کام بھی آ جاؤں تو مالک کوئی

اتنی بڑی بات تو نہیں ہے۔"

"نہیں دادل...... تم میری ضرورت ہو میں یہیں کھڑا ہوا ہوں ...... بس اب جلدی کرو...... کسی بھی وقت پل پر سے کوئی کار یا گاڑی گزر سکتی ہے...... میں بونٹ کھولے ہوں۔" چنانچہ فاضل دارا نے اپنی کار کا بونٹ کھولا اور اس کے نزدیک کھڑا ہو گیا، تاکہ ادھر سے گزرنے والا کوئی بھی شخص اسے یہاں کھڑا دیکھ کر کسی شبہہ کا شکار نہ ہو سکے۔ دوسری جانب دادل کار کو ایک لمبا فاصلہ طے کرنے کے بعد کچے راستے پر لے آیا تھا اور احتیاط کے ساتھ اسے آگے بڑھا رہا تھا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ مطلوبہ جگہ پہنچ گیا۔ فاضل دارا بلندی سے اسے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا...... کار اس جگہ جا کر رُک گئی جہاں سے اسے دریا برد ہونا تھا...... دادل نے خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دیا اور فاضل دارا نے کار کو اُچھل کر دریا کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا...... لاکھوں روپے مالیت کی کار پانی میں گری اور اس کی گہرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی...... تھوڑی دیر کے بعد دریا کی سطح معمول کے مطابق تھی...... ایک کار کا اس میں سما جانا کوئی مشکل عمل نہ تھا...... فاضل دارا نے اطمینان کی گہری سانس لی اور دادل کی واپسی کا انتظار کرتا رہا...... تھوڑی دیر کے بعد دادل فاضل دارا کے پاس پہنچ گیا۔

"آپ کا غلام واپس آ گیا ہے مالک۔"

"بیٹھو۔" فاضل دارا نے کہا اور اس کے بعد کار سٹارٹ کر کے واپس موڑ دی...... اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ اس نے دادل کے حوالے نہیں کی تھی...... وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا...... زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ شہری آبادی میں داخل ہو گئے، پھر مختلف سڑکیں طے کرتے ہوئے ایک عظیم الشان شوروم کے پاس پہنچ گئے، جہاں فاضل دارا کا نام لکھا ہوا تھا۔ شوروم کا چوکیدار موجود تھا...... مالک کی گاڑی دیکھ کر اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور فاضل دارا نے چابی اسے دیتے ہوئے کہا۔

"شٹر ہٹاؤ۔" چوکیدار جلدی سے شوروم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا...... عظیم الشان شوروم میں لاتعداد گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں...... فاضل دارا اندر داخل ہو گیا...... اس نے چوکیدار سے پوچھا۔

"ان گاڑیوں میں پٹرول ہے؟"

"جی صاحب۔" چوکیدار نے جواب دیا۔

"اس گاڑی کی چابی لاؤ۔" فاضل دارا نے کہا اور چوکیدار تے جلدی سے ایک میز کے دراز سے چابی نکال کر فاضل دارا کے حوالے کر دی۔

"دیکھو دادل۔" اور دادل بالکل اسی رنگ اور اسی ماڈل کی کار میں بیٹھ گیا...... جیسی کار سے ٹریفک سارجنٹ کا حادثہ ہوا تھا...... اس نے کار سٹارٹ کی...... فیول بتانے والی سوئی کو دیکھا اور بولا۔

"سب ٹھیک ہے صاحب۔"

"ٹھیک ہے چلو...... اسے نکال لو۔" فاضل دارا نے کہا اور دادل نے گاڑی شوروم سے باہر نکال لی...... وہ لوگ شوروم سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے...... تب فاضل دارا کی ہدایت پر تباہ شدہ گاڑی کی نمبر پلیٹیں نکال کر اس کے دونوں سمت لگائی گئیں...... وہ لوگ اس کام میں تھوڑی دیر مصروف رہے اس کے بعد فاضل دارا نے اپنی کار کا سٹیرنگ سنبھالا اور دادل نے دوسری کار سٹارٹ کی...... دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چل پڑی تھیں...... تھوڑی دیر کے بعد وہ کوٹھی میں داخل ہو گئیں...... فاضل دارا نے کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد اپنی کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"دادل ایک بات کا اور خیال کرنا ہے ہمیں۔"

"جی مالک حکم۔"

"تم یوں کرو...... کل جان محمد کو بلا لانا...... صبح کو یہ گاڑی نہیں نکلتی...... جان محمد سے کہنا کہ اس گاڑی کا میٹر آگے بڑھا دے اور اسے پانچ چھ ہزار میل کے نمبروں پر سیٹ کر دے۔"

"اوہو...... مالک آپ نے خوب سوچا...... واقعی نئی گاڑی تو زیرو میٹر پر ہے...... ہم یہ تو بھول ہی گئے تھے۔"

"تم بھولے تھے میں نہیں بھولا تھا۔" فاضل دارا نے کہا پھر بولا۔ "لیکن یہ کام صبح کو سب سے پہلے کرا دینا...... اس سے پہلے کہ پولیس یہاں تفتیش کے لئے آئے...... تمہیں یہ کام سرانجام دے دینا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں مالک...... صبح کیا بلکہ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد جان محمد کے پاس

چلا جاتا ہوں اور اس سے یہ کام کرائے دیتا ہوں۔"

"جو کچھ بھی چاہو کرو لیکن بس احتیاط سے ہو۔"

"آپ فکر نہ کریں مالک...... آپ نے جو حکم دیا ہے...... میں اس کی تعمیل کروں گا۔"
دادل نے کہا اور اس کے بعد فاضل دارا اندر چلا آیا...... بیڈ روم میں پہنچا...... بیگم صاحبہ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھیں...... اپنے بیڈ روم میں ہما بھی شاید مست نیند سو رہی ہو گی، ایک انسانی زندگی کو تباہ و برباد کرنا ایک پورے خاندان کو لاوارث کر دینا ان لوگوں کے لئے کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔

❁ ❁ ❁

رات کے بقیہ حصے میں شہاب سو نہیں سکا تھا...... اس کا ذہن اس دلدوز واقعہ میں اُلجھا رہا تھا...... بہر حال صبح اسے بہت سے کام سر انجام دینے تھے، چنانچہ سب سے پہلے اس نے اپنے سٹاف سے رابطہ قائم کیا...... جواد بیگ سے ملاقات کرنے سے پہلے وہ دوسرے کام سر انجام دینا چاہتا تھا...... توصیف نے اس کی کال ریسیو کی تھی۔

"سی۔ پی۔ کالنگ...... سی۔ پی۔ کالنگ۔"

"ہاں توصیف فوری طور پر تمہیں ایک کام سر انجام دینا ہے...... اس کام کی تکمیل کے بعد مجھے رپورٹ دینا۔"

"لیس سر۔" توصیف کی آواز اُبھری۔

"ایک نمبر نوٹ کر۔"

"جی سر۔" توصیف نے کہا اور شہاب اسے کار کا نمبر بتانے لگا...... وہ بولا۔ "رجسٹریشن آفس جا کر اس کار کے بارے میں تفصیلات معلوم کرو، مکمل تفصیل حاصل کرنے کے بعد اس جگہ جاؤ اور اس نمبر کی کار کو نگاہ میں رکھو جیسی بھی صورت حال ہو مجھے اس کے بارے میں رپورٹ پیش کرو، معلوم کرنا ہے کہ کار کس کی ہے اور رات کو اسے کون ڈرائیو کر رہا تھا...... تم ان تفصیلات کو حاصل کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ بالکل نہیں کرو گے...... احتیاط شرط ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔" توصیف نے جواب دیا...... ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد شہاب کچھ دیر سوچتا رہا پھر سادہ لباس میں اس نے باہر نکلنے کی تیاری شروع کر دی...... اہل خاندان کے ساتھ کھانے پینے کا موقع تو بہت کم ہی ملتا تھا...... ابھی ناشتا تک تیار نہیں ہوا تھا لیکن وہ

لوگ اس سے بہت زیادہ کہتے تھے کہ گھر میں انسانوں کی طرح رہا کرے اور تمام معاملات میں دلچسپی لیا کرے۔۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ شہاب کی ذمے داریوں کو مکمل طور سے نہیں سمجھتے تھے۔۔۔۔ ٹیلی فون پر اس نے تھانے کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔۔۔۔ جواد بیگ اس وقت موجود نہیں تھا۔۔۔۔ اے ایس آئی نے فون ریسیو کیا تھا۔

"مسٹر جواد بیگ ہیں؟"

"نہیں جی آپ کون بول رہے ہیں؟" اے ایس آئی کی آواز اُبھری۔

"آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی۔"

"یس سر۔۔۔۔ یس سر۔" ایس آئی مستعد ہو گیا۔

"آج کوئی ایکسیڈنٹ کیس جواد بیگ کے پاس آیا تھا؟"

"جی سر۔۔۔۔ وہ اسی سلسلے میں کارروائی کر رہے ہیں۔"

"کیا پولیس سارجنٹ کے اہل خاندان کو اطلاع دے دی گئی؟"

"جی سر ڈیڈ باڈی ابھی ان کے حوالے نہیں کی گئی ہے۔۔۔۔ وہ ہسپتال میں موجود ہے۔"

"کیوں؟" شہاب کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"سر مجھے نہیں معلوم۔"

"چلو ٹھیک ہے اوکے۔۔۔۔ میں جواد بیگ سے پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

"بہت بہتر سر۔" اے ایس آئی نے جواب دیا اور شہاب فون بند کرنے کے بعد کار میں بیٹھ کر نکل آیا۔۔۔۔ ابھی کافی وقت تھا۔۔۔۔ برق رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا وہ عدنان واسطی کے گھر پہنچ گیا۔۔۔۔ بیل بجانے پر عدنان صاحب نے فوری دروازہ کھولا تھا۔۔۔۔ شہاب کو دیکھ کر وہ ہمیشہ خوش ہو جایا کرتے تھے۔۔۔۔ انہوں نے اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ "سب سے پہلے یہ بتا دو۔۔۔۔ سب خیریت ہے نا؟"

"جی بالکل۔"

"اطمینان ہوا۔۔۔۔ اتنی صبح شاید تم پہلی بار آئے ہو؟"

"جی ہاں۔۔۔۔ جلدی اس لئے تھی کہ خوف تھا کہ شاید آپ لوگ ناشتہ پہلے نہ کر لیں۔" شہاب نے ہنستے ہوئے کہا اور عدنان واسطی بھی ہنسنے لگے، پھر وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

"ناشتے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔۔۔۔ بعد میں بات کروں گا۔" وہ ڈرائنگ روم سے واپس نکل گئے اور شہاب ان کا انتظار کرنے لگا، پھر بھلا بینا کیوں پیچھے رہتی۔۔۔۔ اتنی صبح شہاب کے آ جانے پر اسے بھی حیرت ہوئی تھی۔۔۔۔ اندر آتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے شہاب کی طرف دیکھا۔۔۔۔ شہاب نے جلدی سے کہا۔

"کمال ہے۔۔۔۔ سلام دعا بالکل بھول گئیں آپ۔"

"آپ نے سلام کرنے کا موقع تو دیا ہوتا۔"

"جی نہیں۔۔۔۔ سب سے پہلے سلام اس کے بعد باقی سب کچھ۔"

"چلئے پھر السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔۔۔۔ آئیے تشریف رکھئے مس بینا۔"

"سب خیریت تو ہے نا؟"

"یار کمال کرتی ہو تم شادی کے بعد کیا ہوگا۔۔۔۔ ہو سکتا ہے میں گھر داماد بننے کا فیصلہ کر لوں۔"

"گڈ شاید رات بھر خواب میں بھی شرارتیں کرتے رہے ہیں۔" بینا نے کہا۔

"نہیں بھلا خواب میں شرارتیں کیسے کی جا سکتی ہیں۔"

"ویسے موڈ کیسے بن گیا۔" بینا نے پوچھا۔

"مس بینا ایک المیہ ہوا ہے رات کو لیکن ناشتے کے بعد بتاؤں گا چونکہ اگر وہ واقعات تمہارے سامنے بھی دہرا دیئے تو تم بھی مضمحل ہو جاؤ گی۔"

"گھر میں تو سب خیریت ہے ناں؟"

"یہی تو افسوس کی بات ہے۔۔۔۔ بینا ہم صرف اپنے گھروں کے بارے میں سوچتے ہیں۔"

"میرا یہ مقصد نہیں تھا۔"

"ہاں گھر میں سب خیریت ہے۔۔۔۔ عدنان صاحب کہاں گئے۔"

"ڈیڈی شاید کپڑے بدل رہے ہیں۔۔۔۔ سونے کے لباس میں تھے۔"

"قیمتی لباس ہوتا ہے۔" شہاب نے جواب دیا اور بینا مسکرا دی پھر بولی۔ "میرا ذہن تمہارے الفاظ میں اُلجھا ہوا ہے۔"

"نہیں بینا بات تو خاص ہی ہے لیکن پھر وہی کہا جا سکتا ہے کہ تعلق براہ راست ہم

لوگوں سے نہیں ہے...... ایک حادثے کا واقعہ تھا۔" اتنی دیر میں عدنان واسطی صاحب بھی
لباس تبدیل کر کے آگئے تھے...... غالباً سب ہی متجسس تھے کہ شہاب اتنی صبح کیسے آیا
ہے...... شہاب نے کہا۔

"بس واسطی صاحب اصل میں پچھلی رات بڑے سنگین حالات میں گزری ہے۔
میں کسی کام سے نکلا ہوا تھا اور رات گئے ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ ایک تیز رفتار کار
دیکھا۔" شہاب نے آہستہ آہستہ تمام تفصیلات بینا اور عدنان واسطی کو بتادیں اور عدنان
واسطی کے چہرے پر غم کے سائے پھیل گئے...... انہوں نے کہا۔

"کون ہو سکتا ہے تمہارے خیال میں؟"

"جو کوئی بھی ہے...... بہر حال اس نے بدترین جرم کیا ہے...... ہو سکتا ہے کہ کار میں
کوئی خطرناک قسم کے لوگ کوئی واردات کر کے واپس لوٹ رہے ہوں اور نہ رکنا چاہتے ہوں
لیکن اس کی سپیڈ واقعی اتنی تھی کہ میں بھی اس کے پیچھے لگ گیا تھا...... سارجنٹ نے صرف
اپنی ڈیوٹی سرانجام دی تھی اور کسی کے خلاف کچھ نہیں کیا تھا...... بینا ناشتے کے بعد ہمیں چلنا
ہے...... میں نے رات کوشش کی کہ اشتیاق علی سے لاتعلق رہوں...... کیونکہ میں جانتا تھا
کہ وہاں ہمیں المیہ مناظر کے سوا کچھ نہیں ملے گا، لیکن دل نہیں مان رہا دیکھنا تو چاہئے اس کے
اہل خاندان کو۔"

"ہاں بیٹے کسی کا دکھ بانٹ لینا بھی ایک عبادت ہوتی ہے۔"
عدنان واسطی نے کہا پھر بولے۔

"ویسے کیا خیال ہے تمہارا یہ کوئی باقاعدہ سوچا سمجھا تو جرم نہیں ہو سکتا...... میرا
مطلب ہے کہ چونکہ سارجنٹ نے ایک تیز رفتار کار کا تعاقب کیا تھا اور کار میں بیٹھے ہوئے
لوگوں نے اس لئے اسے ٹکر ماردی کہ وہ رکنا نہیں چاہتے تھا...... ہو سکتا ہے کار کو کچھ ایسا ہی
معاملہ درپیش ہو؟"

"ہاں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اشتیاق علی کو باقاعدہ قتل کیا گیا ہے لیکن بہر حال جرم کی
سنگین نوعیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"بے شک...... بے شک۔"

"میں چلتی ہوں ڈیڈی ناشتا لے کر آتی ہوں۔" پھر تھوڑی دیر کے بعد بینا ناشتے کے

ساتھ واپس پلٹی، چونکہ شہاب نے اسے ساتھ لے جانے کا اشارہ دیا تھا...... اس لئے وہ تیار
ہو کر آئی تھی...... سفید لباس میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی...... ناشتا ساتھ ہی کیا گیا اور پھر
اس کے بعد عدنان واسطی کی اجازت سے شہاب بینا کے ساتھ باہر نکل آیا...... بینا خاموشی
سے اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور شہاب کار ڈرائیو کر رہا تھا...... بیٹھے بیٹھے اسے شرارت
سوجھی تو اس نے کہا۔

"بینا یقین کرو کہ بہت سے مراحل تو خود بخود طے ہوگئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" بینا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"عدنان واسطی صاحب میرے اور تمہارے سلسلے میں اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ
اب میں اطمینان سے تمہیں لے کر چلا آتا ہوں...... تجربہ تو نہیں لیکن اندازہ ہے کہ اسی
طرح شوہر، بیویوں کو میکے سے لے آتے ہوں گے۔"

"چلو شکر ہے خدا کا موڈ تو کچھ بہتر ہوا...... میں تو تمہارا موڈ دیکھ کر پریشان ہو رہی
تھی...... بہت زیادہ اثر لیا ہے تم نے۔"

"خیر بینا اب تم نے یاد دلا دیا تو میں واقعی تم سے کہوں کہ بعض اوقات کچھ المیئے ایسے
ہو جاتے ہیں کہ ذہن کسی بھی طرح قابو میں نہیں رہتا، بہت بھری پری شخصیت تھی اس کی
میں نے لاش کو اٹھا کر کار میں ڈالا تھا...... ایک بھرپور بدن کا مالک تم خود دیکھو کس طرح
زندگی سے محروم کر دیا گیا۔" بینا خاموش ہوگئی تھی...... کچھ لمحے خاموشی رہی تو اس نے کہا۔

"شہاب بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں...... بہت سی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں جنہیں
سوچ کر دکھ ہوتا ہے...... ہو سکتا ہے بس یونہی تفریحاً ایک زندگی ختم کر دی گئی ہو۔"

"پتا لگ جائے گا بینا اور میں تفریحاً ہی انہیں فنا کر دوں گا۔" شہاب کے لہجے میں
غراہٹ ابھر آئی تھی...... سول ہسپتال پہنچا تو پولیس کے بہت سے افراد وہاں موجود تھے......
خصوصاً ٹریفک پولیس کے بہت سے ایسے لوگ جو بہر حال اپنے ایک ساتھی کی موت پر
افسردہ تھے...... وہاں جمع تھے، شہاب اور بینا اتر کر اندر داخل ہوگئے، پھر وہ بھی عام ہی لوگوں
کی مانند وہاں موجود رہے تھے...... شہاب نے ڈیوٹی ڈاکٹر سے ڈیڈ باڈی کے بارے میں پوچھا تو
اس نے کہا۔

"جی ہاں ڈیڈ تیار ہے صرف ایمبولینس کا انتظار کیا جا رہا ہے...... بس ابھی روانہ کر دی

جائے گی۔" شہاب اور بینا نے دُور سے اشتیاق علی کے اہل خاندان کو دیکھا...... دو چھوٹے چھوٹے بچے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی موجود تھے...... ایک جوان سی عورت تھی...... کچھ اور افراد...... شہاب نے دُور سے ہی ان لوگوں کو نگاہ میں رکھا تھا، پھر جب اشتیاق علی کی ڈیڈ باڈی ایمبولینس میں رکھوائی گئی تو عورت دونوں بچے اور دو مرد ساتھ بیٹھ گئے تھے...... شہاب نے اپنی کار بھی ان کے پیچھے لگادی...... اشتیاق علی کا مکان درمیانہ درجے کا تھا...... وہاں اس کے اہل خاندان موجود تھے...... ویسے ٹریفک پولیس کا ایک پورا گروہ ساتھ ساتھ ہی آیا تھا...... یہ لوگ اپنے ساتھی کو تنہا نہیں چھوڑ رہے تھے اور بہر حال یہ متاثر کن منظر تھا...... شہاب نے بینا سے کہا۔

"تم اندر چلی جاؤ ذرا صورت حال کا جائزہ لو...... بہت زیادہ وقت تو یہاں نہیں لگایا جاسکتا لیکن پھر بھی تھوڑا سا میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے حالات معلوم ہوں تاکہ ہم اپنے فرائض تلاش کرلیں۔" بینا نے گردن ہلادی اور اندر چلی گئی...... شہاب وہاں کے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا...... یہاں تو ویسے ہی بہت سے افراد موجود تھے...... بہر حال یہ بھی قابل قدر بات تھی کہ انہوں نے اپنے ساتھی کو اس قدر اہمیت دی تھی...... کافی دیر تک بینا اندر ہی رہی، شہاب اس کا انتظار کرتا رہا...... باقی سارے معاملات معمول کے مطابق تھے اور ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس پر خصوصی توجہ دی جاسکتی...... بینا نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں رکنا بے مقصد ہے...... تدفین میں ابھی کافی وقت صرف کریں گے یہ لوگ، کچھ عزیزوں کو ٹیلی گرام وغیرہ دیئے گئے ہیں...... انہیں بھی آنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شہاب نے کہا اور بینا کے ساتھ چل پڑا...... یہاں سے وہ لوگ کریم سوسائٹی کی کوٹھی پہنچے تھے...... شہاب کچھ مغموم نظر آرہا تھا...... بینا نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ایک دلدوز المیہ ہے، لیکن بہر حال ہمیں ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" شہاب مدھم سے انداز میں مسکرا کر بولا۔

"زندگیاں کس آسانی سے چھین لی جاتی ہیں بینا۔" تھوڑی دیر کے بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور شہاب نے ٹرانسمیٹر آن کردیا...... بینا چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سی۔ پی۔ کالنگ۔"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔" شہاب نے شہنشاہ کی آواز میں کہا۔

"معلومات حاصل ہوگئی ہیں سر۔"

"بتاؤ۔"

"سر! کار ایک بہت بڑے آدمی فاضل دارا کی ہے اور جناب فاضل دارا رئیسوں کے حلقوں میں مشہور شخصیت رکھتا ہے...... بہت سے بڑے بڑے کاروبار ہیں اس کے...... سرکاری حلقوں میں بھی اس کا ایک احترام ہے...... کار اسی کی ہے...... اس کی شاندار کوٹھی شہر کے ایک پوش علاقے میں ہے...... بس یہی معلومات حاصل ہو سکی ہیں...... یہ نہیں پتا چل سکا کہ رات کو کار کس کے استعمال میں تھی...... ویسے فاضل دارا کا خاندان بہت مختصر ہے...... ایک نوجوان بیٹی بیوی اور وہ خود...... کوٹھی میں اور بھی بہت سے افراد رہتے ہیں، جو اس کے مفادات کی دیکھ بھال کرتے ہیں...... ان میں اس کے کچھ اہل خاندان بھی ہیں۔"

"ٹھیک ہے توصیف فی الحال صرف اتنا ہی کافی ہے۔"

شہاب نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد ٹرانسمیٹر بند کردیا۔

"تمہیں آفس میں کوئی کام ہے؟"

"ہاں کچھ کام تھے لیکن ظاہر ہے وہ اب ڈیڈی نے سنبھال لئے ہوں گے...... اس لئے کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آفس چھوڑ دیتا ہوں...... وہاں سے میں چلا جاؤں گا...... اس سلسلے میں کام کرنا ہے۔"

"او کے جیسا تم مناسب سمجھو۔" بینا نے جواب دیا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ کریم سوسائٹی کی کوٹھی سے باہر آگئے...... شہاب نے بینا کو عدنان واسطی کے دفتر کے نیچے چھوڑا اور پھر وہاں سے جواد بیگ کی جانب چل پڑا...... جواد بیگ تھانے میں موجود تھا...... خاصا مصروف رہا تھا...... آنکھوں میں سرخی لہرا رہی تھی...... شہاب کو دیکھ کر اس نے گردن خم کی اور اسے ضروری احترام دے کر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"سر ڈیڈ باڈی چلی گئی ہے...... میں تمام تر ہدایت کر کے تھانے آیا تھا تاکہ یہاں کے معاملات بھی دیکھ لوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جواد بیگ...... میں نے یہ معلومات حاصل کرلی ہیں کہ رات کو جس کار سے حادثہ ہوا تھا...... وہ یہاں کے ایک مقامی رئیس فاضل دارا کی ہے۔"

"فاضل دارا۔" جواد بیگ چونک گیا...... شہاب کی نگاہیں چونکہ اس کے چہرے پر تھیں...... اس نے جواد بیگ کے چونکنے کو محسوس کر لیا تھا، چنانچہ اس نے سوال کیا۔

"جانتے ہو اس شخص کو؟"

"جی سر اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات جانتے ہو؟"

"سر یہ اتنے بڑے لوگ خاص ہی ہوتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ خاص ہی واقعات وابستہ ہوتے ہیں۔"

"افسانہ نگاری مت کرو۔" شہاب نے سرد لہجے میں کہا۔

"فاضل دارا کے سلسلے میں بہت سے ایسے شکوک و شبہات ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر دولت مند ہونے کے باوجود وہ کچھ ناجائز کاموں میں بھی مصروف ہے...... مثلاً سمگلنگ وغیرہ لیکن کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کے خلاف کوئی قدم اُٹھا سکے۔"

"کہیں سے ثبوت ملے ہیں؟"

"نہیں سر چونکہ میرا کوئی ایسا تعلق نہیں رہا...... بس تھوڑی سی تفتیش کے دوران کچھ ایسے کردار ملے تھے جن سے یہ معلومات حاصل ہوئیں۔"

"مثلاً!"

"ایک شخص ہے سر جس کا نام غفار شاہ ہے...... غفار شاہ ایک بدنام آدمی ہے...... بندرگاہ کے علاقے میں اس نے اپنا ایک ہوٹل کھولا ہوا ہے...... ہوٹل کی آڑ میں بہت سے کام ہوتے ہیں...... غفار شاہ کو فاضل دارا کی سرپرستی حاصل ہے...... ایک دو بار گرفتار ہوا ہے...... ایک مرتبہ منشیات کے سلسلے میں خاصا ہنگامہ رہا تھا...... پولیس نے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا اسے آٹھ کلوگرام ہیروئن تھی اس کے پاس لیکن چار دن بھی لاک اپ میں نہیں رہ سکا...... حیرانگی کی بات ہے معلومات حاصل کرنے پر پتا چلا ہے کہ فاضل دارا کے ایک ٹیلی فون نے تمام معاملات ختم کر دیئے تھے سر یہ ہوتا ہے۔"

"ہوں...... اب یہ کرنا ہے...... جواد بیگ اس کار کے بارے میں فوری معلومات ضروری ہیں۔"

"سر آپ جو حکم دیں؟" شہاب تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، پھر بولا۔

"چلو ایسا کرتے ہیں تفتیش کے لئے نکلتے ہیں...... روزنامچے میں تم یہ درج کر لو، کچھ فرضی نام لے لو جنہوں نے یہ حادثہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے...... کار کا نمبر میں تمہیں بتائے دیتا ہوں...... ان لوگوں نے اس کار کی نشاندہی کی ہے...... بس اس سلسلے میں تم تفتیش کرنے چل پڑے ہو۔"

"سر آپ جیسا بھی حکم دیں۔"

"روزنامچے کا رجسٹر لے آؤ۔" شہاب نے کہا اور جواد بیگ نے رجسٹر منگوا لیا، پھر اس کے بعد مختصر کارروائیاں ہوتی رہیں...... شہاب نے اپنی کار وہیں چھوڑ دی تھی...... اس نے کہا۔

"تم مجھے سپیشل برانچ کا آدمی بتاؤ گے...... اہمیت نہ دینا...... میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا...... سادہ لباس میں ہوں اس لئے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی...... سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"جیسا آپ کا حکم سر۔" تھوڑی دیر کے بعد تمام تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں اور پھر سب چل پڑے...... جواد بیگ نے دو کانسٹیبلوں کو ساتھ لے لیا تھا...... ان میں سے ایک پولیس جیپ ڈرائیو کر رہا تھا...... دوسرا اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا...... شہاب اور جواد بیگ جیپ کے پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے تھے...... شہاب نے وہ پتا بتا دیا تھا جہاں فاضل دارا کی کوٹھی تھی اور جیپ اسی جانب جا رہی تھی...... شہاب گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا...... اس کے ذہن میں بار بار یہ خیالات اُبھر رہے تھے کہ اس بار ایک اژدھے سے جنگ ہے اور یقینی طور پر یہ جنگ دلچسپ ہو گی، بشرطیکہ معاملہ واقعی درست ہوا۔

فاضل دارا حقیقت میں اتنا ہی صاحب اثر شخصیت کا مالک تھا کہ اس کے لئے یہ چھوٹا سا واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، لیکن نہ جانے کیوں اس کے ذہن کو کرید لگی رہی تھی، رات کا بقیہ حصہ اس نے کسی قدر بے سکونی سے گزارا تھا...... اپنے اندر کے احساسات کو وہ نہیں پڑھ سکا تھا...... آخر یہ بے کلی کیوں ہے؟ اپنے آپ ہی کو لعنت ملامت کرتا رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی بات سے ذہن اس قدر خراب ہو گیا ہے...... بہر حال صبح کو معمول سے کچھ جلدی جاگ گیا...... غسل وغیرہ کیا، پھر باہر چہل قدمی کے لئے نکل آیا، سب سے پہلے دادل پر نظر پڑی تھی جو اپنے کوارٹر سے نکل رہا تھا...... فاضل دارا کو دیکھ کر اسی کی جانب دوڑ پڑا فاضل رک گیا تھا۔

ہاں دادل کیا رہا؟"

"کام ہو گیا صاحب میٹر آگے بڑھا دیا گیا ہے...... تمام کاغذات اس میں رکھ دیئے گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے...... ٹائروں پر بھی مٹی وغیرہ لگا دی ہے؟"

"سر وہ تو یہاں تک چل کر آئی تھی تو مٹی لگ گئی تھی۔"

"چلو ٹھیک ہے...... اتنی زیادہ گہرائیوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے...... بس جو ہو گیا وہ کافی ہے۔"

"جی صاحب۔" دادل نے کہا۔

"تم آرام کرو کسی اور کو تو اس واقعے کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں؟"

"نہیں صاحب بھلا کیسے معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔" فاضل دارا نے کہا اور وہ دیر تک چہل قدمی کرتا رہا تھا، پھر اندر واپس آ گیا...... کافی دیر گزر گئی...... بیگم صاحبہ بھی جاگ گئی تھی...... بیڈ ٹی بھی لے لی گئی تھی...... بابا ابھی نہیں جاگی تھیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی جاگ گئیں...... سلیپنگ سوٹ میں ملبوس لڑکی درحقیقت بے حد دلکش تھی...... ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے...... ان کے درمیان بیٹھ گئی...... فاضل دارا نے محبت بھرے انداز میں اسے دیکھا اور بولے۔

"گڈ مارننگ بیٹے۔"

"مارننگ ڈیڈی۔"

"کیا بات ہے؟ موڈ کچھ خراب لگ رہا ہے۔"

"ڈیڈی میں تھوڑے دن کے لئے آؤٹنگ پر جاؤں گی۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے بیٹے؟ کب تک روانگی ہے؟"

"کچھ دوستوں کو بھی ساتھ لے جانا ہے...... ان کی مصروفیات ختم ہو جائیں تو آپ میرے لئے انتظام کر دیجئے گا۔"

"ہو جائے گا جان کہاں جاؤ گی؟"

"اس بار ہم روم جانے کا پروگرام رکھتے ہیں...... میں روم سے کہیں اور بھی نکل جاؤں گی...... تقریباً ایک مہینے کا پروگرام رہے گا ہمارا۔"

"ایک مہینہ۔" فاضل دارا نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"کیوں، اس میں آنکھیں پھاڑنے کی کیا بات ہے؟"

"نہیں بیٹا آنکھیں نہیں ہمارا دل پھٹ رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک مہینہ تم ہم سے دُور رہو گی۔"

"تو آپ بھی چلئے میرے ساتھ...... میں تنہا نہیں جانا چاہتی آپ چاہیں تو میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔"

"نہیں بیٹے ابھی پچھلے ہی دنوں ہم اٹلی گئے تھے اور خاصا وقت وہاں صرف ہوا...... یہاں کے معاملات بھی ہیں، جنہیں بہر حال دیکھنا ہوتا ہے۔"

"اوہو...... آپ کو تقریریں کرنے کا بہت زیادہ شوق ہے ڈیڈی اس بات کو چند الفاظ

میں بھی کہا جاسکتا ہے لیکن خدا کی پناہ کتنی بڑی تقریر کر ڈالی آپ نے...... بہر حال ڈیڈی آپ انتظام کر دیجئے میرا۔“

”کتنی لڑکیاں جائیں گی تمہارے ساتھ ؟“

”چار لڑکیاں ہوں گی میرے ساتھ ۔“

”اور ظاہر ہے ہماری بیٹی ان کے اخراجات بھی برداشت کرے گی۔“

”اخراجات...... اخراجات...... اخراجات...... ڈیڈی آپ کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور دلچسپ بات ہے۔“ جواب میں فاضل دارا ہنسنے لگا، پھر بیوی کی طرف رُخ کر کے بولا۔

”دیکھا آپ نے آپ کی صاحب زادی سمجھتی ہیں کہ دولت کے درخت اُگتے ہیں اور ان میں دولت پتوں کی طرح لٹکتی ہے۔“

”بیٹی باپ کے راج میں عیش نہیں کرے گی تو اور کیا کرے گی۔“

”میری بیٹی ساری زندگی عیش کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے میرے راج میں بھی عیش کرے گی اور شوہر کے ساتھ بھی عیش کرے گی۔“

”وہ کون گدھا ہوگا ڈیڈی جو میرا شوہر بنے گا۔“

”ارے ارے ہم تمہیں گدھے نظر آتے ہیں...... یعنی تمہاری ممی کے شوہر۔“

”ڈیڈی مجھے اس نام سے ہی نفرت ہے...... آپ سمجھتے ہیں کہ میں کسی کی بھی محکومیت برداشت نہیں کر سکتی اور میں نے یہی دیکھا ہے کہ یہ جو شوہر نام کی چیز ہوتی ہے ناں ڈیڈی یہ بے وقوف خود کو زبردستی بیوی کا مالک سمجھ لیتا ہے...... ڈیڈی آپ تو بہت اچھے شوہر ہیں ممی کے سامنے کبھی گردن اٹھا کر بھی بات نہیں کرتے...... شوہروں کے بارے میں جو داستانیں میں نے سنی ہیں...... آپ کے خیال میں کیا وہ غلط ہوتی ہیں ؟“

”اسے کہتے ہیں منہ کے منہ پر گالیاں دینا...... آپ کی صاحبزادی اس وقت ہمیں گالیاں سنا رہی ہیں۔“

”اوہ...... نو ڈیڈی میں نے آپ کو کوئی گالی نہیں دی لیکن میں آپ کو یہ بتا دوں...... میرے لئے کوئی گدھا کبھی نہ تلاش کریں...... میں ایک آزاد زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔“

”بیٹے...... جو گدھا ہم تمہارے لئے منتخب کریں گے نا...... اس کی ناک میں رسی ڈال کر رسی ہم تمہارے ہاتھ میں دیں گے، تاکہ وہ زندگی بھر ادھر اُدھر گردن نہ ہلا سکے...... کیا

سمجھتی ہو تم اپنے باپ کو ؟“

”ہونہہ...... شوہر نام کا گدھا بھی مجھ کو پسند نہیں ہے ڈیڈی...... ممی بھوک لگ رہی ہے...... ناشتے کا بندوبست کریں۔“

”او کے بیٹا...... آپ کچھ جلدی نہیں جاگ گئیں۔“

”ہاں ممی بس میری مرضی...... جب تک دل چاہتا ہے سوتی ہوں...... جب بستر بدن میں چبھنے لگتا ہے تو جاگ جاتی ہوں۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”ہمارے بیٹے...... رات کو آپ کلب سے کس وقت واپس لوٹی تھیں۔“

”میں وقت کبھی یاد نہیں رکھتی ڈیڈی...... کیا مجھے وقت یاد رکھنا چاہئے ؟“

”نہیں میں یونہی پوچھ رہا تھا...... بیٹے...... آپ خود ڈرائیو کر رہی تھیں ؟“

”تو پھر ؟“

”آپ کا باڈی گارڈ آپ کے ساتھ تھا؟“

”جی دادل پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔“

”آپ کو یاد ہے...... راستے میں آپ نے کار کا ایکسیڈنٹ کر دیا تھا؟“

”ایکسیڈنٹ۔“ ہما کسی سوچ میں ڈوب گئی...... کچھ لمحے غور کرتی رہی اور پھر بولی۔

”ہاں یاد آیا ڈیڈی...... وہ غالباً کوئی ٹریفک سارجنٹ تھا...... آپ کو پتا ہے کہ جب میں کار ڈرائیو کرتی ہوں تو پھر اپنے راستے میں کوئی رکاوٹ پسند نہیں کرتی...... غالباً اس وقت بھی میں تیز ڈرائیو کر رہی تھی...... سارجنٹ میرے پیچھے لگ گیا...... وہ مجھے روک رہا تھا...... میں نہیں رکی...... تب اس نے بہت زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش کی...... اپنی موٹر بائیک کو میری کار سے آگے نکال لے گیا اور اسے راستے میں لانے کی کوشش کی...... اب آپ خود بتایئے ڈیڈی کیا مجھے کار روکنی چاہئے تھی؟“ ہما نے سوال کیا اور فاضل دارا عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

”ہما کیا تم نے بہت زور سے اس کو ٹکر ماری تھی؟“

”ڈیڈی میں نے غور ہی نہیں کیا تھا...... بس وہ سامنے آیا میں نے اسے اُڑا دیا۔“

”اور اگر وہ مر گیا ہو تو؟“

”یہ اس کی تقدیر ہے...... اس کی موت اسی طرح لکھی ہوئی تھی تو میں بھلا کیا

کر سکتی تھی۔"

"نہیں بیٹے پھر بھی تھوڑا سا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"بور مت کیجئے ڈیڈی...... ممی ناشتے کا کیا ہو رہا ہے؟ ناشتا نہیں کرائیں گی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"ہاں ہاں...... بالکل بالکل۔" پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی...... عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی اور فاضل دارا نے دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کون ہے آؤ۔" اندر آنے والا ہاؤس کیپر تھا...... اس کا نام ظفر تھا...... اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"ہاں ظفر...... کیا بات ہے۔"

"سر وہ پولیس آئی ہے۔" ظفر نے جواب دیا اور فاضل دارا کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے کھنچاؤ پیدا ہو گیا، پھر اس نے کہا۔

"پولیس؟"

"جی ہاں۔"

"کیوں آئی ہے...... پوچھا نہیں تم نے؟"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں وہ لوگ۔"

"کون ہیں؟ کس رینک کے لوگ ہیں؟"

"ایک پولیس انسپکٹر ہے سر...... اس کے ساتھ سپیشل ڈیپارٹمنٹ کا ایک آدمی ہے اور باقی کانسٹیبل وغیرہ ہیں۔"

"کیسے آئے ہیں یہ لوگ...... کیا موبائل ہے؟"

"نہیں سر...... جیپ ہے۔"

"کیا تم نے جیپ کو کوٹھی کے اندر آنے کی اجازت دے دی؟"

"نہیں سر...... وہ گیٹ پر ہیں۔"

"کیا انہوں نے اندر آنا چاہا تھا؟"

"جی سر...... چوکیدار سے کہا تھا کہ گیٹ کھولیں...... چوکیدار نے انکار کر دیا...... میں بھی اتفاق سے قریب ہی موجود تھا...... میری بات ہوئی تو میں نے کہا کہ یہ فاضل دارا کی

کوٹھی ہے اور اس کوٹھی میں کوئی بھی گاڑی بغیر اجازت کے داخل نہیں ہو سکتی...... چاہے وہ کسی نوعیت کی ہو...... میں نے اسے یہ بھی کہا کہ جیپ کو گیٹ سے خاصا دور ہٹا کر کھڑا کیا جائے تاکہ وہ ہمارے گیٹ پر کھڑی معلوم نہ ہو۔"

"تو پھر؟"

"انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔"

"انسپکٹر باہر موجود ہے؟"

"نہیں سر...... انسپکٹر اور سپیشل ڈیپارٹمنٹ کا آدمی اندر آگئے ہیں۔"

"کیا تم نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے؟"

"نہیں سر...... بھلا اس کا کیا سوال ہے۔"

"کہاں ہیں وہ؟"

"لان پر کھڑے ہوئے ہیں۔"

"بیٹھنے کی پیشکش کی تم نے انہیں؟"

"نہیں سر۔"

"گڈ...... میں تمہیں اسی لئے پسند کرتا ہوں ظفر...... اب تم اطمینان سے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤ، انہیں کھڑا رہنے دو...... پھر تھوڑی دیر کے بعد ٹہلتے ہوئے باہر جاؤ...... ان سے کہو انتظار کریں...... ہم ناشتا کر رہے ہیں...... جانا چاہیں چلے جائیں...... ورنہ پھر کھڑے ہو کر انتظار کریں...... بیٹھنے کی پیشکش مت کرنا انہیں۔"

"جی سر۔"

"جاؤ۔" فاضل دارا نے کہا اور ظفر گردن خم کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔

فاضل دارا کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا...... بیگم صاحبہ نے کہا۔

"یہ پولیس کیوں آئی ہے ہماری کوٹھی پر؟"

"ہو گا کوئی کام...... کیا کہا جا سکتا ہے۔" فاضل دارا نے بے پروائی سے کہا...... ہما غور سے باپ کو دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"کہیں یہ اسی ایکسیڈنٹ کے سلسلے میں تو نہیں آئے ڈیڈی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر آپ ان سے نہ ملئے میں خود مل لوں گی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"کیوں ڈیڈی؟"

"دیکھو...... اس ملک پر ہماری حکمرانی نہیں ہے اور حکمرانی ہوتی بھی تو کم از کم ہم قتل کا لائسنس نہیں رکھتے...... ہر ایسے جرم کا جواب دینا ہوتا ہے ہما تم بے وقوف ہو بالکل بے وقوف...... کبھی کبھی ایسی باتیں کرنے لگتی ہو کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا...... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اگر کوئی ٹریفک سارجنٹ تمہارے ہاتھوں قتل ہو جائے تو شاید میں بھی تم کو نہ بچا سکوں۔"

"ڈیڈی کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... سنو غور سے سنو...... تم کلب سے اُٹھی تھیں...... کار ڈرائیو کرتی ہوئی آئی تھیں...... گھر آ کر تم نے کار کھڑی کی تھی...... تمہیں ٹریفک سارجنٹ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی تمہاری کار سے اس کی ٹکر ہوئی ہے...... سمجھ رہی ہو ناں؟"

"کیا مجھے عدالت میں یہ بیان دینا پڑے گا؟"

"نہیں اگر بات تم تک پہنچے...... اول تو پہنچے گی نہیں لیکن اگر کوئی تم تک پہنچ ہی جائے تو پھر جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں تمہیں وہی کہنا ہے۔"

"یعنی میری کار سے کوئی ٹکر وغیرہ نہیں ہوئی۔"

"بالکل۔"

"او کے ڈیڈی...... جیسا آپ کہیں لیکن آپ کو اپنے یہ الفاظ اور اپنا لہجہ یاد رکھنا ہوگا...... آپ نے میری توہین کی ہے ڈیڈی۔"

"بے بی...... دیکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا خیال رکھو۔"

"پھر آپ نے مجھے بے بی کہا۔"

"بابا...... بابا...... بس بابا خدا کے واسطے اپنا بھی خیال رکھا کرو اور دوسروں کا بھی...... تم کچھ زیادہ آگے بڑھ رہی ہو۔"

"ممی...... دیکھئے ڈیڈی مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔" ہما نے کہا اور بیگم صاحبہ تشویش زدہ

نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں پھر ملازمہ نے آ کر ناشتا لگ جانے کی اطلاع دی تھی۔

ظفر معقول آدمی معلوم ہوتا تھا...... چوکیدار نے گیٹ کھولنے میں تعرض کیا تھا اور باہر نکل آیا تھا...... اس نے کہا۔

"سر...... میرے کو دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے...... آپ ادھر تھوڑا انتظار کرو...... میں خبر کرتا ہوں۔"

"ہم اندر تو نہیں جائیں گے چوکیدار...... تم دروازہ کھولو۔"

"صاب...... آپ لوگ گاڑی سے اتر کر اندر آ جاؤ...... ابھی میں بس ایک منٹ آپ سے مانگتا ہے۔" بہر حال وہ ملازم تھا...... وہ لوگ اس سے کیا کہتے لیکن چند ہی لمحوں کے بعد ظفر باہر نکل آیا تھا...... اس نے آ کر سلام بھی کیا تھا۔

"میرا نام ظفر ہے اور میں یہاں ہاؤس کیپر ہوں۔"

"مسٹر ظفر یہ ایک سویلینٹ آدمی کی کوٹھی ہے اور پولیس بلا مقصد کسی جگہ نہیں آتی جاتی...... کیا پولیس جیپ کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہو گی؟"

ظفر نے گردن خم کر کے کہا۔

"سر...... آپ کی آمد سر آنکھوں پر لیکن اگر مناسب سمجھیں تو میری ایک درخواست سن لیں۔"

"جی فرمایئے۔"

"سر جیپ کو ذرا تھوڑا سا پیچھے لے آئیں...... پلیز۔" ظفر نے لجاجت سے کہا......

شہاب اور جواد بیگ نیچے اتر گئے تھے...... انہوں نے ڈرائیور کو جیپ پیچھے لے جانے کے لئے کہا...... ظفر قریب آ گیا اور بولا۔

"سر...... میں ادھر نوکری کرتا ہوں...... بس اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں آپ سے کہ بہت بڑے لوگ، بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں...... آپ لوگوں نے انہیں اس کا موقع دیا ہے، اگر مناسب سمجھیں تو میری ملازمت کو برقرار رہنے دیں...... انتظار کیجئے...... اندر سے اجازت لے کر آتا ہوں، اگر اجازت مل گئی تو آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا...... اگر ذاتی طور پر اسے میرا جرم سمجھتے ہیں تو مجھے سزا دے دیجئے اور کیا عرض کر سکتا ہوں۔" شہاب نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اجازت لے آیئے۔"

"نہیں آپ اندر تو تشریف نے آئیں...... میں آپ سے تمام تر معذرتوں کے ساتھ یہ الفاظ کہہ رہا ہوں۔"

"اوکے مسٹر ظفر اوکے۔" شہاب نے کہا اور پھر وہ دونوں ذیلی دروازے سے اندر داخل ہوگئے...... ظفر انہیں لان پر لے آیا تھا...... اس نے کہا۔

" کاش یہ میرا گھر ہوتا...... تو میں آپ کو عزت واحترام کے ساتھ سر آنکھوں پر بٹھاتا...... آپ براہ کرم یہاں انتظار کر لیجئے۔"

"آپ جایئے۔" شہاب نے کہا اور ظفر اندر چلا گیا...... شہاب کی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں...... اس نے جواد بیگ سے کہا۔

"آؤ۔" جواد بیگ اس کے ساتھ چل پڑا تھا...... شہاب سرخ رنگ کی اس چمچماتی ہوئی کار کے قریب پہنچ گیا، جس کی نمبر پلیٹیں لگی ہوئی تھیں اور یہی وہ کار تھی، جس سے اشتیاق علی کو ٹکر مار کر ہلاک کیا گیا تھا...... شہاب برق رفتاری سے سامنے کی سمت پہنچ گیا تھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...... کار پر کوئی ہلکا سا نشان بھی نہیں لگا ہوا تھا...... وہ بالکل صحیح سالم حالت میں تھی اور دنیا کی کوئی بھی فیکٹری کسی تباہ شدہ کار کو ڈنٹ پینٹ کر کے اس طرح چمکا کر نہیں کھڑا کر سکتی تھی...... اتنے مختصر وقت میں، جبکہ یہ کار بالکل درست حالت میں نظر آ رہی تھی...... شہاب کی پیشانی شکن آلود ہوگئی...... جواد بیگ نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"یہی کار ہے؟"

"ہاں۔"

"یہی نمبر ہے؟"

"ہاں۔"

"مطلب یہ کہ۔"

"ہاں...... اس کا مقصد ہے کہ کارروائی ہو چکی ہے۔"

"سر آپ؟"

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو جواد بیگ کہ نمبر میں مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو اس خیال کو

اپنے دل سے نکال دو...... نمبر وہی ہے اس کار کا لیکن...... لیکن۔"

"لیکن سر...... اس پر تو کوئی نشان بھی نہیں ہے، جبکہ موٹر بائیک کی کیفیت دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ٹکر بڑی زور سے ہوئی ہوگی اور کار کو بھی شدید نقصان پہنچا ہوگا اور پھر وہاں قرب وجوار پر ہمیں ہیڈ لائٹس کے ٹوٹے ہوئے شیشے بھی ملے ہیں...... آپ ہی دیکھ لیجئے...... یہ ویسے ہی شیشے ہیں بالکل اور رنگ بھی وہی ہے۔"

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہوں تو جواد بیگ میں پورے وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" جواد بیگ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تو اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اس کا مطلب ہے لیکن سر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے...... ہو سکتا ہے۔" شہاب نے کہا اور اس کے بعد وہ کار کا چاروں طرف سے جائزہ لیتا رہا...... ایک ایک چیز کو غور سے دیکھا...... نیچے جھک کر دیکھا...... دروازے کے پاس آ کر جھانک کر دیکھا، پھر آخر میں وہ ٹائروں کے پاس آ بیٹھا...... دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی ایک چمک پیدا ہوگئی...... اس نے جواد بیگ کو قریب بلایا اور کہا۔

"جواد ان ٹائروں کو دیکھو۔"

"جی سر۔" جواد بیگ نے کہا اور ٹائروں کے پاس بیٹھ گیا۔

"کچھ محسوس کیا؟"

"سوری سر کوئی خاص بات نہیں۔"

"کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ٹائر چند فرلانگ سے زیادہ چلے ہوئے ہیں؟" جواد بیگ نے ٹائروں کے گرپ دیکھے اور اس کے بعد گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"کیا نتیجہ اخذ کرتے ہو اس سے؟"

"کچھ سمجھ نہیں پایا سر...... بالکل نہیں سمجھ پایا۔"

"جواد بیگ حتمی طور پر تو میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا لیکن کوئی بڑی کارروائی ہوئی ہے...... یقیناً کوئی بڑی کارروائی ہو گئی ہے...... نمبر پلیٹ وہی ہے لیکن کار بالکل نئی ہے...... تم خود دیکھو...... کیا...... تمہیں یہ کار استعمال شدہ محسوس ہوتی ہے...... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ

دس پندرہ کلو میٹر بھی چلی ہوئی نہیں ہے۔"

"وہ تو اس کے میٹر سے پتا چل سکتا ہے سر۔"

"جو کارروائی ہوئی ہے وہ مگر ٹھیک ہے...... چلو ہٹ جاؤ کار کے پاس سے ہٹ جاؤ.... لوگوں کو شبہ کا موقع نہیں دینا چاہئے...... میں دیکھوں گا کہ یہ لوگ کتنے ذہین، کتنے چالاک اور کتنے سمجھدار ہیں۔" شہاب نے کہا اور جواد بیگ کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا، پھر وہ درختوں کے پاس آ کھڑے ہوئے...... جواد بیگ غصے سے بل کھا رہا تھا...... اس نے کہا۔

"کیا ان لوگوں نے ہمیں یہاں کھڑا کر کے ہماری توہین نہیں کی ہے۔"

"دماغ کو ٹھنڈا رکھنا سیکھو...... جواد بیگ...... جواد بیگ، جس کلچر میں ہم رہتے ہیں اور اس معاشرے میں کچھ افراد نے جو گندگی پیدا کر رکھی ہے...... ہمیں اس کے خلاف تحمل سے کام لینا چاہئے...... اژدھے پھنکارتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ پہاڑوں کی چٹانوں تک کو نگل لیں گے لیکن آخر کار انہیں چٹانوں سے سر ٹکرا کر مرنا پڑتا ہے، کیونکہ چٹانیں ان کے بس کی چیز نہیں ہوتیں لیکن وہ زہریلے بھی ہوتے ہیں...... خونخوار بھی ہوتے ہیں اور پھنکار بھی سکتے ہیں۔" جواد بیگ خاموش ہو گیا...... اس نے کافی دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھی، پھر شہاب ہی نے کہا۔

"وہ جان بوجھ کر ہماری توہین کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور یہی اس کی موت کا سامان ہے...... تم سمجھ رہے ہو ناں...... ہو سکتا ہے ہمارے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو جاتا...... ہم دوسرے انداز میں سوچتے لیکن اب وہ ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم اس کے خلاف بھرپور طریقے سے کام کریں۔"

"سر بس کیا کہا جائے...... آپ خود سوچ لیجئے، حالانکہ پولیس کا محکمہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں...... تفتیش بہرحال تفتیش ہوتی ہے...... وہ ہمیں جان بوجھ کر تفتیش سے روک رہا ہے۔"

"ابھی کچھ نہیں...... ابھی کچھ نہیں۔" پھر خاصی دیر تک وہ وہاں کھڑے رہے تھے اور اس دوران شہاب غور کرتا رہا تھا...... وہ اس کھیل کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا...... ایکسیڈنٹ یقینی طور پر اسی نمبر کی کار سے ہوا تھا لیکن نمبر پلیٹیں اس کی جگہ موجود کار بے داغ، بے نشان بلکہ اس طرح سے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے شوروم سے نکالی گئی ہو...... شوروم، شوروم،

شوروم، اچانک ہی شہاب کے ذہن میں توصیف کی پیش کی ہوئی رپورٹ آئی...... اس رپورٹ میں کوئی کمی رہ گئی تھی یا پھر شہاب کو یاد نہیں رہا تھا...... ہو سکتا ہے یہ کار راتوں رات حاصل کر لی گئی ہو اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ فاضل دارا کا اپنا کوئی شوروم ہو...... سب کچھ پتا چل جائے گا...... سب کچھ اچھی طرح پتا چل جائے گا...... شہاب نے سوچا اور اس کا ذہن بہت سے منصوبے بناتا رہا...... خاصا وقت گزر گیا پھر جواد بیگ بے چین ہونے لگا، اس نے کہا۔

"وہ بدبخت کہیں بھول تو نہیں گیا۔" شہاب کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد ظفر ہی آتا ہوا نظر آیا۔

"آیئے آپ لوگ۔" اس نے کہا اور شہاب، انسپکٹر جواد کے ساتھ آگے بڑھ گیا...... ظفر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے...... اندر پہنچنے کے بعد اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"براہ کرم تشریف لے آیئے۔" پھر وہ دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر صوفوں پر بیٹھ گئے تھے...... ظفر باہر نکل گیا...... غالباً وہ ان سے گفتگو کرنے سے گریز کر رہا تھا...... جواد بیگ نے کہا۔

"اس شخص کو مکان کے مالک کی بدتمیزی کا پورا پورا احساس ہے۔" شہاب نے کوئی جواب نہیں دیا...... تھوڑی دیر کے بعد فاضل دارا اندر داخل ہوا اور ان دونوں کو گھورنے لگا۔

"پہلی غلطی تو تمہاری یہ تھی کہ تم نے مجھ سے کوئی اپائنٹمنٹ نہیں لیا اور جانوروں کی طرح منہ اُٹھائے چلے آئے...... کم از کم پولیس کا ڈسپلن ہی تمہیں معلوم ہونا چاہئے تھا کہ کس پائے کے شخص سے کس انداز سے ملا جاتا ہے...... کیا تمہیں ٹریننگ کے دوران اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"سوری سر لیکن بس چونکہ کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا...... ایک چھوٹی سی تفتیش کر رہے تھے، چنانچہ اس طرح چلے آئے۔"

"خیر میں چاہوں تو تمہیں اس سلسلے میں معطل بھی کرا سکتا ہوں لیکن میں نرم مزاج آدمی ہوں...... جوان لڑکے ہو...... اس لئے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا...... آئندہ ہر انسان سے ملنے سے پہلے اس کی حیثیت، اس کی شخصیت کا اندازہ لگا لینا۔ کہو کیا بات ہے؟" اس نے کھڑے کھڑے پوچھا۔

"سر ایک حادثہ ہوا ہے۔"

"کیسا حادثہ؟"

"سر ایک ٹریفک سارجنٹ کو ٹکر مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

"او ہو...... یہ تو بری بات ہے...... کس نے ایسا کیا ہے؟"

"سر جس کار سے اس کا حادثہ ہوا ہے...... اس کا نمبر آپ کی کار کے نمبر سے ملتا ہے۔"

"ملتا ہے؟"

"مطلب یہ کہ اسی کار کا نمبر ہے۔"

"میرے پاس تو بہت سی کاریں ہیں...... کون سی کار کا نمبر ہے یہ؟"

"سر...... سرخ رنگ کی وہ کار جو باہر کھڑی ہوئی ہے۔"

"ٹریفک سارجنٹ ہلاک ہو گیا ہے؟"

"جی سر۔"

"حادثہ کس طرح ہوا؟"

"سر اس نے موٹر بائیک کو ٹکر ماری تھی...... رات کو یہ کار سفر کر رہی تھی...... رفتار بے حد تیز تھی اور ٹریفک سارجنٹ نے صرف سپیڈ کی بنیاد پر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن کار نے ٹریفک سارجنٹ کو ٹکر ماری اور ٹریفک سارجنٹ ہلاک ہو گیا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا کہ یہ ہماری کار تھی؟"

"سر وہاں اور بھی ٹریفک تھا...... کچھ گاڑیوں نے اس کار کو ٹکر مارتے ہوئے دیکھا اور کچھ سمجھدار لوگوں نے وہ نمبر نوٹ کر لیا۔"

"ہوں تو تم ان سمجھدار لوگوں کو میرے پاس لے آؤ...... میں ان کی بینائی درست کرنے کی کوشش کروں گا، جس کار کا تم حوالہ دے رہے ہو...... وہ کار باہر کھڑی ہوئی ہے اس کا جائزہ لے لو...... اس سے کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا ہے...... نمبر پلیٹ دیکھنے میں غلطی ہو گئی ہے اور تم منہ اٹھا کر دوڑے چلے آئے۔"

"سر تفتیش کرنا تو پولیس کا کام ہے۔"

"پولیس کے تو بہت سے کام ہیں...... کم از کم یہ تو دیکھ لینا چاہئے کہ کس حیثیت کے مالک شخص کے پاس تم لوگ جا رہے ہو۔"

"سر...... میں نہیں سمجھتا کہ اگر کسی بھی حیثیت کا مالک کوئی شخص کوئی حادثہ کر دے تو پولیس کو اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔" جواد بیگ نے کہا۔

"بہت چرب زبان معلوم ہوتے ہو انسپکٹر...... کتنا عرصہ ہو گیا ہے نوکری کرتے ہوئے؟" جواد بیگ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں، لیکن شہاب نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری سر اگر ایسی کوئی بات ہے تو آپ بہر حال اسے کوئی غلط فہمی سمجھئے گا۔"

"اور اس غلط فہمی میں پڑ کر تم نے میرے چھ منٹ ضائع کر دیئے...... بس اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"جی پوچھنا تو چاہتے ہیں۔"

"اب بھی؟"

"جی ہاں۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"سر رات یہ کار کس کے استعمال میں تھی؟"

"آفیسر ان تمام فضول باتوں کے جواب کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے...... میں چاہتا ہوں تم لوگ چلے جاؤ۔" فاضل دارا نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا...... چند لمحات کے بعد وہ دروازے سے باہر نکل گیا تھا...... جواد بیگ شدید غصے میں معلوم ہوتا تھا...... اس نے شہاب کی طرف دیکھا اور کہا۔ "سر! کیا یہ سب ٹھیک ہے؟" شہاب مسکرانے لگا پھر بولا۔

"اس شخص کو اگر تمہارے ہاتھوں سے جوتے نہ لگوائے جواد بیگ تو میرا نام شہاب نہیں ہے...... کیا اس دعوے پر بھروسا کر سکتے ہو؟" جواد بیگ، شہاب کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سوری سر...... سوری ویری سوری۔"

"آؤ۔" شہاب نے کہا اور اس کے بعد وہ دونوں باہر نکل آئے، پھر وہ کوٹھی میں نہیں رکے تھے...... باہر نکل کر وہ جیپ میں بیٹھے اور شہاب نے کہا۔ "تھانے واپس چلو۔" ڈرائیور نے جیپ سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

جواد بیگ شدید طیش میں تھا...... اس کے چہرے پر جو کیفیت نظر آرہی تھی شہاب اس
سے غافل نہیں تھا...... تھانے میں پہنچنے کے بعد شہاب نے کہا۔ ”جواد بیگ...... وہاں تو
ہماری کوئی خاطر مدارت ہوئی نہیں...... کیا تم مجھے کولڈ ڈرنک نہیں پلاؤ گے؟“

”سر...... ابھی منگواتا ہوں۔“ جواد بیگ نے کہا اور ایک اردلی کو بلا کر کولڈ ڈرنک لانے کے
لئے کہا...... شہاب کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی...... جواد بیگ کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

”ایک پولیس آفیسر کو ایسے نہ جانے کتنے افراد سے واسطہ پڑتا ہے...... میں پھر تمہیں
یہی تلقین کروں گا کہ ذہن کو پوری طرح معتدل رکھو...... ہمیں کم از کم یہ اندازہ ہو گیا کہ اس
شخص کے خلاف ہمیں ذرا مختلف انداز میں کارروائی کرنا ہوگی...... دیکھو جواد بیگ کوئی بھی
شخص قانون سے نہیں بچ سکتا...... چاہے وہ کسی حیثیت کا مالک ہو...... یہ تو انسان کی غلط فہمی
ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک حصار میں محفوظ سمجھتا ہے، جبکہ حقیقتاً وہ حصار، حصار نہیں
ہوتا...... بہر حال جواد بیگ ہم نے اس سلسلے میں کام شروع کر دیا ہے...... تم بالکل اطمینان
رکھو...... میں تمہیں تمام تر کوائف سے آگاہ کروں گا۔“

”سر...... کیا کہا جا سکتا ہے...... پولیس کے اختیارات اس قدر محدود ہیں کہ ہمارے
ساتھ یہ سلوک بھی کیا جا سکتا ہے۔“

”کوئی فکر کی بات نہیں ہے جواد بیگ...... بہر حال تمہیں اندازہ ہے کہ جیت حق کی
ہوتی ہے...... اشتیاق علی ہمارا ساتھی تھا اور نہ بھی ہوتا تو کوئی بھی انسان ہوتا...... ہم اس کی
موت کو اس طرح نظر انداز تو نہیں کر سکتے...... تم بالکل مطمئن رہو، جہاں کہیں قانون کے
قدم رکے ہونگے وہاں۔“ شہاب نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا...... تھوڑی دیر تک وہ جواد بیگ
کے پاس بیٹھا اسے سمجھاتا رہا...... جواد بیگ خود بھی ذہنی طور پر بہت پریشان نظر آرہا تھا...
اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مخلص انسان ہے...... کام کرنا چاہتا ہے لیکن رکاوٹوں کو ہٹانے کی
سکت نہیں رکھتا، لیکن شہاب کے لئے ناممکن نہیں تھا...... کریم سوسائٹی کی کوٹھی میں بینا کے
ساتھ میٹنگ کرتے ہوئے اس نے تمام تفصیلات بتائیں اور کہا۔

”میں اس سلسلے میں کام کرنے کے انداز کو تھوڑا تبدیل کرنا چاہتا ہوں...... اس سے
میں بینا میں رسک لینے کے موڈ میں ہوں...... میں دیکھوں گا کہ آئی جی صاحب کے ہاتھ
لمبے ہیں...... کتنے اختیارات حاصل ہیں انہیں اور اگر کہیں، کسی جگہ آئی جی صاحب نے

ی رک گئے تو پھر شہنشاہ منظر عام پر آئے گا۔“ بینا مسکرانے لگی تھی، اس نے کہا۔
”اور شہنشاہ آخر کار شہنشاہ ہوتا ہے۔“ شہاب سنجیدہ ہو گیا تھا...... پہلا فراڈ اس کی سمجھ
ں آگیا تھا...... یعنی اس کی جگہ دوسری کار کھڑی کر دی گئی تھی...... اس بات کا اسے یقین
...... چنانچہ اس نے سب سے پہلے ڈبل او گینگ سے کام لینے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد
ہنشاہ کی حیثیت سے انہیں احکامات دینے لگا...... سب سے پہلے سردار علی اور انجم کو ڈیوٹی
دی گئی کہ وہ بڑی احتیاط کے ساتھ فاضل دارا کی کوٹھی کی نگرانی کریں...... وہاں آنے
انے والوں کی فہرست تیار کریں...... وہاں کتنے افراد رہتے ہیں ان کا جائزہ لیں...... یہ تمام
علومات حاصل کی جائیں...... دوسرے دو افراد کو اس نے یہ ذمے داری سونپی کہ اپنی موٹر
ائیکلوں پر وہ وہیں مستعد رہیں...... سرخ رنگ کی اس نمبر پلیٹ والی کار جہاں بھی جائے......
س کا بڑی احتیاط کے ساتھ تعاقب کیا جائے...... یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ عام
طور پر اسے کون ڈرائیو کرتا ہے...... اس کے علاوہ بقیہ افراد کو اس نے فاضل دارا کے
اطراف میں پھیلے ہوئے تمام افراد کی نگرانی کرنے کے لئے کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ لمحے لمحے
کی رپورٹ پیش کی جائے...... مس بینا اس سلسلے میں تمام رپورٹیں موصول کریں گی...... بینا
نے ان تمام احکامات کو سننے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کا مقصد ہے کہ فاضل دارا کی واقعی شامت آگئی؟“

”ہاں بینا...... بہت عرصے کے بعد پھر ہمیں ایک ایسا کردار ملا ہے جو ہماری پسند کے
مطابق ہے...... اس شخص کے ساتھ کارروائی کرنے میں لطف آئے گا۔“ بینا کے ساتھ بہت
دیر تک گفتگو رہی اور اس کے بعد شہاب نے اپنے طور پر سوچنا شروع کر دیا...... یہ تمام
معاملات تسلی بخش تھے جو کچھ اس نے کیا تھا...... اس کا نتیجہ یقینی طور پر بہت ہی جلد برآمد ہوگا
طریقۂ کارکردگی کا انداز تھوڑا سا تبدیل کرنا تھا...... کار کے سلسلے میں کیا ہو سکتا تھا، پھر اس نے
جواد بیگ کی ڈیوٹی لگائی کہ سرخ رنگ کی ایک ایسی کار پورے شہر میں تلاش کی جائے جو آگے
سے ٹوٹی ہوئی ہو...... جواد بیگ اس کا مطلب سمجھ گیا تھا...... اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر...... میں خود بھی یہ ڈیوٹی سر انجام دوں گا۔“

”جواد بیگ اگر ایسی کوئی کار کہیں کسی جگہ کھڑی ہوئی نظر آجائے تو اس کی پبلسٹی کرنے
کی ضرورت نہیں ہے...... خاموشی سے اسے لے آؤ اور کسی ایسی جگہ کھڑا کر دو جہاں اسے نہ

دیکھا جاسکے۔"

"بہتر جناب۔"

شہاب خود بھی کارکردگی میں مصروف رہا تھا، پھر اسے رپورٹ ملی کہ ایک انتہائی خوبصورت اور سمارٹ لڑکی سرخ رنگ کی اس کار کو لے کر کوٹھی سے باہر نکلی۔۔۔۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بجے تھے۔۔۔۔ شہاب نے کہا۔

"مجھے لوکیشن سے آگاہ کرتے رہو۔۔۔۔ میں شہاب ثاقب کو بھیج رہا ہوں۔"

"بہتر جناب۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور شہاب تیار ہو گیا۔۔۔۔ اسے ٹرانسمیٹر پر کار کی لوکیشن کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں۔۔۔۔ آخر میں پتا چلا کہ کار سن ڈاؤن کلب کے پارکنگ پر جا کر رکی ہے اور خوبصورت لڑکی اس سے اتر کر اندر چلی گئی ہے۔۔۔۔ شہاب نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد سن ڈاؤن کلب چل پڑا۔

سن ڈاؤن شہر کے انتہائی شاندار کلبوں میں شمار ہوتا تھا۔۔۔۔ وہاں آنے والے انتہائی اعلیٰ پائے کے لوگ ہوا کرتے تھے، بہر حال شہاب کو کبھی کلب میں باقاعدہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن اس نے اس کے بارے میں خاصی تفصیلات سن رکھی تھیں۔۔۔۔ کلب میں ہر طرح کے مشغلے فراہم کئے گئے تھے اور وہاں آنے والے تمام افراد تفریحات سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے، لیکن شہاب کے ذہن میں جو کلبلاہٹیں تھیں وہ بالکل مختلف تھیں۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کلب پہنچ گیا۔۔۔۔ اس کی نگاہوں نے بہت جلد اس سرخ رنگ کی کار کو تلاش کر لیا۔ خوش قسمتی سے کار کے پاس پارکنگ موجود تھی، چنانچہ شہاب نے اپنی کار وہاں لے جا کر کھڑی کر دی۔۔۔۔ تھوڑی دیر تک وہ کار کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے فراز کو ٹرانسمیٹر پر کال کیا اس بار شہاب کی حیثیت سے اس سے گفتگو کی۔

"مسٹر فراز۔۔۔۔ میں شہاب بول رہا ہوں۔"

"جی سر۔۔۔۔ کہئے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"مزاج تو بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔۔ فراز کیا تم کاروں کو کھولنے کے لئے کوئی ماسٹر کی کر سکتے ہو۔"

"ماسٹر کی۔۔۔۔ میرا خیال ہے ہمارے پاس موجود ہے۔"

"ویری گڈ۔۔۔۔ اسے لے کر سن ڈاؤن پہنچ جاؤ۔۔۔۔ سرخ رنگ کی ایک گاڑی وہاں

ہے۔۔۔۔ نمبر نوٹ کرو۔۔۔۔ میں اس کے قریب ہی موجود ہوں۔"

"بہتر جناب۔" فراز نے جواب دیا۔۔۔۔ قرب و جوار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔۔۔ گیٹ کیپر گیٹ پر موجود تھا اور اس کی توجہ پارکنگ کی جانب نہیں تھی۔۔۔۔ اکادکا کاریں آکر پارک ہو رہی تھیں اور لوگ اندر چلے جاتے تھے۔۔۔۔ بہر حال شہاب کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا، پھر فراز اس کے پاس پہنچ گیا۔۔۔۔ شہاب نے اس سے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا تھا۔

"ماسٹر کی؟"

"جی سر۔۔۔۔ یہ موجود ہے۔" فراز نے جواب دیا۔

"اس کار کو کھولنے کی کوشش کرو۔" شہاب بولا اور فراز نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد سرخ رنگ کی اس کار پر ماسٹر کی آزمائی اور کار کا دروازہ کھل گیا۔۔۔۔ شہاب نے فراز ہی سے کہا۔

"فراز ذرا اس کا مائیلو میٹر دیکھو۔" فراز خاموشی سے کار میں رینگ گیا تھا۔۔۔۔ شہاب خود بھی اپنی جگہ سے اتر آیا۔۔۔۔ فراز نے مائیلو میٹر دیکھ کر کہا۔

"سر تقریباً ساڑھے پانچ ہزار کلو میٹر چلی ہوئی ہے۔"

"گڈ۔۔۔۔ اس کا مقصد ہے یہاں بھی کام دکھادیا گیا ہے۔"

"ویسے جناب۔۔۔۔ کار کی حالت تو نہیں بتاتی کہ زیادہ استعمال کی گئی ہے یا پھر اسے انتہائی احتیاط سے رکھا گیا ہے۔۔۔۔ کہیں کوئی ایک اسپاٹ بھی نہیں ہے۔"

"آجاؤ۔" شہاب نے کہا اور پھر بولا۔

"اب یوں کرو فراز تمہیں تکلیف تو ہوگی۔۔۔۔ اس کا بونٹ اٹھاؤ۔"

"سر۔"

"میں ذمے دار ہوں۔" شہاب نے کہا اور فراز نے بونٹ اُٹھا دیا۔۔۔۔ شہاب پیڈ کے پر لکھے ہوئے انجن نمبر کو دیکھنے لگا۔۔۔۔ انجن نمبر اس نے نوٹ کر لیا۔۔۔۔ اس کے بعد فراز سے کہا۔

"اب تم ذرا اس کے نیچے داخل ہو جاؤ۔۔۔۔ ٹارچ میری گاڑی میں موجود ہے۔۔۔۔ نیچے بھی اس کا چیسز نمبر ہوتا ہے۔۔۔۔ ذرا اسے چیک کر لو۔"

"جی سر۔" فراز نے کہا۔

"سوری فراز۔"

"نہیں سر...... یہ تو ڈیوٹی ہے۔" فراز بولا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے جو چیسز نمبر اسے فراہم کیا تھا وہ انجن کے نمبر ہی کا تھا...... پھر کار کے کاغذات دیکھے گئے اور شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی......اس کے خدشے کی تصدیق ہوگئی تھی...... کار کی رجسٹریشن بک میں جو چیسز نمبر لکھا ہوا تھا وہ اس کار کا نہیں تھا...... شہاب مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد اس نے فراز سے کہا۔ "تھینک یو فراز......اب یہ سب کچھ اسی طرح بند کر دو۔" فراز نے کار بند کی......ماسٹر کی شہاب کے حوالے کی اور بولا۔

"میرے لئے حکم سر؟"

"بہت بہت شکریہ......بس اب تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"جانا ہی چاہوں گا سر۔" فراز مسکرا کر بولا اور اس کے بعد وہ چلا گیا...... شہاب نے اپنے لباس کا جائزہ لیا اور اس کے بعد وہ آہستہ سے چلتا ہوا کلب کے ریسپشن ہال کی جانب بڑھ گیا...... ریسپشن ہال میں داخل ہونے کے بعد اس نے اِدھر اُدھر دیکھا...... بہت ہی نفاست سی میزیں لگی ہوئی تھیں اور عملے کے افراد اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے...... ایک جگہ پہنچنے کے بعد اس ن کہا۔

"میں کلب کا اندر سے جائزہ لینا چاہتا ہوں...... کیا اس کلب میں داخلے کے لئے کچھ خصوصی مراحل طے کرنا ہوتے ہیں؟"

انکوائری آفیسر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جناب اس کلب میں داخلہ عام حالات میں ممکن نہیں ہے...... ممبر شپ ہوتی ہے یہاں...... آپ شاید کہیں باہر سے آئے ہیں؟"

"ایسا ہی سمجھ لیجئے، اگر باہر سے نہیں آیا......تب بھی اس کلب میں پہلی بار آیا ہوں۔"

"ممبران اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو لا سکتے ہیں...... وہ ان کے ضامن ہوتے ہیں باقی عام افراد کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اور اگر بات عام افراد کی نہ ہو تو؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فرض کیجئے کہ میں یہ کارڈ آپ کے سامنے رکھوں اور اس کے بعد آپ سے اجازت چاہوں۔" شہاب نے اپنا سروس کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا...... اس نے

سروس کارڈ دیکھا اور اس کے چہرے پر نرمی پھیل گئی، پھر وہ مسکرا کر بولا۔

"سر آپ ضرور تشریف لے جا سکتے ہیں...... ظاہر ہے انتظامیہ کے اتنے بڑے افسر اعلیٰ کو کون روک سکتا ہے، لیکن اگر میری ایک مشکل حل کر دیں تو میں ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

"جی فرمائیے؟"

"میں ابھی جا کر منیجر کو بلا لاتا ہوں...... منیجر آپ کو اجازت دے دے تو میرے لئے مشکل نہیں ہو گی۔"

"آپ بلا کر نہ لائیے...... میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" شہاب نے کہا اور اس کے بعد وہ اس شخص کے ساتھ چل پڑا...... وہ شخص اسے منیجر کے آفس میں لے گیا...... منیجر بھاری بھرکم شخصیت کا مالک، ایک خوش مزاج آدمی تھا...... شہاب نے اس سے اپنا تعارف کروایا تو اس نے اٹھ کر شہاب سے مصافحہ کیا اور بولا۔

"ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں آفیسر۔"

"کوئی خدمت نہیں ہے جناب بس یونہی ذرا کلب کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"اور یقیناً یہ سرکاری سلسلے میں ہو گا؟"

"بالکل۔"

"آپ پلیز تشریف لے جائیے...... میں ذاتی طور پر آپ کا ضامن ہوں...... آپ کو پتا ہے نک چڑھے لوگ یہاں آتے ہیں...... اعتراضات کر ڈالتے ہیں...... کیا اندر آپ کی شناسا کوئی شخصیت ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"پلیز آپ تشریف لے جائیے، جاؤ انہیں گائیڈ کر دو۔" منیجر نے اسی ڈیوٹی آفیسر کو حکم دیا اور اس نے خوش مزاجی کے ساتھ شہاب کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ لے کر اندر داخل ہو گیا۔ "اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے آپ کا تعارف کرا سکتا ہوں۔"

"تم جاؤ۔" شہاب نے کہا اور اس کے بعد وہ کلب میں داخل ہو گیا...... اندر سے بھی کلب دیکھنے کے قابل تھا...... یہاں واقعی ہر سہولت فراہم کی گئی تھی، گیمز لگے ہوئے تھے، اس کے علاوہ نشستوں کا مخصوص انتظام تھا، سوئمنگ پول تھے...... جو اپنی مثال آپ تھے،

ایک جگہ شوٹنگ گراؤنڈ تھا، نشانہ بازی ہو رہی تھی...... شہاب کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہیں اور پھر اس نے اس لڑکی کو تلاش کر لیا...... اسنوکر ٹیبل پر تنہا اسنوکر کھیل رہی تھی...... آس پاس کوئی نہیں تھا...... غالباً یہ اسنوکر کی پریکٹس کی جا رہی تھی...... شہاب چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر نکل آیا اور کار میں بیٹھ کر چل پڑا...... ابھی فوری طور پر وہ چند کام کر لینا چاہتا تھا...... اس کے بعد دوسرے معاملات دیکھنے تھے...... بہر حال یہ سلسلہ جاری رہا...... اشتیاق علی تو بیچارہ زندگی بار بیٹھا تھا...... اس کے بعد جو کچھ بھی ہو وہ ایک الگ حیثیت رکھتا ہے، لیکن شہاب اشتیاق علی کی جان لینے والے کو معاف نہیں کر سکتا تھا...... بہر حال وہ اپنے طور پر اپنی کارروائی میں مصروف رہا، پھر اسی رات تقریباً ساڑھے دس بجے وہ اپنی جگہ سے نکلا...... اس وقت اس نے خاص لباس پہنا ہوا تھا، جس میں ماسک بھی لگی ہوئی تھی موٹر سائیکل استعمال کی تھی...... جو کریم سوسائٹی کے کمپاؤنڈ میں موجود تھی۔ باقی کسی ... نے اپنے ساتھ نہیں لیا تھا...... موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہ اس طرف چل پڑا، جہاں فاضل دارا کا کاروں کا شوروم تھا...... بس ایک تصور تھا ذہن میں...... وہ اسی پر عمل کر رہا تھا...... چند دیر کے بعد وہ شوروم کے قریب پہنچ گیا...... ظاہر ہے اس وقت شوروم بند ہو چکا تھا، البتہ چوکیدار وہاں موجود تھا...... شہاب نے موٹر بائیک ایک تاریک سی جگہ پر جا کر کھڑی کر دی اور اس کے بعد ٹہلتا ہوا آگے بڑھ آیا...... چوکیدار نے اپنے بیٹھنے کے لئے چارپائی بچھا رکھی تھی اور مستعد بیٹھا ہوا تھا...... شہاب کو دیکھ کر وہ چونکا اور اسے گھورنے لگا...... شہاب نے اسے سلام کر ڈالا تھا......

چوکیدار نے سلام کا جواب دیا تو شہاب بولا۔

”یہ شوروم فاضل دارا کا ہے ناں؟“

”جی صاحب مگر آپ ادھر کیسے آیا؟“

”بس دیکھنا تھا...... ویسے یہاں کتنے افراد کام کرتے ہیں؟“

”ہمیں کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔“ چوکیدار نے کہا۔

”یونہی سوال کر گیا تھا...... کوئی خاص بات نہیں تھی۔“

شہاب بولا۔

”ٹھیک ہے صاب...... اب آپ ادھر سے جاؤ۔“

”شکریہ...... چوکیدار۔“ شہاب اس طرح مڑا جیسے آگے بڑھ رہا ہو لیکن دوسرے لمحے اس نے نپا تلا کراٹے کا ہاتھ چوکیدار کی گردن پر مارا...... چوکیدار کے دونوں ہاتھ گئے...... وہ شہاب پر جھپٹنے کی کوشش کرنے لگا...... جاندار آدمی تھا...... ورنہ یہ ایک ہی کافی ہوتا شہاب کو پینترا بدل کر اس پر کئی وار کرنے پڑے تھے...... تب چوکیدار کے حواس معطل ہو سکے...... شہاب نے اسے اطمینان کے ساتھ چارپائی پر لٹا دیا اور اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا، پھر شٹر میں لگے ہوئے تالے کی چابیاں اسے مل گئیں...... اس نے شٹر کھولا اور اس کے بعد اندر داخل ہو گیا...... بہت بڑا شوروم تھا...... اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی...... شوروم کے لئے جو انتظامات کئے جا سکتے تھے وہ کئے گئے تھے...... شہاب نے شٹر گرا دیا احتیاط سے بند کر دیا اور اس کے بعد اندر روشنی کر دی...... اس کی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں...... شوروم میں کاروں کے علاوہ کچھ الماریاں بھی نظر آ رہی تھیں...... ایک طرف شیشے کا ایک کیبن بنا ہوا تھا جس میں میز کرسی پڑی ہوئی تھی...... منیجر کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی...... وہ الماریاں اس کیبن سے ذرا ہٹ کر رکھی ہوئی تھیں...... شہاب تمام انتظامات کر کے آیا تھا...... غالباً یہاں اسے جو کچھ کرنا تھا...... وہ اس کے ذہن میں تھا چنانچہ اس نے اپنی جیب سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور الماریوں میں سے ایک کے تالے میں مصروف ہو گیا...... چند ہی لمحوں کے بعد الماری کھل گئی تھی...... الماری میں فائلوں کے انبار لگے ہوئے تھے...... شہاب نے ان فائلوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا...... بڑے صبر و سکون کا کام تھا...... جسے وہ انتہائی احتیاط کے ساتھ سرانجام دے رہا تھا...... چوکیدار کو جتنی دیر کے لئے بے ہوش کیا گیا تھا، اس کا بھی شہاب کو اندازہ تھا...... ویسے ہو سکتا ہے کہ شٹر کے آخری سوراخوں سے روشنی باہر چھن رہی ہو لیکن شوروم جس علاقے میں تھا، وہاں عام آبادی نہیں تھی...... کوئی خاص ہی آدمی ادھر پہنچتا تو یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اندر کوئی موجود ہے یا چوکیدار روشنی جلتی ہوئی چھوڑ کر بھول گیا ہے...... چوکیدار کو بھی شہاب نے جس انداز میں چارپائی پر لٹایا تھا، اس سے دیکھنے والے یہی سمجھ سکتے تھے کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے...... الماری میں بہت فائلیں تلاش کرنے کے بعد شہاب نے دوسری الماری کھولی...... اس میں بھی فائل چنے ہوئے تھے اور ان میں گاڑیوں کا ریکارڈ تھا...... شہاب ایک ایک فائل کا برق رفتاری سے جائزہ لے رہا تھا...... یہ فائل تقریباً بے مقصد ہی تھے...... انہیں واپس الماری میں رکھنے کے بعد اس

نے الماریاں بند کردیں پھر وہ آفس میں داخل ہوگیا...... آفس میں بھی ایک ریک رکھا ہوا
تھا...... شہاب نے ریک کے تالے پر قوت صرف کی اور تھوڑی سی دیر کے بعد وہ تالا بھی
کھل گیا...... اس میں کرنٹ فائلیں تھیں...... شہاب انہیں نکال کر دیکھنے لگا...... وہ اطمینان
سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور فائلیں میز پر رکھ کر دیکھ رہا تھا، پھر اس کی آنکھیں خوشی سے چمک
اُٹھیں...... ان کاروں کی تفصیلات ان فائلوں میں موجود تھیں جو ایک خاص ماڈل اور ایک
خاص میکر کی تھیں...... شہاب انہیں دیکھتا رہا...... اس وقت اس کے بعد کوئی ایسا ذریعہ نہیں
تھا، جس سے وہ ان فائلوں میں لگے ہوئے کاغذات کی نقول حاصل کرسکتا لیکن بہر حال اسے
اپنا کام تو سر انجام دینا ہی تھا، چنانچہ اس نے ان فائلوں کو باندھ لیا...... اچھا خاصا ریکارڈ تھا،
اس ریکارڈ میں ان کاروں کی تعداد کا اندازہ ہوتا تھا...... اس ریکارڈ میں کاروں کی سیلز ریکارڈ
بھی تھی...... یہ کاریں جو یہاں موجود تھیں، زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا...... منگوائی گئی تھیں اور
ابھی ان میں سے ایک کار بھی سیل نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال شہاب نے اپنے ذریعے کے
مطابق یہ کام کرلیا تھا، حالانکہ اس سلسلے میں دوسری جانب سے بھی کوشش کی جاسکتی تھی اور
شہاب کی ان کاوشوں کو ختم کیا جاسکتا تھا لیکن شہاب ان لوگوں کو ذہنی طور پر بھی ہراساں کرنا
چاہتا تھا، چنانچہ فائلوں کی خاصی موٹی گڈی بنا کر اس نے اپنا کام ختم کرلیا اور پھر انہیں اٹھا کر
باہر نکل آیا...... اس نے پستول ہاتھ میں لے لیا تھا، تاکہ شٹر اٹھانے کے بعد اگر کسی مشکل کا
سامنا کرنا پڑے تو وہ باآسانی اس سے نمٹ سکے، لیکن سب کچھ مناسب حالت میں تھا......
فائلوں کو لے کر وہ بائیک تک پہنچا...... بائیک کے کیریئر پر اس نے فائلوں کو مضبوطی سے
باندھا اور پھر بائیک سٹارٹ کر کے چل پڑا...... رخ کریم سوسائٹی کی کوٹھی کی جانب تھا......
جوہر خان تو ہمیشہ مستعد ہی رہتا تھا، چنانچہ کریم سوسائٹی کی کوٹھی میں داخل ہونے میں اسے کوئی
دقت پیش نہیں آئی...... جوہر خان نے اسے کافی بنا کر دی اور شہاب بہت دیر تک ان فائلوں
کا جائزہ لیتا رہا...... بہر حال وہ ان فائلوں کے حصول سے غیر مطمئن نہیں تھا...... اس لئے
اسے خاصی مدد حاصل ہوسکتی تھی۔

❁

نازوں کی پلی ہما فاضل سے تو فاضل دارا نے کچھ نہیں کہا تھا، لیکن وہ ان دنوں جس بے
کلی کا شکار تھا...... وہ خود اس کے لئے اجنبی تھی...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کا

پتا نہیں کیوں ہے...... ایسے معاملات تو اکثر پیش آتے ہی رہتے ہیں، بلکہ یہ تو کچھ بھی نہیں
تھا...... فاضل دارا کی زندگی کے دو رُخ تھے...... ایک رُخ میں وہ ایک فیکٹری اونر ایک بہت
بڑا بزنس مین، انتہائی سوشل کام کرنے والا اور بہت اچھے تعلقات کا مالک، ایک رئیس تھا لیکن
دوسری جانب اس کا تاریک پہلو یہ تھا کہ بے شمار لوگ اس کے لئے اسمگلنگ کرتے تھے اور
ملکی معیشت کو تباہ و برباد کرنے میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے تھے......
ہوسکتا ہے بہت سے افراد کو اس کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہوتی ہوں لیکن بڑے
بڑے، بڑے لوگوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور فاضل دارا کے تعلقات اس قدر تھے کہ وہ
اپنے جرائم کی باآسانی پردہ پوشی کر سکتا تھا...... بہر حال نہ جانے کیوں ان دنوں اس کے دل
میں ایک خلش تھی اور اس خلش کو مسلسل ہوا مل رہی تھی، کیونکہ دوسرے ہی دن جب وہ
اپنی فیکٹری کے ایک آفس میں تھا اسے شوروم کے منیجر کا ٹیلی فون موصول ہوا اور فاضل دارا
نے سیکرٹری کی اطلاع پر ٹیلی فون ریسیو کیا۔

"ہاں کیا بات ہے؟"

"سر ایک عجیب و غریب واقعہ ہوگیا ہے۔"

"واقعہ بتانے کی بجائے تم اس کے عجیب و غریب ہونے کے تذکرے پر زیادہ توجہ
نہیں دے رہے۔"

"سر...... شوروم میں چوری ہوگئی ہے۔"

"چوری؟"

"جی سر۔"

"کیا چوری ہوگیا؟"

"سر...... جاپان سے امپورٹ کی ہوئی کاروں کے فائل چوری ہوگئے ہیں اور یوں لگتا
ہے جیسے وہ کوئی عام چور نہ ہو...... شوروم میں اور بھی بہت سی قیمتی چیزیں موجود تھیں......
میری میز کی دوسری دراز میں پندرہ لاکھ روپے رکھے ہوئے تھے...... کسی اور چیز کو نہیں
چھیڑا گیا، صرف ریک سے وہ فائل حاصل کئے گئے ہیں۔"

"کیا ان میں ان کاروں کے فائل بھی تھے؟" فاضل دارا نے پوچھا۔

"جی سر۔"

"اوہ...... مائی گاڈ...... چوکیدار کہاں مر گیا تھا؟"

"چوکیدار نے ایک عجیب ہی کہانی سنائی ہے۔"

"تم مجھے کہانیاں سنا رہے ہو؟"

"مَن...... نہیں سر...... چوکیدار نے جو بتایا ہے...... وہ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کیا میں نے تمہیں منع کیا ہے؟"

"سر چوکیدار نے کہا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا...... بہت سی باتیں کرتا رہا، اس نے اور اس کے بعد اس نے عجیب و غریب انداز میں چوکیدار کو بے ہوش کر دیا اور اس کے بعد چوکیدار کو کچھ پتا نہیں ہے...... بعد میں جب چوکیدار کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ شوروم شٹر بند ہے اور کوئی ایسی تبدیلی نہیں ہے، جس پر وہ توجہ دے سکتا۔"

"ہوں ٹھیک ہے اور کچھ؟" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"نہیں سر لیکن سر اس ریکارڈ کا غائب ہو جانا ہمارے لئے بہت سی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے...... انکم ٹیکس کے معاملات کھڑے ہو سکتے ہیں اور۔"

"شٹ اپ۔" فاضل دارا نے کہا اور فون بند کر دیا...... اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے...... بہت دیر تک وہ خاموش بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے ٹیلی فون سامنے سرکا کر ایک نمبر ڈائل کیا...... دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا تو وہ کہنے لگا۔ "فرید کو لائن پر بلاؤ...... فاضل دارا بول رہا ہے...... ہاں فرید خان اونچا سنتے ہو کیا؟" پھر وہ انتظار کرتا رہا اور چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"فرید خان...... بڑا مسئلہ بن گیا ہے...... کچھ ایسے معاملات ہوئے ہیں جن کی بنا پر میں پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا ہوں...... تم ایسا کرنا کہ آج رات تم مجھ سے مل لینا...... تقریباً ساڑھے آٹھ بجے...... ہاں گھر پر ہی ملوں گا...... انتظار کروں گا میں تمہارا...... خدا حافظ۔"

فاضل دارا نے ٹیلی فون بند کر دیا...... بہت دیر تک وہ سوچتا رہا...... اس کے بعد ایک بار پھر اس نے ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کئے اور رابطہ قائم ہو جانے کے بعد بولا۔

"دادل کہاں ہے؟"

"پتا نہیں گھر پر ہی موجود ہو گا۔"

"فاضل بول رہا ہوں۔"

"اوہ...... مالک معافی چاہتا ہوں آواز نہیں پہچان سکا۔"

"تھوڑے دنوں کے بعد میرا نام بھی بھول جاؤ گے...... دادل کو بلاؤ۔"

"ابھی بلاتا ہوں مالک۔" جواب ملا اور چند لمحوں کے بعد دادل کی آواز سنائی دی۔

"جی مالک...... دادل بول رہا ہوں۔"

"دادل...... گاڑی کھڑی ہوئی ہے؟"

"جی سر۔"

"ہما کہاں ہے؟"

"سر اندر رہی ہیں۔"

"چابی تمہارے پاس ہے؟"

"جی۔"

"گاڑی لے کر نکل جاؤ...... جان محمد جہاں بھی ملے اسے تلاش کرو...... اس سے کہو کہ گاڑی کے نمبر کسی بھی طرح گھس کر ختم کر دے...... دوسرے نمبر تو نہیں ڈالے جا سکتے لیکن گاڑی کے نمبروں کو گھسوا دو۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے؟"

"جی اب آ گئی ہے۔"

"جاؤ...... دفع ہو جاؤ...... دیر مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے مالک۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور فاضل دارا نے فون بند کر دیا، پھر وہ خود کلامی کے انداز میں بولا۔

"یقینی طور پر ان فائلوں کی چوری سے کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں...... لگتا ہے کوئی صحیح راستے پر لگ گیا ہے لیکن کیا وہ تھانہ انچارج...... دیکھنا پڑے گا اسے دیکھنا پڑے گا۔"

اس نے کرسی سے پشت لگائی اور کرسی کو پیچھے کر کے آنکھیں بند کر لیں...... کچھ دیر وہ پرخیال انداز میں کرسی کو جھلاتا رہا اور آنکھیں بند کئے سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا...... دوسری طرف سے شاید آوازیں آ رہی تھیں...... جسے فون کیا گیا تھا وہ پوچھ رہا تھا کہ کون بول رہا ہے؟

لیکن فاضل دارا پھر سوچ میں ڈوب گیا تھا اور اس کے بعد اس نے ریسیور واپس رکھ دیا اور سامنے رکھے ہوئے کاغذات میں گم ہو گیا۔

❁

ڈبل او گینگ کی پوری ٹیم ان کاموں میں مصروف تھی...... تمام کے تمام لوگ شہنشاہ کی ہدایت پر پوری سرگرمی سے اپنے اپنے کام سرانجام دے رہے تھے اور شہاب کو رپورٹیں موصول ہو رہی تھیں...... تازہ ترین رپورٹ یہ تھی کہ سرخ رنگ کی وہ کار ہمیشہ ہی ہما فاضل دارا کے استعمال میں رہتی ہے، جو تقریباً باقاعدگی سے کلب آتی ہے...... کلب کے ممبروں کو اس کی اچھی خاصی شناسائی ہے لیکن وہ بددماغ لڑکی مشہور ہے اور لوگ اس کی جانب رجوع نہیں ہوتے، وہ تنہا ہی کلب کی تفریحات میں حصہ لیتی ہے اور اس نے کسی کو بھی دوست بنانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ وہاں وہ ایک بدتمیز لڑکی کی حیثیت سے مشہور ہے...... دوسری رپورٹ یہ تھی کہ اس رات جب یہ حادثہ ہوا...... ہما فاضل دارا کلب میں ہی موجود تھی اور اس وقت کلب سے باہر نکلی تھی، جس وقت وہ عموماً جایا کرتی ہے...... وقت کا جو تعین کیا گیا تھا...... یہ وہی وقت تھا...... جب اندازہ یہ لگایا جا سکتا تھا کہ ہما فاضل دارا ہی کے ذریعے وہ حادثہ ہوا ہوگا، کیونکہ کلب سے نکلنے کے بعد وہ اسی وقت اس جگہ سے گزر سکتی تھی...... بشرطیکہ رفتار طوفانی ہی ہو...... یہ بھی علم ہوا تھا...... شہاب کو کہ ہما بہت رف ڈرائیونگ کرتی ہے اور ہمیشہ ہی اس کی تیز رفتاری سے لوگ خوفزدہ رہتے ہیں...... تیسری اطلاع یہ تھی کہ ہما کے ساتھ اس کی گاڑی میں اس کا ایک باڈی گارڈ ہوتا ہے...... جو ایک بے ہنگم شخصیت کا مالک ہے، لیکن وہ کلب کے گراؤنڈ ہی میں ہوتا ہے اور عموماً وہیں پایا جاتا ہے یا پھر کبھی کبھی وہ وہاں سے چلا جاتا ہے اور گھوم پھر کر اس وقت واپس آ جاتا ہے...... جب ہما کلب سے اُٹھتی ہے۔ شہاب کو فوراً ہی احساس ہوا کہ اس وقت جب اس نے سرخ رنگ کی کار کی تلاشی لی تھی باڈی گارڈ یقیناً گھومنے پھرنے ہی گیا ہوگا...... ورنہ اسے دیکھ لیا جاتا...... بہرحال یہ ساری رپورٹیں یہ ظاہر کرتی تھیں کہ ایکسیڈنٹ ہما فاضل دارا سے ہوا ہے...... ہما فاضل دارا کو شہاب ایک نگاہ دیکھ بھی چکا تھا...... ضرورت سے زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش کرتی تھی...... ایک رئیس باپ کی بگڑی ہوئی بیٹی تھی اور اس قسم کی لڑکیاں بہت سے کام کر ڈالا کرتی ہیں لیکن ظاہر ہے باپ کی محبت اپنی جگہ کم از کم انہیں انسانی زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی

شہاب نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کئے تھے اور پھر اس رات اس نے کلب میں ہما فاضل دارا کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا...... وہ خود بھی ایک شاندار سوٹ میں ملبوس ہو کر وہاں پہنچا تھا...... اپنے کارڈ کے بل پر وہ کلب میں داخل ہو سکتا تھا لیکن ابھی تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ کلب کے منتظمین کی جانب سے پہلی بار اس کے داخلے پر کوئی اعتراض کیا گیا ہو، البتہ جب اپنی کار سے نیچے اترا تو ناہید سلیمی نظر آیا...... یہ سیٹھ جبار کا داماد تھا...... ابتداء میں اس سے اچھی خاصی ملاقاتیں رہی تھیں، بلکہ شہاب کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ناہید سلیمی کی ذات سے منسوب تھا...... بعد میں بھی کئی بار ملاقاتیں ہوئی تھیں اور یہ عجیب و غریب شخصیت شہاب کو پسند آئی تھی...... مردوں کی ایک عجیب قسم تھی...... جو عموماً نہیں پائی جاتی...... وہ ناہید سلیمی کے سامنے پہنچا تو ناہید سلیمی اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"شہاب صاحب آپ کیا؟ کیا آپ نے بھی اس کلب کی ممبر شپ لے لی ہے؟" ناہید سلیمی نے کہا۔

"کیا آپ یہاں کے مستقل ممبر ہیں؟" شہاب نے پوچھا۔

"جی ہاں لیکن ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔"

"وہ کیا؟" شہاب نے سوال کیا۔

"آپ اندر جا رہے ہیں؟"

"ارادہ تو تھا لیکن میرے پاس یہاں کی ممبر شپ نہیں ہے۔"

"میرے پاس ہے آپ براہ کرم تشریف لائیے کوئی اور مصروفیت تو نہیں ہے آپ کو؟"

"تو پھر آئیے۔" ناہید سلیمی کے ذریعے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا...... اس بات کا تو اسے علم تھا کہ ہما فاضل دارا اندر ہے...... بہرحال ناہید سلیمی کے ساتھ اندر پہنچ گیا اور پھر اس نے ہما کو ایک میز پر بیٹھے ہوئے دیکھا لیکن اس نے کسی بات کا اظہار نہیں کیا تھا...... ہما کی میز پر جو کچھ موجود تھا...... اسے دیکھ کر شہاب نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی...... بگڑے ہوئے باپ کی بگڑی ہوئی بیٹی۔

ناہید سلیمی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ سے شہاب صاحب؟"

"جی...... جی...... فرمائیے؟"

"آپ کو مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔"

"تو پھر میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ کسی بھی طرح سیٹھ صاحب کو میرے یہاں آنے کے بارے میں علم نہ ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں چھپ کر یہاں آیا کرتا ہوں۔"

"ارے...... چھپ کر کیوں؟"

"پابندیاں ہیں مجھ پر۔" ناہید سلیمی نے دردناک لہجے میں کہا۔

"سیٹھ صاحب کی طرف سے؟"

"نہیں میری بیوی کی طرف سے۔"

"یعنی آپ کی بیگم؟"

"جی ہاں...... کہہ لیجئے۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا ہٹلر کسی کی بیگم تھا؟"

"جی!" شہاب حیرت سے بولا۔

"جی!" شہاب حیرت سے بولا۔

"ہٹلر کی درندگی کی داستانیں سنی ہوں گی آپ نے...... میری بیوی اس سے بڑا درندہ ہے۔" شہاب نے بمشکل قہقہہ روکا تھا...... ناہید سلیمی کے چہرے پر جو یتیمی برس رہی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی۔

"ہر طرح کی پابندیاں لگائی ہیں مجھ پر یہاں نہ جاؤ، وہاں نہ جاؤ۔ جہاں جاؤ انہیں ساتھ لے کر جاؤ...... اب آپ مجھے بتائیے کیا زندگی تباہ ہو کر نہیں رہ جاتی۔"

"آپ اطمینان رکھیں میں کسی سے نہیں کہوں گا...... ویسے کیا آپ روزانہ یہاں آتے ہیں؟"

"کون روزانہ یہاں آسکتا ہے...... اس درندے کی موجودگی میں کبھی کبھی موقع ملتا ہے تو چلا آتا ہوں...... یہاں کا مستقل ممبر ہوں۔"

"واقعی آپ کی داستان بہت دُکھ بھری ہے۔"

"اسے اور دُکھ بھری نہ بنا دیں آپ۔"

"میں؟"

"جی ہاں سیٹھ جبار سے تذکرہ کر کے۔"

"خیر تذکرہ تو میں کبھی نہیں کروں گا اور آپ نے منع کر دیا تو بہت اچھا کر دیا لیکن کیا سیٹھ جبار صاحب بھی؟"

"بس بیٹی باپ کے اشاروں پر پھدکتی ہے۔" ناہید سلیمی نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ اطمینان رکھیں...... ویسے یہاں تو آپ کی شناسائی بہت زیادہ ہوگی؟"

"ہو سکتی تھی مگر میں کرتا نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے...... یہاں کے شناسا اگر کبھی مجھے گھر پر فون کر دیں تو۔"

"اوہو...... ہاں واقعی...... گویا آپ اکیلے رہتے ہیں یہاں پر بھی؟"

"پتا نہیں میں اپنی والدہ کے گھر پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اتنا ہی تنہا ہوں میں کہ اپنی پیدائش پر بھی شبے کا شکار ہو گیا ہوں۔" شہاب ہنسنے لگا تو پھر اس نے کہا۔

"میں کوشش کروں گا ناہید سلیمی صاحب کہ آپ کو تھوڑی سی آزادی دلوا سکوں۔"

"ارے نہیں آپ کو خدا کا واسطہ ایسی ہر کوشش میرے لئے مصیبت بن جائے گی۔ یہ تو آپ اتفاق سے یہاں مل گئے ہیں تو میں نے یہ بات آپ سے کہہ بھی دی۔"

"خیر ٹھیک ہے۔"

"آپ بس یہاں میری موجودگی کو بھول جائیں۔"

"بھول گیا ویسے ناہید سلیمی صاحب میں یہاں ایک لڑکی کے لئے آیا ہوں۔"

"لڑکی۔" ناہید سلیمی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جی ہاں کیا کروں...... انسان زندگی میں کسی نہ کسی سے تو متاثر ہوتا ہی ہے۔"

"تو آپ متاثر ہو گئے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اللہ آپ پر رحم کرے۔"

"کیوں؟"

"یہ تاثر کہیں آگے نہ بڑھ جائے۔"

"تو پھر کیا ہوگا؟"

"شادی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

"مجھ سے سبق لیجئے۔"

"ہاں...... آپ کا کیس تو واقعی بہت خراب ہے مگر کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"لڑکی کے سلسلے میں؟"

"جی ہاں۔"

"نہیں بھائی مجھے یہ فن نہیں آتا۔"

"کچھ معلومات تو فراہم کر سکتے ہیں؟"

"اگر میں اسے جانتا ہوا تو ضرور بتادوں گا...... کیا وہ اس وقت یہاں موجود ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کہاں ہے؟" ناہید سلیمی نے سوال کیا اور شہاب نے ہما فاضل کی جانب اشارہ کر دیا...... ناہید سلیمی صاحب کے دونوں گال پھول گئے تھے...... عجیب مضحکہ خیز شکل ہو گئی تھی...... تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک سوال کا جواب دیں گے آپ؟"

"جی...... ارشاد۔"

"ہٹلر زیادہ خوفناک تھا یا چنگیز خان؟"

"کیا مطلب؟" شہاب ہنس پڑا۔

"آپ یقین کر لیجئے...... شادی سے پہلے میری بیوی اس قدر درندہ صفت نہیں تھی...... وہ تو آہستہ آہستہ نہ جانے اسے کیا ہو گیا لیکن یہ خاتون میرا خیال ہے دس، بیس درندوں کا مجموعہ ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"یار عجیب بد دماغ اور مغرور لڑکی ہے...... ہے تو بے شک خوبصورت لیکن آپ یقین کریں کلب میں بھی بہت سے ہنگامے کر چکی ہے...... لوگ ایک دوسرے سے دوستی بڑھانے کی کوشش کرتے ہی ہیں لیکن اس کوشش کے نتیجے میں اپنے دانت نہیں تڑوا بیٹھتے...... یہ لڑکی میرا خیال ہے چھ سات افراد کو ان کے خوبصورت دانتوں سے محروم کر چکی ہے۔"

"کیا واقعی؟" شہاب نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"جی ہاں...... ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہے...... فاضل دارا ہے اس شخص کا نام اور بس یہ خونخوار عورت یہاں آتی ہے اپنے طور پر وقت گزاری کرتی ہے اور واپس چلی جاتی ہے۔"

"ویری گڈ...... یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا ناہید سلیمی صاحب۔"

"جی، جی اگر ہو سکتا ہے تو اس کی یاد کو نکال دیجئے ورنہ ساری عمر پیٹ کے درد میں مبتلا رہیں گے۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا جو مجھے اس سے آگاہ کر دیا...... کوشش کروں گا کہ ایسا ہی ہو۔" شہاب نے کہا پھر کافی دیر تک اس نے ناہید سلیمی کے ساتھ وقت گزارا تھا اور ہما فاضل دارا کا جائزہ لیتا رہا تھا...... یہ جن جن مشغولیات میں مصروف رہی تھی شہاب نے ان کا بھی تجزیہ کیا تھا، پھر کافی وقت گزرنے کے بعد جب وہ وہاں سے واپس چلی تو شہاب اس کے تعاقب میں تھا...... اس نے ہما فاضل دارا کو پارکنگ لاٹ سے کار نکالتے ہوئے دیکھا اور چند لمحوں میں ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ اس وقت بھی کوئی کار کی پچھلی سیٹ پر موجود ہے لیکن ہما فاضل دارا کلب کے کمپاؤنڈ سے نکلنے کے بعد جس رفتار سے آگے بڑھی تھی اسے دیکھ کر شہاب کی آنکھیں معنی خیز انداز میں پھیل گئی تھیں اور اب اس بات پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اشتیاق علی اسی وحشی لڑکی کی وحشت کا شکار ہوا ہے...... شہاب کے ہونٹوں سے آہستہ سے آواز نکلی۔

"تجھے اس معصوم انسان کی موت کا حساب دینا ہوگا ہما فاضل دارا۔"

❁ ❁ ❁

جواد بیگ ایک شریف آدمی تھا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ محکمہ پولیس میں ہونے کے باوجود اس کی فطرت میں وہ تمام خوبیاں نہیں تھیں جو پولیس افسران کی فطرت میں پیدا ہو جاتی ہیں...... وہ اب بھی ایک نیک نفس انسان تھا اور کوشش کرتا تھا کہ اس کے ہاتھوں سے کسی بے گناہ کو نقصان نہ پہنچے لیکن بہر حال ڈیوٹی، ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ایس، آئی، حیات علی بھی اس کے مزاج کے مطابق تھا...... وہ لوگ کام کو کام کے انداز میں کرنا جانتے تھے...... اس دن فاضل دارا کی کوٹھی میں جو سلوک اس کے ساتھ ہوا تھا وہ اسے یاد تھا......

ویسے بھی فرض شناس آدمی تھا اور جانتا تھا کہ دولت انسان کو انسانوں سے بہت اونچا کر دیتی ہے، پھر وہ لوگ ایسے کام کر لیتے ہیں جو عام انسانوں کے بس کے نہیں ہوتے، غرض یہ کہ جواد بیگ اپنا کام چلا رہا تھا، اس صبح بھی وہ تمام تر تیاریوں کے بعد تھانے کے روزنامچے وغیرہ دیکھ رہا تھا کہ ایک قیمتی کار تھانے کے کمپاؤنڈ میں آ کر رکی۔ جواد بیگ کا کمرا ایسی جگہ تھا جہاں سے باہر کے مناظر نظر آتے تھے...... کار چونکہ بہت ہی اعلیٰ درجے کی تھی اس لئے جواد بیگ کھڑکی سے اسے دیکھتا رہا، پھر جو شخص نیچے اترا...... اسے دیکھ کر جواد بیگ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...... یہ فرید خان تھا اور فرید خان کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ کچھ عرصے پہلے بندرگاہ کے علاقے میں اس کا سکہ چلتا تھا اور اس کے نام کے ساتھ ایسی بہت سی کہانیاں وابستہ تھیں جو بڑی خوفناک تھیں...... جواد بیگ کو زیادہ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا۔ فرید خان اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا...... جواد بیگ کی اس سے براہ راست شناسائی نہیں تھی، لیکن وہ فرید خان کو اچھی طرح جانتا تھا...... محکمہ پولیس میں فرید خان کا ریکارڈ بڑی تفصیل کے ساتھ موجود تھا۔ جواد بیگ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو فرید خان نے آگے

بڑھتے ہوئے کہا۔

"بہت کم تھانوں کے انچارج ایسے ہیں جو ہمیں دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے لیکن بعض لوگوں کو ہم نے اس لئے معاف کر دیا ہے کہ ہم کوئی آسمان سے اترے ہوئے نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ ہمیں نہیں پہچانتے، بہر حال ہمارا نام فرید خان ہے اور بیٹھنے کے لئے ہم کسی سے اجازت نہیں طلب کرتے۔" فرید خان کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا...... جواد بیگ سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا...... اس نے کہا۔

"بہر حال تھانے میں آنے والے ہر شخص کی میں عزت کرتا ہوں...... ظاہر ہے کوئی کسی کے پاس کسی کام سے ہی آتا ہے۔"

"تو تم نے فرید خان کا نام کبھی نہیں سنا؟"

"بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کا نام میں نے کبھی نہیں سنا۔" اتنی دیر میں ایک ایس۔ آئی اندر داخل ہوا...... یہ حیات علی ہی تھا...... اس نے جواد بیگ کو سلوٹ کیا اور پھر فرید خان کو بھی سلام کیا اور بولا۔

"ارے خان صاحب آپ؟"

"گڈ...... تم ہمیں جانتے ہو...... ایس۔ آئی اپنے انچارج کو تم نے ہمارے بارے میں نہیں بتایا؟"

"سر کوئی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔"

"چلو خیر ہم تعارف کروا دیتے ہیں...... بھئی انچارج صاحب بندرگاہ کے علاقے میں فرید خان کا اڈا سب سے بڑا اڈہ تھا...... اور اس اڈے پر اور بھی بہت کچھ ہوتا تھا لیکن وہ جو کہتے ہیں ناں اللہ کسی کو نیک ہدایت دے دے تو پھر برائیوں کی طرف قدم بڑھانے کو دل نہیں چاہتا...... سب کچھ ختم کر دیا ہم نے اور اس کا بھی ایک بیک گراؤنڈ ہے۔ ایس، آئی تم جانتے ہو تو اپنے انچارج صاحب کو بتاؤ۔"

"سر...... فرید خان صاحب کا نام بہت بڑا تھا...... اب بھی بہت بڑا نام ہے...... اب تو یہ باقاعدہ ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے مشہور نام ہیں لیکن جیسا کہ خان صاحب نے بتایا کچھ عرصے قبل بندرگاہ میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا تھا پھر ایک کیس ان پر ہوا اور انہیں سزائے موت ہو گئی، لیکن ایسے بھی خوش نصیب کم ہوتے ہیں...... جواد بیگ صاحب کہ یہ عین اس

وقت پھانسی سے بچے جب جلاد تختہ کھینچنے ہی والا تھا...... اوپر سے حکم آ گیا کہ انہیں پھانسی نہ دی جائے اور یہ واقعی پہلے خوش نصیب ہیں جو چند سیکنڈ کے اندر اندر موت کے منہ سے نکل آئے۔" فرید خان ہنسنے لگا تھا، پھر اس نے کہا۔ "اور ہمیں پھانسی کے تختے سے اتارنے والی جو شخصیت تھی، بس یہ سمجھ لو کہ ہم اس کے بے دام غلام ہو گئے...... بہت بڑی بات ہوتی ہے اتنا بڑا کام کر ڈالنا ورنہ ہم تو گئے ہی تھے مگر شاید تم یہ بات نہیں جانتے انسپکٹر کیا نام ہے تمہارا؟"

"سر! جواد بیگ۔" حیات علی نے ہی کہا...... جواد بیگ خاموش بیٹھا فرید خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تو ہم تمہیں یہ بتا رہے تھے انسپکٹر کہ جس شخصیت نے عین وقت پر ہمیں پھانسی کے تختے سے اتروا دیا...... وہ ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے...... نام بھی بتا دیں گے تمہیں اس کا اصل میں تم سے ایک کام ہے، ہمیں اور ہم اس کام کی وجہ سے آئے ہیں۔ ایس۔ آئی کسی اور کو اندر مت آنے دینا...... کسی جگہ اگر ہم موجود ہوتے ہیں تو پھر بات صرف ہماری ہی ہوتی ہے۔"

"سر اس وقت کوئی نہیں آئے گا۔"

"ہاں خیال رکھنا، بلکہ ایسا کرو دروازے پر کھڑے ہو جاؤ، اگر تم جواد بیگ کے رازدار نہیں ہو تو۔"

"نہیں ٹھیک ہے...... فرید خان صاحب...... آپ کو جو کچھ کہنا ہے بے تکلفی سے کہیں۔" جواد بیگ نے کہا۔

"وہ...... سنا ہے آج کل تم ایک کیس پر تحقیقات کر رہے ہو اور بڑی سرگرمیاں دکھا رہے ہو؟"

کون سا کیس؟

"وہ ایک ٹریفک سارجنٹ بے چارہ کسی ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا تھا۔ ہمیں خود بڑا افسوس ہے...... بہت بڑے بڑے لوگ ہیں جو دوسروں کی زندگی کی قدر نہیں کرتے لیکن جواد بیگ صاحب تحقیقات کرتے ہوئے کبھی صرف ایک نقطے پر اس قدر آگے نہیں بڑھ جانا چاہئے کہ شریف آدمیوں کی عزت اُچھالنے پر تل جاؤ۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"سنا ہے اس حادثے کے سلسلے میں تم فاضل دارا صاحب کے خلاف تحقیقات کر رہے ہو؟"

"آپ کو پتا ہے کہ اصل واقعہ کیا ہوا ہے؟"

"بتا دو بھائی...... اصل واقعہ معلوم کرنے کے لئے ہی تو یہاں آئے ہیں۔"

"جس کار کا نمبر حادثہ ہونے والے عینی گواہوں نے بتایا ہے وہ فاضل دارا صاحب ہی کا ہے۔"

"اور تم نے اندھیرے میں تیر مارنے شروع کر دیئے...... ارے بھائی غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے...... ایسا کرو اس کار سے ملتے جلتے نمبروں کو بھی تلاش کرو...... ہو سکتا ہے اصل حادثے کا ذمے دار مل جائے...... ایک اتنے بڑے آدمی کے گھر دوڑے چلے جانا کہاں کی عقلمندی ہے۔"

"لیکن آپ کو پتا ہے فرید خان صاحب کہ لوگوں کے بیانات کی روشنی میں پولیس کو تحقیقات تو کرنی ہی ہوتی ہے۔"

"وہ...... مارا...... اس کا مطلب ہے کہ صرف شبہے میں تم کسی بڑے آدمی کے گھر گھسو وہ واقعی بڑے آدمی ہیں جو تمہیں اسی طرح واپس آنے دیا...... انسپکٹر صاحب ورنہ ایسے لوگ تو بڑے نک چڑھے ہوتے ہیں...... میری تو ان سے بڑی عقیدت ہے...... میں تمہیں بتا دوں یہی فاضل دارا صاحب تھے جنہوں نے مجھے پھانسی کے تختے سے اتروایا اور براہ راست صدر مملکت سے اس کے احکامات لئے...... یہ ثابت کر کے کہ میں بے گناہ ہوں...... بہرحال اپنے اپنے تعلقات کی بات ہے...... جانتے ہو اس کے بعد انہوں نے کیا کہا مجھ سے کہنے لگے۔ "فرید خان ساری برائیاں چھوڑ دو، اڈہ بند کر دو، یہ سب کچھ بہت برا ہے۔" اب تم سوچو انچارج صاحب ایک اتنا اچھا آدمی جس کا معاشرے میں بہت بڑا مقام ہے جس کے تعلقات کا تم تصرف بھی نہیں کر سکتے...... کیا یہ بات پسند کرے گا کہ پولیس ایک چھوٹے سے کیس کے سلسلے میں اس کے گھر آ کر تحقیقات کرے۔ ارے بابا اگر تمہیں کچھ چاہئے تو مجھے بتاتے...... ضرورتیں کسے نہیں ہوتی ہیں، اگر ضرورتیں پوری کر دی جاتیں...... کہہ کر دیکھتے ایک بار ہمارے فاضل دارا صاحب سے بڑے نیک آدمی ہیں لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ دیکھو انسپکٹر زندگی میں ترقی کرنے کے لئے سہارے درکار ہوتے ہیں...... کسی بلندی تک

پہنچنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں...... اب سیڑھیاں اگر درمیان سے نکال دو تو تم
بلندی تک کیسے پہنچو گے بولو بتاؤ؟"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں فرید خان صاحب؟" جواد بیگ نے کہا۔

"بھئی فضول چکروں میں مت پڑو...... یہ سارا کھیل بے کار ہے...... تحقیقات ہی کرنی
ہیں تو اس کار کے ملتے جلتے نمبروں کے بارے میں کرو...... کار کا معائنہ میں تمہیں کرا سکتا
ہوں...... وہ بھی صرف اپنی کوششوں سے...... جب حادثے ہوتے ہیں تو کاروں کو نقصان
بھی پہنچتا ہے...... تم اس کار کو دیکھ سکتے ہو جس پر تمہیں شبہ ہے...... کوئی ڈنٹ ونٹ نہیں
ہے اس میں یہ میں ذاتی طور پر کردوں گا تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے...... باقی رہی انعام کی
بات تو اس کی تم فکر مت کرنا...... دے دیا جائے گا تمہیں...... بس اتنا ہی کہنا تھا ہمیں اور ہم نے
ایک بات اور کہہ دیں ہم اچھے آدمی بن گئے ہیں...... ہمیں برائیوں کی طرف مت لانا۔"

"آپ بہت کچھ کہہ چکے ہیں فرید خان صاحب کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ اس
کیس کی تفتیش میں نہیں کر رہا۔"

"ایں۔" فرید خان چونکا۔

"ہاں بات میرے ہاتھ کی نہیں ہے، بلکہ چونکہ علاقہ میرا تھا...... اس لئے سپیشل
برانچ کی طرف سے یہ کیس میرے ہاں رجسٹر کروایا گیا ہے...... باقی اس سے میرا کوئی تعلق
نہیں ہے۔"

"سپیشل برانچ کی طرف سے؟"

"جی ہاں...... آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی شہاب ثاقب صاحب اس کیس کی تفتیش
کر رہے ہیں۔"

"یہ کون ہیں بھائی...... کوئی بگڑی ہوئی چیز ہے کیا؟"

"یہ تو آپ اپنے طور پر معلومات حاصل کر سکتے ہیں...... فرید خان صاحب آپ کے
وسائل ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔" جواد بیگ نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے...... اس سپیشل آفیسر کو بھی دیکھ لیں گے، ہمارا تعلق تو سپیشل لوگوں
سے ہی پڑتا ہے...... البتہ ہم اپنی محبت میں تمہیں یہ بات بتا دیں کہ برائیوں سے نیکیوں کی
طرف جانا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن نیکیوں سے برائیوں کی طرف آنا آسان ہوتا ہے۔

نا چاہتے کہ ہم ایک بار پھر برائیوں پر آمادہ ہوں۔"

"میں نے آپ سے عرض کیا ناں آپ اپنے طور پر معلومات حاصل کر لیں۔ یہ
شہاب صاحب ہی دیکھ رہے ہیں اور آپ یقین کریں کہ میں صرف ان کے احکامات
بند ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے...... بات چونکہ تمہارے تھانے کے علاقے کی ہے اس لئے ہم
ہارے پاس آئے ہیں...... ویسے شہاب کا ذرا پتا بھی بتا دو ہمیں؟"

"ہیڈ آفس میں شہاب ثاقب کے بارے میں معلومات حاصل کر لیجئے۔"

"چلو ٹھیک ہے اور پھر ہمیں اجازت۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"تم اپنے طور پر خیال رکھنا بلکہ اگر کوئی ایسی ویسی بات نکلے تو ہمیں بتا دینا...... ویسے
ہیں پتا ہے تمہارے اس شہاب ثاقب صاحب نے کیا کیا ہے؟"

"جی مجھے نہیں پتا؟"

"ڈاکہ زنی کی ہے انہوں نے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک شوروم ہے ہمارا...... فاضل دارا صاحب کا...... اس شوروم میں گھس کر انہوں
بلکہ اس سے پہلے چوکیدار کو بے ہوش کیا پھر اس کی جیب سے چابیاں نکال کر اندر داخل
ئے اور اس کے بعد وہاں سے گاڑیوں وغیرہ کے کاغذات نکال لائے ہیں، ساتھ ہی ایک
رقم بھی جو لاکھوں پر مشتمل ہے۔ بہر حال فاضل دارا صاحب پر ایسی باتوں کا کوئی اثر
ہوتا لیکن شہاب صاحب نے جو کیا ہے وہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے۔"

"آپ اگر کا لفظ استعمال کر رہے ہیں فرید خان صاحب۔"

"کیا مطلب؟" فرید خان نے جواد بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یعنی اتنا بڑا الزام ڈاکہ زنی، کاغذات کی چوری، چوکیدار کو بے ہوش کرنا...... یہ تمام
لات آپ پولیس کے افسر اعلیٰ پر لگا رہے ہیں۔"

"ہاں یہ معاملہ چونکہ خالص فاضل دارا صاحب کا ہے...... میں انہی کے کہے ہوئے
ظ دہرا رہا ہوں...... پہلے ان کا خیال تھا کہ یہ کام آپ نے کرایا ہے لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں

کہ شہاب ثاقب صاحب اس سلسلے میں زیادہ سرگرمی دکھارہے ہیں تو پھر ہو سکتا ہے یہ انہی کی کارروائی ہو۔"

"میں نے کہا میں نے یہ ذاتی طور پر آپ کو بتایا ہے..... کوئی رپورٹ وغیرہ نہیں درج کرانے آیا ہوں میں اور پھر یہ علاقہ بھی نہیں ہے، جہاں تک فاضل دارا صاحب کا معاملہ ہے اگر ان کا موڈ بن گیا تو آپ دیکھ لیجئے کہ اگر شہاب صاحب نے یہ سب کچھ کیا ہے تو وہ خود ہی فاضل دارا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تمام اشیاء ان کو واپس کر دیں گے..... اچھا خیر مجھے کم از کم اس بات کا پتا تو چل گیا کہ جواد بیگ صاحب آپ اس سلسلے میں زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہے، البتہ ایک بات میں آپ سے اور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر اس سلسلے میں آپ چاہتے ہیں کہ فاضل دارا صاحب سے تعاون کیا جائے تو شہاب صاحب کی اب تک کی کارکردگی کی ایک تفصیل بنا کر مجھے ٹیلی فون کر دیں..... میں آپ کے لئے نمبر دیئے جارہا ہوں..... میں کوشش کروں گا کہ فاضل دارا صاحب کا ذہن اور دل آپ کی طرف سے صاف ہو جائے..... ان کے دل میں اگر کسی کے لئے میل آجاتا ہے تو پھر وہ میلا ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے میرے یہ الفاظ کافی ہیں..... اجازت۔" فرید خان اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل گیا..... ایس۔ آئی حیات علی خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا..... جواد بیگ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے..... ایس۔ آئی حیات علی نے کہا۔

"سر..... آپ کے سامنے کچھ بولنے کی ہمت میں نہیں کر سکتا لیکن ایک بات ضرور کہہ سکتا ہوں وہ یہ کہ فاضل دارا اور فرید خان جیسے لوگ بہت صاحب اختیار ہوتے ہیں اور ہمیں نوکری کرنی ہے۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں بالکل خاموشی اختیار کر جائیں..... ویسے شہاب ثاقب صاحب بھی بہت بڑی شخصیت ہیں..... ان کا ریکارڈ ان دنوں بہت اونچا جارہا ہے۔ میرا خیال ہے سر یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی آگے نکل جائے گا۔"

"ٹھیک کہتے ہو حیات علی واقعی ہمیں اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔" جواد بیگ نے کہا۔

"صاحب مصلحت کا تقاضا یہی ہے..... اب آپ بتایئے ہم کمزور سے لوگ بھلا اتنے بڑے بڑے لوگوں سے کیسے ٹکر لے سکیں گے اور پھر یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ شہاب

صاحب نے کیس خود اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔" جواد بیگ نے کہا پھر بولا۔

"چائے پلاؤ..... حیات علی بہت عمدہ سی، تم سامنے ہوٹل والے سے خود ہی چائے بنوا کر لاؤ..... میرا سر چکرا کر رہ گیا ہے۔"

"ابھی آجاتی ہے صاحب۔" حیات علی نے کہا اور باہر نکل گیا۔

جواد بیگ کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا..... جب حیات علی تھانے کے گیٹ سے باہر نکل گیا تو اس نے جلدی سے ٹیلی فون اٹھا کر سامنے رکھا اور ریسیور اٹھا کر شہاب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

✲

شہاب اور بینا اس وقت اپنے مخصوص ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے..... یہ ہوٹل بھی عجیب نوعیت کا تھا..... ان کی ابتدائی ملاقاتیں یہیں ہوتی رہی تھیں اور اب بھی یہی ہوٹل ان کی مخصوص جگہ ان کی پسندیدہ جگہ تھی..... ہوٹل کے ویٹر بھی دونوں کے بارے میں جانتے تھے اور کبھی کبھی ان کا انداز بینا کو جھینپنے پر مجبور کر دیتا تھا..... اس وقت بھی جس ویٹر نے ان کے سامنے کھانا لگایا..... اس نے بڑی اپنائیت سے دونوں کی خیریت پوچھی تھی اور اس کے جانے کے بعد شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"دیکھو شہاب میرا مذاق نہ اڑاؤ۔" بینا نے کہا۔

"ارے خیریت..... میں تو بالکل خاموش بیٹھا ہوا ہوں۔"

"تمہاری ایک ایک حرکت سے اب واقف ہو گئی ہوں میں۔" بینا نے کہا۔

"خدا خیر کرے، میری کون سی حرکتیں آپ کے علم میں آئی ہیں۔ محترمہ؟"

"بس بور مت کرو۔"

"مگر بات تو کچھ پتا چلے؟"

"ویٹر نے جس طرح خیریت پوچھی تھی اس پر تم مسکرا پڑے تھے۔" شہاب ہنس پڑا اور بینا اسے گھورنے لگی۔ تب شہاب نے کہا۔

"بس یہ سوچ کر مسکرا دیا تھا میں کہ یہ لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے؟"

"سوچتے ہوں گے وہ پاگل ہیں جو بلاوجہ ایک دوسرے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"واہ بینا، میرا خیال ہے اس سے بہتر تشخیص نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"موضوع بدل دو ورنہ میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔"

"تو پھر کھانے کو ہی کیوں نہ موضوع بنا لیا جائے۔" شہاب نے کہا اور کھانے پر جُھک پڑا...... کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا اور پھر کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے چائے طلب کر لی...... چائے کے سپ لیتے ہوئے شہاب نے کہا۔

"موضوع چونکہ بدل دیا گیا ہے اس لئے وہ دلچسپ موضوع سامنے لایا جا رہا ہے، جس پر آج کا کام جاری ہے۔"

"اب تو یوں لگتا ہے جیسے تمہیں میری ضرورت نہیں رہی۔" بینا نے کہا۔

"تم بلا وجہ جھلا رہی ہو بینا...... جس وقت کہو، قاضی کو بلا کر نکاح پڑھوا لوں اور تمہیں اپنے گھر لے جاؤں۔"

"فضول باتیں...... بالکل فضول باتیں...... میرا مقصد یہ نہیں ہے۔"

"اچھا...... اچھا تو پھر؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کسی سلسلے میں استعمال نہیں کر رہے؟"

"اس کی وجہ بھی ہے بینا۔" شہاب نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا وجہ ہے؟"

"استعمال کرنے سے چیز خراب ہو جاتی ہے اور میں تمہاری مکمل حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بے تکلفی کی انتہا تک پہنچ جاؤں گی۔" بینا نے شدید غصے سے کہا۔

"کاش ایسا ہو، میری تو یہ دلی خواہش ہے...... بہر حال بینا سنجیدگی سے بتاؤ، مزاق ہے تمہاری ابھی کہیں گنجائش نہیں نکلی، اگر نکلی تو ظاہر ہے تمہیں مصروف کر دیا جائے گا۔ بات یہاں تک پہنچی ہے اشتیاق علی کی موت کے ذمے دار فاضل دارا اور اس کی بیٹی ہما جہاں تک میری معلومات ہیں وہ یہی ہیں کہ ہما فاضل دارا کی بیٹی ایک انتہائی سرکش اور بگڑی ہوئی لڑکی ہے، نشہ وغیرہ بھی کرتی ہے اور نشے کے عالم میں انتہائی تیز ڈرائیونگ کرتی ہے...... اشتیاق علی کو کسی منصوبے کے تحت نہیں مارا گیا بلکہ ہما فاضل دارا نے اسے اپنی کار سے ٹکر مار کر ہلاک کر دیا کہ اس نے تیز رفتاری پر اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔

واہ تو میں بھی ہوں...... بات یہی ہوئی تھی لیکن اب ظاہر ہے فاضل دارا اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کر رہا ہے، اس میں سب سے بڑی چالاکی اس نے یہ کی ہے کہ جس کار سے اشتیاق علی کی موٹر بائیک کو ٹکر ماری گئی تھی وہ گم کر دی گئی ہے اور اس کی جگہ اسی ماڈل کی دوسری کار لا کر کھڑی کر دی گئی ہے...... چالاکی یہ فرمائی تھی فاضل دارا نے کہ اس کار کا میٹر آگے بڑھوا دیا تھا تاکہ وہ ایک استعمال شدہ کار محسوس ہو اور وہ یہ کہہ سکے کہ کار بالکل ٹھیک ٹھاک ہے اور اس پر کوئی ڈینٹ کا نشان نہیں ہے...... لیکن چیسز نمبر وغیرہ وہ نہیں بدلوا سکا تھا اور نہ ٹائروں پر ایسے نشان ڈال سکا، جس سے یہ پتا چلے کہ کار پانچ چھ ہزار میل چل سکی ہے...... اس طرح فاضل دارا کی مجرمانہ ذہنیت کا پتا چلتا ہے...... باقی ڈبل او گینگ کی جو رپورٹیں ہیں فاضل دارا کے بارے میں وہ یہ ہیں کہ وہ انتہائی بااثر انسان ہے اور اس حیثیت کا مالک ہے جس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہوتا۔"

شہاب رُک کر بینا کو دیکھنے لگا پھر بولا۔ "اور بینا ایسے اژدہوں سے جنگ میری زندگی کا مشن ہے۔" بینا نے شہاب کا چہرہ دیکھا اور کانپ گئی...... یہ چہرہ آگ کی طرح دہک رہا تھا اور بینا اس آگ کا مفہوم جانتی تھی۔

شہر کے ایک پوش علاقے میں بنی ہوئی خوبصورت عمارت کے کمپاؤنڈ میں کئی کاریں کھڑی ہوئی تھیں..... گیٹ پر مسلح چوکیدار نظر آرہا تھا..... عمارت میں روشنی بہت کم تھی۔ بیرونی حصہ نیم تاریک نظر آرہا تھا لیکن وہ ہال خوب روشن تھا جہاں بہترین فرنیچر پڑا ہوا تھا اور دو آدمی بیٹھے کسی کا انتظار کر رہے تھے..... دونوں بہترین لباس پہنے ہوئے تھے لیکن یہ لباس ان کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھے کیونکہ ان کے چہرے گناہوں کی طرح سیاہ تھے۔ سفید کھردرے اور شرافت سے عاری ان میں سے ایک کے کان میں کوکا پڑا ہوا تھا، ہاتھوں کی انگلیوں میں انگشتریاں جن کے قیمتی ہیرے چمک رہے تھے۔ دوسرا شاید پہلے آدمی سے کمتر درجے کا تھا..... لباس تو وہ بھی عمدہ پہنے ہوئے تھا، لیکن اس کی شخصیت پہلے شخص کے سامنے دبی دبی نظر آتی تھی..... انگشتریوں والے شخص نے کلائی پر بندھی ہوئی قیمتی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر دوسرے آدمی سے بولا۔ ”وقت تو ہو گیا ہے ہمیں یہی وقت دیا گیا تھا نا؟“

”جی شاہ صاحب مالک ہے..... جب مرضی ہو گی آئے گا۔“

”ہاں ہے تو مالک ہی۔“ پہلے آدمی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ویسے غفار شاہ صاحب سچی بات یہ ہے کہ جب سے ہم نے فاضل دارا صاحب کی غلامی قبول کی ہے۔ طبیعت بڑی ہلکی ہو گئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب شہر پر ہمارا راج ہے۔“ جواب میں غفار شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”دیکھ راحیل! انسان کو ہمیشہ وقت کا غلام ہونا چاہئے، ارے دارا کیا چیز ہے..... بڑے بڑے وقت کے آسمان پر بلندیوں تک پہنچے اور پھر پتنگ کی طرح کٹ گئے، ڈولتی پتنگ جہاں

بھی پہنچے میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کبھی اُڑنے والوں میں شامل نہ ہونا، ہمیشہ تیرے ہاتھ اُڑانے والے ہاتھ ہونے چاہئیں..... میری یہ بات مان لی بیٹے تو یوں سمجھو کہ سونے کا آدمی بن جائے گا۔“ راحیل نے گردن خم کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے ایک بات کہوں شاہ صاحب اسے خوشامد نہ سمجھئے آپ کہتے ہیں کہ آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں مگر آپ کی باتیں ہیروں کی طرح چمکتی ہوئی ہوتی ہیں۔“

”تجربہ حاصل کیا ہے بیٹا دنیا کا میری زندگی کی کہانی سنے تو حیران رہ جائے۔“

”تو آج ہو ہی جائے غفار شاہ صاحب..... ویسے بھی وقت تو کاٹنا ہے۔“ راحیل نے کہا۔

”بس سمجھ لے ایک جھونپڑی میں پیدا ہوا باپ سمندر سے مچھلیاں پکڑتا تھا..... ٹوٹی پھوٹی کشتی تھی اس کی بس یوں سمجھ اللہ کے بھروسے پر سمندر میں نکل جاتا تھا اور جو مال دوسروں سے بچ جاتا تھا وہ لے کر چلا آتا تھا..... ٹھیکیدار ہمیشہ آدھے پیسے کھا جاتا تھا اور آدھے پیسوں میں سیر بھر آٹا پاؤ بھر دال نمک مرچ بس زندگی اس سے آگے بڑھی ہی نہیں، البتہ قدرت نے ایک احسان کیا حسین شاہ پر کہ اسے زیادہ بچے نہیں دیئے..... ایک میں تھا، ماں تھی میری اور میرا باپ وہ ٹوٹی ہوئی کشتی جیسے سمندر سے واپس لے کر آجانا ہی بڑا کام تھا..... میں تجھے بتاؤں..... لکڑی کے تختے چننے کے لئے میرا باپ میلوں دُور جاتا تھا اور پھر دن بھر بیٹھا کشتی کی مرمت کرتا رہتا تھا، جس دن کشتی میں کوئی سوراخ ہو جاتا تھا اس دن کیلیں وغیرہ لانے کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے..... روٹی روکھی کھانی پڑتی تھی اور دال کے پیسے بچا کر کیلیں خریدی جاتی تھیں..... باپ نے آدھی زندگی ایسے گزاری لیکن میں سب کچھ دیکھ رہا تھا..... ٹھیکیدار کے علاوہ سب کی یہی حالت تھی..... میں سمجھتا تھا کہ ٹھیکیدار آخر ہے تو ہماری ہی طرح انسان وہ کیوں اتنی عیش کی زندگی گزارتا ہے..... ہم کیوں اس طرح فقیروں کی طرح جیتے ہیں، ہم سے تو اچھے وہ فقیر تھے جو دن بھر سڑکوں پر بھیک مانگتے تھے اور شام کو مزے سے عیش کرتے تھے..... میں نے پہلی بار ایک فقیر کو ہی لوٹا تھا..... میں نے دیکھا کہ ایک دکاندار نے فقیر سے پانچ سو روپے کا کھلا مانگا اور فقیر نے اسے اپنے لباس سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک منٹ میں دے دیں..... بس میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ پانچ سو کا وہ نوٹ میرا ہے مگر جب میں نے اس فقیر کی گردن دبوچ کر اس کی صدری سے پانچ سو کا وہ نوٹ تلاش کیا جانتا ہے اس کی صدری سے مجھے کیا ملا۔“

"کیا ملا شاہ صاحب؟"

"سولہ ہزار روپے پورے سولہ ہزار اور بس یوں سمجھ لے کہ یہ کھیل انہی سولہ ہزار کا ہے، لوٹا تو میں نے فقیر کو ہی تھا لیکن وہ شہنشاہ گر تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی کشتی بنائی اور ابا سے کہہ دیا کہ بیٹھ جا ابا تو نے اپنا کام پورا کر لیا ہے، اب مجھے اپنا کام پورا کرنے دے...... بستی کے لوگوں کو حیرانی تھی لیکن بھلا کون کیا کہہ سکتا تھا، لیکن کسی کی کیا ہمت تھی کہ مجھے کچھ کہتا اور پھر جب ٹھیکیدار نے مجھ سے اپنی پہلی کھیپ کے آدھے پیسے مانگے تو میں نے مار مار کر اسے خون اُگلوا دیا، طاقت کی زبان ہر جگہ سمجھی جاتی ہے اور میں نے ٹھیکیدار کو طاقت کی زبان سمجھا دی تھی...... میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ دیکھ ٹھیکیدار معاملہ میرا تیرا ہے...... پولیس تک پہنچا تو سزائے موت تو نہ ہو گی مجھے لیکن تجھے میں سزائے موت ہی دوں گا اور بات ٹھیکیدار کی سمجھ میں آ گئی۔ سمجھدار بندہ تھا، بس یہاں سے آغاز کیا تھا میں نے، پھر میں نے سوچا کہ یہ مچھلی پکڑنے کا کام بے وقوفوں کا ہوتا ہے، تو میں نے دوسرے کام تلاش کئے، سمندر میں لنگر انداز جہازوں کو بندرگاہ سے کھلے سمندر تک مال لانے لے جانے کے لئے بندوں کی ضرورت ہوتی تھی، میں نے بھی اپنی انٹری کرا دی اور پوری محنت لگن سے مال روانہ ہونے والے جہازوں تک لے جانے لگا...... وارے نیارے ہو گئے، خوب کمائی کی، پھر ظاہر ہے...... مجرم اور پولیس کا تو چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے، پکڑا گیا اور سزا ہو گئی لیکن جیل صحیح تربیت گاہ ہوتی ہے...... سکول میں پڑھنے کا موقع تو نہیں مل سکا تھا، جیل میں جرم کی تعلیم حاصل کی اور بس اس کے بعد زندگی کے راستے بدل گئے...... خاندان ہی بدل لیا میں نے اپنا...... غفار شاہ بن گیا اور غفارے کے ابا حسین شاہ جی کو عیش کرا دی میں نے ان لوگوں کو بس یوں سمجھ زندگی کا آغاز ایسے کرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں...... ہم تو چڑھتے سورج کے پجاری ہیں...... کم از کم اتنا ضرور ہو گیا ہے فاضل دارا کی وجہ سے کہ پولیس سے جان چھوٹ گئی ہے...... کوئی فاضل دارا کے سامنے نہیں آتا لیکن یہ بات دماغ میں رکھ راحیل کہ فاضل دارا بھی آخری چیز نہیں ہے، آگے پیچھے بھی بہت کچھ ہے...... اگر تو نے پیچھے کا خیال رکھ لیا تو سمجھ لے کہ بازی جیت لی...... آج فاضل دارا کل کوئی دوسرا ہو گا، جب تک اس کا سورج چڑھا ہوا ہے ٹھیک ہے، سورج ڈھل جائے گا...... ہم بھی آرام کرنے چلے جائیں گے۔" غفار شاہ ہنسنے لگا...... باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تھی، راحیل نے

"میرا خیال ہے باس آ گیا؟"

"ہوں...... یہیں آئے گا۔" دونوں انتظار کرنے لگے، قدموں کی چاپ اُبھری اور پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی، لیکن اندر داخل ہونے والا فاضل دارا نہیں بلکہ فرید خان تھا...... فرید خان بھی اپنے وقت کا بڑا غنڈہ تھا لیکن تعلیم یافتہ یہ الگ بات ہے کہ غفار شاہ سے ہمیشہ سے اس کی چلتی تھی، یہ تو فاضل دارا ہی تھا جس نے آگ اور پانی کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا...... فرید خان اندر داخل ہوا...... غفار شاہ نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا فرید خان کے چہرے کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔

ادھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

"باس نہیں آیا ابھی تک۔"

"باس نہیں آیا تو کیا ہوا باس کا نائب تو آ گیا اور پھر تمہارا کیا خیال تھا فرید خان کیا تمہیں باس کے بعد آنا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"اپنی اہمیت جتانے کی کوشش نہ کیا کرو...... میرا نام غفار شاہ ہے۔"

"ہاں...... جانتا ہوں تمہارا نام غفار شاہ ہے اور ہمیشہ نظر انداز کرتا ہوں تمہیں، صرف اس لئے کہ تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔" جواب میں غفار نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں، فرید خان تعلیم یافتہ آدمی ہے لیکن بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ غفار شاہ کے جوتے چاٹتے ہیں، کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے تم نے فرید خان؟"

"اگر تمہارے پاس بکواس کرنے کے لئے زیادہ وقت ہے تو اس کے لئے تمہارے پاس یہ شخص کافی ہے...... میں باہر باس کا انتظار کروں گا۔"

"ارے نہیں نہیں بیٹھو فرید خان اب تو ہماری چھتری ایک ہی ہے اور جب بندہ ایک چھتری کے نیچے بیٹھتا ہے تو پھر آپس میں اختلافات نہیں رکھتا یا پھر ایسا ہی اختلاف ہے تو چھتری کے نیچے رُخ بدل کر بیٹھ جاؤ۔"

"بہت بولتے ہو تم غفار شاہ اور مجھے زیادہ بولنا ناپسند ہے۔"

"یقیناً...... یقیناً تمہارا یہی خیال ہو گا کہ زیادہ بولنے والے بے وقوف ہوتے ہیں۔"

"جانتے بھی ہو پھر بھی بولے جا رہے ہو۔" فرید خان مسکرا دیا۔

"تمہیں اندر سے کھولنا چاہتا ہوں..... فرید اور اس کے لئے پہلے سے بولنا ضروری ہے۔"

"تم مجھے اندر سے کیا کھولو گے غفار شاہ بس سمجھ لو باس کی شہنشاہی میں تم بھی عزت دار کہلانے لگے ہو...... ورنہ جو کچھ تم تھے تمہیں اندازہ ہوگا۔"

"میں سمجھتا ہوں آپ لوگوں میں جو باتیں ہو رہی ہیں ان کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا..... باس آنے ہی والا ہوگا۔"

راحیل نے مداخلت کی۔

"تو اپنے ان شہنشاہ سے کہو کہ خاموش بیٹھنا زیادہ اچھا ہوگا۔" غفار شاہ ہنسنے لگا تھا پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دوبارہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور اس بار اندر داخل ہونے والا فاضل دارا ہی تھا، دادل بھی اس کے پیچھے مسلح تھا اور کسی سنگی ستون کی مانند چلا آرہا تھا، اندر موجود تینوں افراد کھڑے ہو گئے...... فاضل دارا نے سر سے ہیٹ اتار کر ایک اسٹینڈ پر لٹکایا اور پھر ایک صوفے کی جانب بڑھ گیا، دادل اس کے پیچھے سٹین گن سنبھال کر کھڑا ہو گیا تھا...... فاضل دارا نے ہاتھ کے اشارے سے ان تینوں کو بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر ایک نگاہ انہیں دیکھ کر کہا۔

"تم لوگ ٹھیک تو ہوناں؟"

"باس کی چھتری کے نیچے ٹھیک نہ ہوں گے تو کیا ہوگا۔"

"لیکن مجھے چھتری میں سوراخ ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔"

"نہیں باس ہم ہیں اور ہماری موجودگی میں تمہاری چھتری میں سوراخ نہیں ہو سکتے۔" غفار شاہ نے کہا۔

"مجھے بڑی بڑی باتیں کرنے والے ناپسند ہیں غفار شاہ صورت حال اس وقت ذرا کچھ سنگین سی نظر آرہی ہے۔"

"باس غفار شاہ کو آزماؤ...... میں تو آج تک یہ محسوس کرتا ہوں کہ صرف ون وے ٹریفک چل رہا ہے۔"

"مطلب؟" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"مطلب یہ باس کہ میں صرف تمہاری مہربانیوں کے سائے میں جی رہا ہوں تم نے ابھی تک مجھ سے کوئی ایسا کام نہیں لیا جس سے مجھے یہ احساس ہو کہ میں بھی تمہارے کسی کام

کا ثابت ہوا۔"

"نہیں غفار شاہ فاضل دارا ہر شخص کا تجزیہ کر سکتا ہے وہ کس سے کیا کام لے سکتا ہے، وہ جانتا ہے اول تو تم میرے لئے کافی کام کر چکے ہو اور پھر میں سمجھ سکتا ہوں کہ تمہیں کہاں اور کس کام کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے...... یہ بات تو تم دونوں اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے پاس آدمیوں کی کمی نہیں ہے، اگر کچھ کرنے پر آجاؤں اور اپنے ان آدمیوں سے کام لینے کا فیصلہ کروں تو سمجھ لو کہ کوئی مشکل مشکل ہی نہ رہے لیکن میں کسی اور کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دونوں ونگ الگ رہیں جو کام میں ان لوگوں سے لیتا ہوں وہ لوگ وہی کام کرتے رہیں، اگر میں نے انہیں اپنے ذاتی کام میں استعمال کر لیا تو کل پھر وہ میرے سر پر چڑھ کر بیٹھنے کی کوشش کریں گے، تم دونوں میرے ونگ کے دوسرے حصے ہو اور مقامی کام تمہیں ہی سرانجام دینا ہوں گے۔"

"باس انکار کس نے کیا ہے، تم صرف حکم کرو۔" غفار شاہ بولا فرید خان خاموش بیٹھا ہوا غفار شاہ اور فاضل دارا کو دیکھ رہا تھا۔ فاضل دارا نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"جواد بیگ کی طرف سے اور کوئی خاص بات تو نہیں معلوم ہوئی فرید خان۔"

"نہیں باس ویسے بھی باس ہمارا اور پولیس کا معاملہ ذرا مختلف ہے...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے نام پر ایس ایچ او کا منہ بند ہو گیا تھا اور بظاہر وہ ڈھیلا نظر آنے لگا تھا، لیکن باس پولیس بھی بہر حال غیر ہی ہوتی ہے اور غیروں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس سلسلے میں جو نام سامنے آیا ہے وہ مجھے خاصا پریشان کر رہا ہے۔"

"شہاب ثاقب کی بات کر رہے ہو باس۔" فرید خان نے کہا۔

"اتنے معمولی انداز میں اس کا نام مت لو...... میں بھی اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات کراتا رہا ہوں اور بہر حال میں بے وقوف نہیں ہوں جو کچھ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ بہت خطرناک ہے...... بہر حال میں بڑے بڑے کام کر چکا ہوں، بڑی بڑی قوتوں سے ٹکرا چکا ہوں میں لیکن آستین کے اندر جو سانپ پلا ہوا ہوتا ہے ناں وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

"تو بغل میں دبا کر مار دو باس اسے بغل سے باہر ہی نہ آنے دو۔" غفار شاہ نے پھر درمیان میں مداخلت کی اور فاضل دارا اسے دیکھنے لگا، پھر غصیلے لہجے میں بولا۔

"سانپ اگر آستین میں چھپا ہوا ہو تو اسے بغل میں دبا کر مارنے کے نتائج جانتے ہو غفار شاہ۔" فرید خان ہنس پڑا تھا، اس نے کہا۔

"غفار شاہ آج کل ارسطو کو پڑھ رہا ہے باس اور مسلسل ارسطو کے اقوال دہرا رہا ہے۔"

غفار شاہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ فاضل دارا نے کہا۔

"مجھے بتاؤ شہاب کو قابو میں کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے...... ایس ایچ او تو راہ راست پر ہے لیکن شہاب سنا ہے بہت بڑا فتنہ ہے اور معلومات کرانے سے پتا چلا ہے کہ بہت سے کارنامے اس کے نام سے وابستہ ہیں، میں اس کی زندگی میں کسی نئے کارنامے کا اضافہ نہیں چاہتا اور پھر تم دونوں جانتے ہو کہ جس طرح زمانہ قدیم میں جادوگروں کی جان طوطے میں ہوا کرتی تھی اسی طرح میری زندگی میری بیٹی ہما میں ہے...... ہما کے ناخن کو بھی تکلیف پہنچی تو میں اپنا ہاتھ کاٹ کر پھینک سکتا ہوں۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی باس بس ایک بار تمہاری طرف سے کھلی اجازت چاہئے۔"

"مطلب۔" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"باس شہاب اس دُنیا میں اکیلا تو نہیں ہوگا...... گھر والے ہوں گے اس کے ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، بچے بالکل سیدھا سیدھا سا کام ہے باس، صرف یہ معلوم کرلیا جائے جس طرح تمہاری جان تمہاری بیٹی میں ہے...... شہاب کی جان کس میں ہے...... باس پکڑ لائیں گے اسے اور اس کے بعد سودا مضبوط رہے گا۔" فاضل دارا کے چہرے پر نفرت کے آثار پھیل گئے اس نے غفار شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"گدھے ہو تم بالکل آج کل یوں لگتا ہے جیسے تم انڈین فلموں سے تربیت حاصل کررہے ہو...... انڈین فلموں میں تو یہ آسانی سے دکھایا جاسکتا ہے لیکن حقیقت میں اس کے نتائج بہت بھیانک ہوسکتے ہیں۔"

"سمجھا دو باس تمہارا غلام ہوں۔" غفار شاہ نے کہا فرید خان کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، فاضل دارا نے کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ ہم انڈین فلموں کی طرح کسی بڑے سنڈیکیٹ کے آرگنائزر نہیں ہیں اور دُنیا بھر میں ہمارا سکہ نہیں چل رہا نہ ہی ہمارے پاس وہ عظیم الشان ہیڈ کوارٹر بنے ہوئے ہیں جن میں ہیلی کاپٹر، راکٹ لانچر، کلاشن کوفیں اور ٹینک موجود ہیں، بھئی میں تو ایک معمولی

سا آدمی ہوں وہ بڑے سنڈیکیٹ ہوتے ہیں...... سارے کے سارے فضول اور فراڈ لیکن ٹھیک ہے، انڈین فلموں میں یہ سب کچھ چلتا ہے کیونکہ وہاں کے فلم بین بڑے فراخ دل ہیں۔"

"مگر باس ایک بات بتائیے...... اگر ہم شہاب کے اہل خاندان کو پکڑ لیتے ہیں تو کیا شہاب مجبور نہیں ہو جائے گا۔"

"دیکھو بے وقوف کسی بھی شخص کو جو خطرناک ہو جنونی نہ بناؤ...... شہاب ثاقب اگر کام کررہا ہے تو قانون کے ایک کارکن کی حیثیت سے کام کررہا ہے، اس کام کو اگر ہم نے ذاتی لڑائی میں تبدیل کردیا تو وہ جنونی ہو جائے گا اور جنون کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا...... میرے خیال میں فرید خان اب یہ طریقہ کار استعمال کیا جائے کہ شہاب سے رابطہ قائم کرو، اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گے، بس طریقہ کار مناسب ہونا چاہئے...... مان گیا تو ٹھیک ہے اور اگر نہ مانا تو پھر دوسرے قدم کے بارے میں سوچیں گے۔"

"انتہائی مناسب بات ہے باس جب لڑائی ذاتی نوعیت اختیار کر جاتی ہے تو نتائج بہت سنگین ہوتے ہیں، وہ قانون کے لئے کام کررہا ہے...... یہ بات میں معلوم کرچکا ہوں کہ مرنے والے سارجنٹ سے اس کا کوئی ذاتی رشتہ نہیں تھا، بس وہ بھی پولیس والا تھا، باس آپ جیسا مناسب سمجھیں ہدایت دیں...... باقی رہی غفار شاہ کی بات تو باس اور تو کچھ نہیں کہوں گا میں آپ سے نادان کی دوستی کو جی کا جنجال نہ بنائیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا باس کہ مجھ میں اور فرید خان میں کیا فرق ہے...... آپ نے اسے بولنے کی کچھ زیادہ ہی اجازت نہیں دے دی کیا۔"

"فرید خان اپنے آپ پر کنٹرول رکھو، کوئی بھی بہت زیادہ ذہین نہیں ہوتا...... تم اگر ایک شعبے میں کام کرتے ہو تو غفار شاہ دوسرے شعبے میں کام کرتا ہے...... میرے لئے تم دونوں ہی اہمیت کے حامل ہو تو پھر یوں کرو فرید خان تم کہ بڑی احتیاط کے ساتھ شہاب ثاقب سے دوستی بڑھاؤ، اپنے آپ کو اس سے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرو اور دیکھو کہ وہ کون سی زبان بولتا ہے۔"

"ٹھیک ہے باس اس کی تو آپ فکر ہی نہ کریں، البتہ ایک سوال میرے ذہن میں بار بار کھٹک رہا ہے۔"

"بولو کیا؟"

"باس یہ بات تو میں بھی جانتا ہوں کہ آپ کی پہنچ کتنی ہے...... میں نے آپ کو اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا۔"

"شادی شدہ نہیں ہونا اس لئے کسی بچی کے باپ ہوتے اور تمہاری بیٹی کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جاتی تو مجھ سے یہ سوال نہ کرتے...... میں اپنی مال، دولت، عزت آبرو سبھی کا رسک لے لیتا ہوں لیکن ہما کی زندگی پر کوئی رسک لینا میرے لئے ناممکن ہے۔"

"ہما بی بی ہماری عزت ہیں، ہماری آنکھوں کی روشنی اور سر کا تاج ہیں...... کسی نے ان کی جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو پھر وہ دوبارہ اس دُنیا کو دیکھنے کے قابل نہیں رہے گا۔" غفار شاہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"غفار شاہ جو قدم بھی اُٹھانا ہے سوچ سمجھ کر اُٹھانا ہے۔"

"تو پھر آپ ہمیں حکم دو باس۔" غفار شاہ نے کہا۔

"میں نے تمہیں صرف اس لئے بلایا ہے کہ مستعد رہو، شہاب ثاقب زہریلے سانپ کی مانند چاروں طرف پھن مارتا پھر رہا ہے، ہو سکتا ہے معلومات حاصل کرتا ہوا تم تک بھی پہنچے، میں نے تمہیں جو محفوظ خول دیا ہے اس خول سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا تم لوگوں کو خود بھی اپنا تحفظ کرنا ہے...... بات صرف اصل میں اس کیس کی نہیں رہی ہے بلکہ شہاب ثاقب کے بارے میں مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ میرے لئے بے حد خطرناک ہیں، میں یہ سوچتا ہوں کہ کہیں اس رسی پر چڑھتا ہوا وہ ہمارے کاروبار کے دہانے تک نہ آ پہنچے، اس نے اب تک جو اقدامات کئے ہیں انہوں نے مجھے تشویش کا شکار کر دیا ہے اور فرید خان اس وقت میں نے تم لوگوں کو اسی لئے بلایا ہے کہ تمہیں اس کے لئے ہوشیار کروں...... خبردار جان بوجھ کر شہاب ثاقب کے قریب پہنچنے کی کوشش نہ کرنا میرا مطلب ہے اس طرح کہ وہ تمہیں اپنا مخالف محسوس کر لے...... باقی فرید خان تمہیں جو کام کرنا ہے وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"اور مجھے باس۔" غفار شاہ نے پوچھا۔

"تم میری طرف سے ملنے والے اشارے کے منتظر رہو، مناسب وقت پر میں تمہیں تمہارا کام دے دوں گا۔"

"ٹھیک ہے باس۔"

"لیکن خاص طور سے تمہیں ہدایت کرتا ہوں غفار شاہ کہ شہاب یا ہو سکتا ہے اس کے

کے دوسرے افراد تم تک پہنچنے کی کوشش کریں، تمہیں ان لوگوں کو سنبھالنا ہے اپنی طرف سے کوئی قدم مت اُٹھانا۔"

"ٹھیک ہے باس جیسا آپ بولو۔" غفار شاہ نے کہا۔

"بس اس وقت یہی گفتگو کرنا تھی مجھے تم سے۔"

اور اس کے بعد فاضل دارا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا، دادل اس دوران بالکل خاموش کھڑا تھا...... وہ سب باہر نکلے تو فاضل دارا نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں تم لوگ ایک ایک کر کے اطمینان کے ساتھ باہر نکلو، اس عمارت کو کسی بھی شکل میں مشکوک نہیں ہونا چاہئے۔" یہ ہدایت دینے کے بعد فاضل دارا اپنی کار میں جا بیٹھا...... ڈرائیونگ سیٹ اس نے خود سنبھال لی تھی اور دادل اپنی سیٹ پر کلاشن کوف سنبھالے بیٹھ گیا تھا...... اس نے دونوں طرف کے شیشے اتار لئے تھے، فاضل دارا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور اس کے بعد یہ لوگ اس کی کار کی روشنی دیکھتے رہے، جب وہ نگاہوں سے اُوجھل ہو گئی تو فرید خان نے اپنی کار کی طرف رُخ کیا اور غفار شاہ سے بولا۔

"جیسا کہ باس نے کہا ہے کہ میرے جانے کے تقریباً پانچ منٹ کے بعد تمہیں اپنی جگہ چھوڑنی ہے۔"

"میرے سامنے ہدایت دینے والا لہجہ نہ اختیار کیا کرو...... میں نہیں چاہتا کہ تمہاری وجہ سے باس کو کوئی تکلیف پہنچے۔" فرید خان اسے گھورتے ہوئے کار میں جا بیٹھا تھا، پھر اس نے بھی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور غفار شاہ اسے دیکھتا رہا پھر اس نے راحیل سے کہا۔

"جب تک ہم ایک ہی چھتری کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں فرید خان کی زندگی محفوظ ہے، لیکن یہ لکھ کر رکھ لو راحیل کہ جیسے ہی فاضل دارا کا کھیل ختم ہوا میرا سب سے پہلا کام اسی شخص کو ٹھیک کرنا ہوگا۔" اور راحیل گردن ہلانے لگا تھا۔

❁

فاضل دارا کی کوٹھی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی، رات کا تقریباً ایک بج رہا تھا، دروازے پر موجود زری خان اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا...... یہ شریف آدمی تھا اور اس کا ماضی بے داغ تھا...... کافی عرصے سے فاضل دارا کا نمک کھا رہا تھا، اس کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ دیکھتا رہے، سنتا رہے نہ آنکھوں کا استعمال کرے اور نہ کانوں کا مالک کے معاملات میں کسی طرح دخل

اندازی نہ کی جائے، یہ بنیادی چیز اسے سمجھا دی گئی تھی اور آج کئی سال ہو گئے تھے وہ اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا...... پھر ان دنوں اسے خاص طور سے مستعد کیا گیا تھا...... ذمہ داران نے ان چند سالوں میں ایک دو بار ہی اس سے بات کی تھی، بہت دن کے بعد اس نے اسے مخاطب کر کے کہا تھا۔

"زری خان گیٹ پر کبھی سونے کی کوشش مت کرنا خاص طور سے تھوڑے دن تک ہمیں کچھ لوگوں سے خطرہ ہے۔ خیال رکھنا۔"

"آپ فکر مت کرو صاب ہم ڈیوٹی پر سونا کفر سمجھتے ہیں۔" زری خان نے جواب دیا تھا اور وہ ایک سچا آدمی تھا، چنانچہ ساری رات پلک نہیں جھپکاتا تھا...... ڈیوٹی پر مستعد رہنا اس کا ایمان تھا اور اس وقت بھی وہ پوری طرح مستعد تھا...... گیٹ سے کچھ فاصلے پر ایک اسٹول پر بیٹھا سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا...... گھر چھوڑ کر آیا تھا...... سرحد کے علاقے میں اس کا مکان تھا...... بیوی تھی بچے تھے، گل خان اور لالہ جان اس کی بیٹی اور بیٹے تھے...... سال میں ایک بار دس دن کی چھٹی ملتی تھی اور ان دس دنوں میں وہ اپنی زندگی کو سیراب کر لیتا تھا...... بچوں کے ساتھ ایک ایک لمحہ گزارتا تھا جو کچھ بھی بن پڑتا تھا ان کے لئے لے جاتا تھا، حالانکہ ایک بار یہ بات بھی ہوئی تھی کہ زری خان اپنی بیوی اور بچوں کو یہاں لے آئے اسے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر دیا جاسکتا ہے، لیکن اس نے نیاز مندی سے کہا تھا۔

"نہیں صاب میرے والدین زندہ ہیں، میرے باپ نے ہمیشہ میرے دادا کا حکم مانا اور کبھی اس کے آگے سر نہیں اُٹھایا...... میری ماں ہے صاب میرا بیوی میری ماں کا خدمت کرتا ہے اور میری ماں بولتا ہے کہ وہ جس زمین پر پیدا ہوا ہے اسی زمین میں دفن ہونا پسند کرے گا، ہم لوگ زمین کو نہیں چھوڑتا صاب اب کیا کریں مجبوری ہے...... اِدھر نوکری کرنی ہے...... میرے کو میرے باپ نے اجازت دیا تو میں اِدھر آیا، ویسے صاب میرا باپ اور میرا اماں ادھر کبھی نہیں آئے گا...... اس کو اپنی زمین سے بہت پیار ہے...... بس میرے کو اجازت دیا میرے باپ نے اور میری بیوی کے واسطے اجازت نہیں ہے۔" بات ختم ہو گئی تھی، زری خان ذمہ داری سے اپنا فرض پورا کر رہا تھا...... مالک کون ہے کیا ہے کیا کرتا ہے کون آتا ہے، کون جاتا ہے اسے اس بات کی پروا نہیں تھی...... مالک کی طرف سے جو اجازت ملتی تھی بس اسی کے مطابق کام کرتا تھا، اس وقت بھی وہ اپنے بیوی بچوں کے تصور میں کھویا ہوا تھا، ان دنوں اس

کے علاقے میں برف باری ہو رہی ہو گی اور برف کے میدانوں میں روئی کے گالوں جیسی گل خان اور لالہ جان بھاگتے پھرتے ہوں گے اور اس کی بیوی انہیں آوازیں دیتی رہتی ہو گی...... دادا اور دادی بھی بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

"بدمعاش کہیں کے۔" دادی جان نے محبت بھری آواز میں کہا لیکن اسی وقت اسے محسوس ہوا جیسے گیٹ کے پاس کوئی ہے، اس نے فوراً قریب رکھی ہوئی بندوق سنبھالی...... اسے چیک کیا اور برق رفتاری سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا...... دبے قدموں گیٹ تک آیا...... گیٹ سے کان لگا کر پہلے باہر کی آوازیں سنیں، اسے کراہنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... انسانی کراہوں کو سن کر اس کا دل ہمدردی سے سرشار ہو گیا...... نجانے کون ہے اور کیوں کراہ رہا ہے، اس نے دل میں سوچا اور اس کے فوراً بعد ذیلی دروازہ کھول کر باہر جھانکا، میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس کوئی بڈھا سا آدمی گیٹ کے پاس دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا...... زری خان باہر نکل آیا...... اس نے ٹارچ روشن کر کے نیچے بیٹھے ہوئے شخص کے چہرے پر ڈالی، بھری ہوئی داڑھی، اُلجھے ہوئے بال، چہرے پر مظلومیت، بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس جو جسم پر چیتھڑوں کی شکل میں لٹکا ہوا تھا...... زری خان جلدی سے اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے...... تم ٹھیک تو ہے...... کراہتا کیوں ہے۔"

"میرے سینے میں درد اُٹھتا ہے بھائی، میں فقیر ہوں، بھیک مانگتا ہوں، ہاتھ پیروں میں جان نہیں ہے...... اِدھر سے گزر رہا تھا، کسی ٹھکانے کی تلاش میں تھا کہ سینے میں درد اُٹھ آیا...... بس تھوڑی دیر مجھے یہاں بیٹھے رہنے دو ذرا سا یہ درد بند ہو جائے چلا جاؤں گا...... تمہاری مہربانی ہو گی۔" اس کا لہجہ انتہائی نڈھال تھا، زری خان نے رائفل ایک طرف رکھی اور اس کے قریب بیٹھ کر اسے ٹٹولنے لگا۔

"کدھر سینے میں درد ہوتا ہے۔"

"ابھی میرا مجبوری ہے صاب کا آرڈر نہیں ہے ورنہ میں تمہیں اُٹھا کر اندر لے جاتا، تمہارا خدمت کرتا، ابھی کیا میں تمہارے کو پانی پلاؤں۔"

"بہت بہت شکریہ بس مجھے سہارا دے کر اُٹھا دو...... میرے بدن میں جان نہیں ہے۔"

"آؤ اُٹھو کدھر جانا چاہتے ہو۔" زری خان جھکا اور اس شخص نے دونوں ہاتھ اوپر

اُٹھادیئے، لیکن زری خان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ جس بدن کو وہ بے جان کہہ رہا تھا اس میں جان ہی جان ہوگی...... فقیر کے دونوں ہاتھ زری خان کی گردن پر آ جمے اور زری خان کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"اوئے خانہ خراب ابھی تو تم مجھے بولتا تھا کہ میرے بدن میں جان نہیں ہے...... اوئے کیا کرتا اوئے۔" زری خان کی آواز آہستہ آہستہ بھینچ گئی، اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کی گردن لوہے کے شکنجے میں جکڑ گئی ہو، اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آنکھیں اُبلنے لگیں، خون کی روانی رکی تو دماغ بھی سونے لگا حالانکہ وہ بہت مضبوط آدمی تھا لیکن شاید مدمقابل فولاد کا بنا ہوا تھا، چند ہی لمحوں میں زری خان کے ہوش و حواس جواب دے گئے، اس نے ہاتھ پاؤں مارے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکالیں اور اس کے بعد فقیر کے ہاتھوں میں جھول گیا...... فقیر نے اسے اُٹھایا اور اس کی رائفل کو اس نے چھوا بھی نہیں تھا...... بے ہوش زری خان کو کندھے پر ڈال کر فقیر تیزی سے آگے بڑھ گیا...... سڑک عبور کر کے وہ سامنے والے بنگلوں کے قریب پہنچا اور ایک زیر تعمیر بنگلے کے بائیں حصے میں کھڑی ہوئی ایک قیمتی کار تک پہنچ گیا...... کار تک پہنچ کر اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور بے ہوش زری خان کو اس کے دروازے میں ٹھونس کر دروازہ بند کر دیا، پھر وہ خود اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا اور اس نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی...... کار کو برق رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا وہ شہر کے مختلف حصوں سے گزرتا رہا اور پھر کریم سوسائٹی میں داخل ہوگیا...... کریم سوسائٹی کی ایک عمارت کے قریب پہنچ کر اس نے دو بار آہستہ اور ایک بار تیز ہارن دیا اور فوراً ہی دروازہ کھل گیا...... فقیر کار کو اندر لے کر چلا گیا تھا...... اِدھر دروازہ کھولنے والا چوکیدار دروازہ بند کرتا دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔

"کون ہے صاب باہر نکالوں اسے۔" اس نے فقیر سے سوال کیا۔

"ہاں جوہر خان نکالو اور اندر لے چلو۔" یہ آواز شہاب کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔

جوہر خان نے بے ہوش پڑے ہوئے زری خان کو اُٹھایا اور اس کے بعد اسے لئے ہوئے شہاب کی رہنمائی میں ایک اندرونی کمرے میں آ گیا...... کریم سوسائٹی کی کوٹھی کا یہ کمرا بالکل خالی تھا اور یہاں زمین پر بچھے ہوئے قالین کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا...... اندر لانے کے بعد جوہر خان نے زری خان کو زمین پر لٹا دیا شہاب نے کہا۔

"اب ایک رسی لے آؤ، اس کے ہاتھ اور پاؤں کسنے ہیں۔"

"ابھی لایا صاحب۔" جوہر خان نے کہا۔

شہاب جو کہ فقیر کے لباس میں تھا زری خان کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد جوہر خان رسی لے کر اندر آ گیا، پھر جوہر خان کی ہی مدد سے شہاب نے بے ہوش زری خان کے ہاتھ پاؤں باندھے تھے اور اس کے بعد مسکراتی نگاہوں سے جوہر خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوہر خان ہم لوگوں کی ذمہ داری عام لوگوں کی ذمہ داری سے ذرا مختلف ہوتی ہے...... جب دنیا خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہوتی ہے ہم اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہتے ہیں...... جرم کا خاتمہ ہماری زندگی ہے اور اگر جرم زندہ رہے تو ہمیں موت سے ہمکنار ہونا ہوتا ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو جوہر خان کہ تم ہم سے الگ ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے، تم یہ سمجھو شہری انتظامات سنبھالنے کے سلسلے میں تمہارا اپنا بھی ایک کردار ہے۔"

"صاب یہ تو آپ کی مہربانی ہے۔"

"نہیں بھائی مہربانی نہیں یہ اتنی لمبی چوڑی جو تقریر کی گئی ہے وہ لالچ میں کی گئی ہے۔"

جوہر خان مسکرادیا پھر بولا۔ "سمجھ گیا ہوں صاحب؟"

"کیا سمجھے ہو مجھے بتاؤ۔" شہاب مسکرا کر بولا۔

"آپ کو کافی چاہئے۔"

"جوہر خان تمہاری لمبی عمر کی دعائیں کرتے کرتے زبان بھی تھک جائے تو کم ہے۔"

"آپ کپڑے تبدیل کرلیں میں لے کر آتا ہوں۔"

جوہر خان مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا، شہاب نے بے ہوش زری خان پر نظر ڈالی اور اس کے بعد لباس تبدیل کرنے کے لئے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کی جانب چل پڑا...... پھر لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ باہر نکلا، زری خان ابھی تک بے ہوش تھا...... شہاب اسے دیکھتا رہا چہرے سے شریف آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن بہرحال بے چارہ ملازم تھا...... ظاہر ہے مالک کی ہدایت پر ہی کام کرتا ہوگا...... شہاب کے پاس ابھی تک فاضل دارا کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا...... حالانکہ اس نے کچھ کام کئے تھے، مثلاً شوروم سے ان کاغذات کا حصول جن کے تحت گاڑیاں منگوائی گئی تھیں اور ان میں سے ایک گاڑی گم تھی حالانکہ اچھا خاصا مواد تھا یہ لیکن شہاب جانتا تھا کہ فاضل دارا جیسے شخص کے لئے اس بات کو جھٹلا دینا آسان کام

تھا...... فاضل دارا نے کوشش تو سب کچھ ہی کر ڈالی تھی، گاڑی کا حلیہ بدلنے کی یہ الگ بات ہے حلیہ نہیں بدل سکا تھا، اس کے پاس جواز بھی تھا...... شہاب بہت کچھ سوچتا رہا تھا، جب تک کوئی اہم اور ٹھوس ثبوت موجود نہ ہو فاضل دارا پر ہاتھ ڈالنا مشکل کام تھا...... پرانی گاڑی بھی شاید ہی کہیں سے دستیاب ہو بھلا فاضل دارا کے لئے یہ کام کیا مشکل ہے کہ گاڑی کا انجن نمبر الگ کر دیا جائے اور اسے اسکریپ کر کے اس طرح غائب کر دیا جائے کہ اس کا نام و نشان بھی نہ ملے...... بہر حال بیٹی کا معاملہ تھا اور معلومات کے مطابق ہما فاضل دارا تھی بھی اکلوتی بیٹی، فاضل دارا کی بے پناہ دولت کی واحد مالک بری طرح بگڑی ہوئی ناہید سلیمی نے ہما دارا کے بارے میں خاصی تفصیل سے بتایا تھا...... یہ بات شہاب کے اپنے ذہن میں بھی لاکھوں بار آئی تھی...... ہما فاضل سے اس کی کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی، لیکن وہ قاتل تھی اور اس نے نہایت بے دردی سے ایک گھر کا چراغ بجھا دیا تھا، لیکن آئندہ بھی وہ ایسے ہی اقدامات کر سکتی تھی اور پھر فاضل دارا نے جس طرح اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کی تھی وہ بھی شدید ناخوشگوار عمل تھا...... یہ لوگ جرم کرتے ہیں اور پھر اسے چھپانے کے لئے اپنی تمام تر توتیں صرف کر دیتے ہیں، ان کے اس احساس کو ہوا نہیں لگنی چاہئے ورنہ لا تعداد انسانوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے...... جوہر خان کافی بنا کر لے آیا اور شہاب کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا...... اب اس نے اندھے اقدامات کرنے شروع کر دیئے تھے...... یہ بات اس کے علم میں آ ہی گئی تھی کہ فاضل دارا کو گاڑیوں کے کاغذات کی گمشدگی کی اطلاع مل چکی ہے۔ چوکیدار کا معاملہ بھی ذرا سوچ سمجھ کر کرنا تھا...... فاضل دارا کو وہ اس بات سے لاعلم نہیں رکھنا چاہتا تھا کہ اس کے خلاف بھرپور پیمانے پر کارروائی ہو رہی ہے۔ ہاں اگر خود فاضل دارا اس سلسلے میں آگے بڑھ کر اقدامات کرتا تو شہاب اس کے بارے میں سوچ بھی سکتا تھا اور کچھ ایسی شرائط پیش کر سکتا تھا جس کی بنیاد پر یہ معاملہ نمٹ سکے لیکن فاضل دارا نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا اور شہاب اس کی اسی انا کو توڑنا چاہتا تھا، کافی کا آخری گھونٹ ختم کیا تھا کہ چوکیدار کے بدن میں جنبش محسوس ہونے لگی...... شہاب نے جوہر خان کو اشارہ کیا اور جوہر خان کافی کے برتن لے کر باہر نکل گیا...... شہاب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا، پھر چوکیدار ہوش میں آ گیا...... اس نے کروٹ بدلی اور پھر دیوانوں کی طرح اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن بندھے ہوئے ہاتھوں کی وجہ سے وہ سہارا لے کر نہیں اُٹھ سکتا تھا۔ شہاب اپنی

جگہ سے اُٹھا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا...... چوکیدار نے اسے دیکھا پھر اپنے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کی طرف دیکھا...... مضبوط بدن کا جاندار آدمی تھا...... آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرانے لگی، اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"خانہ خراب کے بچے تم ہمیں اِدھر کیوں لایا ہے۔"

"آؤ میں تمہیں سہارا دیتا ہوں زری خان...... دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ جاؤ۔"

"کتے کے پلے میں تیرے سے پوچھتا ہوں تم مجھ کو اِدھر کیسے لایا، وہ کمینہ فقیر کدھر گیا جس پر ہم نے ترس کھایا تھا۔" شہاب اس کے قریب پہنچا اس کو سہارا دیا، اس کی پشت دیوار سے لگا دی پھر کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"تمہارا نام زری خان ہے۔"

"ہاں ہے بول تیرے کو کیا مانگتا ہے مجھ سے۔"

"زری خان تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب میرے کو تم یہ بتا کہ یہ کون سا جگہ ہے...... میں نے اپنی ڈیوٹی سے کبھی غفلت نہیں برتا، ابھی میرے کو تم نہ جانے کہاں لے آیا ہے...... ادھر گیٹ خالی پڑا ہوگا، میں تیرے کو بولتا ہے میری عزت کیوں خراب کرتا ہے۔"

"کیا تم ایک عزت دار آدمی ہو زری خان۔" شہاب نے سوال کیا۔

"غریب آدمی ہوں عزت دار کدھر سے ہو سکتا ہوں، عزت دار تو تو ہے کہ میرے سامنے اس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔"

"ایک عزت دار آدمی زری خان کبھی کوئی ایسی ملازمت نہیں کرتا جس سے حرام کا پیسہ تنخواہ کی شکل میں اسے ملتا ہو۔"

"تو مولوی ہے مجھے واعظ کرنا چاہتا ہے۔"

"مولوی نہیں ہوں لیکن تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم واقعی ایک عزت دار اور شریف آدمی ہو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حلال کی روزی کھا رہے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے...... میں اپنی ڈیوٹی بالکل ٹھیک کرتا میرا صاب میرے کو بولا زری خان گیٹ خالی نہیں رہنا چاہئے اور میں تیرے کو بولتا ہوں میں کبھی گیٹ خالی نہیں چھوڑتا...... بس میرا اتنا کام ہے۔"

”کیا تمہیں معلوم ہے زری خان کہ تمہارا صاب کیا کرتا ہے۔“

”او خانہ خراب مالکوں کا راز معلوم کرنا بھی نمک حرامی ہے۔“

”کس کی نمک حرامی ہے زری خان۔“

”ابھی تم میرے سے بکواس مت کرو تم میرے کو بولو تم کیا چاہتا ہے۔“

”کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں زری خان تم سے۔“

”کیسا معلومات؟“

”پوری طرح یاد کر کے بتاؤ پچھلی 26 تاریخ کو تم ڈیوٹی پر تھے۔“

”میں پورا مہینہ ڈیوٹی کرتا ہے۔“

”زری خان رات کو بھی تم ڈیوٹی پر ہوتے ہو۔“

”دن اور رات ہوتا ہوں۔“

”سوتے کب ہو۔“

”دن میں تھوڑا ٹائم اور صبح 6 بجے کے بعد نماز پڑھنے کے بعد صاب میرے کو بولتا ہے کہ تم سو سکتے ہو۔“

”اتنی بڑی کوٹھی میں تم اکیلے چوکیدار ہو۔“

”ہاں صاب تو میرے کو بولا کہ دوسرا چوکیدار بھی رکھ لیا جائے اور میں بولا صاب میں مضبوط آدمی ہے...... میرے کو ڈبل تنخواہ دو میرے بچے کے کام آئے گا...... صاب میرا شریف آدمی ہے...... وہ میرے کو ڈبل تنخواہ دیتا، میں ڈبل ڈیوٹی کرتا ہے۔“

”ٹھیک تو تمہارے بچے بھی ہیں۔“

”ہاں خدا کا فضل ہے۔“

”کہاں ہیں۔“

”میرا گاؤں میں ہے، تم ابھی میرے کو بولو ادھر کیوں لایا ہے مجھے۔“

”26 تاریخ کی رات کو زری خان تقریباً ساڑھے بارہ اور ایک بجے تمہارے مالک کی کار میں بیٹھ کر واپس آئی تھی، کیا اس وقت تم جاگ رہے تھے۔“

”روزانہ آتا ہے۔ 26 تاریخ ہی کا کیا بات ہے اور میں تم کو بول دیا میرا ڈیوٹی ہوتا ہے میں سوتا نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے وہ ایک بجے واپس آگئی تھی، پھر اس کے بعد کیا ہوا تھا۔“

”کیا ہوتا ہے میں چوکیدار ہے گیٹ پر رہتا ہے...... وہ واپس آیا تھا، پھر وہ سو گیا ہوگا اور یا ہو سکتا ہے۔“

”ہوں چلو ٹھیک ہے...... پھر مالک نے کیا کیا تھا اس کے بعد۔“

”ابھی یارا دیکھو میرے ہاتھ کھولو میرا پیر بھی کھول دو، پہلے تم میرے کو یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتا ہے؟“

”زری خان تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ 26 تاریخ کو جب تمہارے مالک کی بیٹی گھر واپس آگئی تھی اور سونے کے لئے چلی گئی تھی تو پھر وہ کون لوگ تھے جو اس کی گاڑی لے کر باہر نکلے تھے۔“

”پہلے تم میرے کو یہ بتاؤ تم مجھ سے یہ کیوں پوچھتا ہے۔“

”اگر میں تمہیں بتا دوں تو کیا تم مجھے جواب دے دو گے۔“

”میں نہیں جانتا...... میں سوچوں گا کہ جواب دے سکتا ہوں یا نہیں۔“

”تمہارے مالک کی بیٹی نے ایک زندہ انسان کو جان بوجھ کر اپنی گاڑی کے نیچے دبا کر مار ڈالا تھا اور اس کے بعد گھر چلی گئی تھی، میں اس کے سلسلے میں تحقیقات کر رہا ہوں۔“

”تم پولیس کا آدمی ہے؟“

”ہاں۔“

”دیکھو میں تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا، جب تک میرا مالک مجھے اجازت نہیں دے گا۔“

”اگر تم نہیں بتاؤ گے زری خان تو میں تمہارے بدن کی پوری کھال اتار دوں گا، تم نے دیکھ لیا ہے کہ تمہیں کس طرح یہاں لایا گیا ہے...... تمہارے مالک کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا ہے، میں یہاں تمہیں قتل کر دوں گا اور تمہاری لاش کسی گندے گٹر میں پھنکوا دوں گا ورنہ جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا مجھے جواب دو۔“

زری خان ہنسنے لگا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے صاب تم میرے کو موقع دیا کہ میں اپنا زبان بند رکھوں اور اگر تم میرا کھال اتار سکتا ہے تو میرا ہاتھ پاؤں کھولو، ہم سرحد کا رہنے والا ہے...... ہمارا زبان ایک ہوتا ہے...... اگر تم ہمارا کھال اتارنے میں کامیاب ہو گیا تو ہو سکتا ہے ہم زبان کھول دے......

دوسرا اور کوئی طریقہ نہیں ہے...... ہم عزت دار آدمی ہے...... مالک کا نمک کھاتا ہے تو نمک حلالی ہی کرے گا کیا سمجھا۔"

"اگر میں تمہارے ہاتھ کھول دوں تو تم کیا کرو گے۔"

"تمہارے سے جنگ کرے گا اور تم کو بتائے گا کہ کسی کی کھال نکال دینا اتنا آسان کام نہیں ہوتا جتنا تم سمجھتا۔"

"اور اگر میں تمہاری کھال اتارنے میں کامیاب ہو گیا تو؟"

"تو خدا کی قسم ہم تم کو مرد کا بچہ کہے گا۔"

"بس۔"

"تو اور کیا چاہتا ہے تم۔"

"چلو ٹھیک ہے زری خان میں تمہارے ہاتھ کھولے دیتا ہوں اور اس کے بعد میں تم سے کچھ بات کروں گا۔"

"کیا بات کرے گا صاب؟"

زری خان نے بدستور ہنستے ہوئے کہا اور شہاب اسے گھورنے لگا، اسے ایک اور تجربہ یاد آ گیا تھا، اس کا ماتحت گل خان بھی سرحد کا رہنے والا تھا اور اس کے ساتھ بھی کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے...... بہر حال شہاب کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ اس چوکیدار کو مارے لیکن مجبوری بھی تھی...... بہر حال اس نے پہلے چوکیدار کے پاؤں کھولے، پھر اس کے دونوں ہاتھ زری خان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی...... اس نے اپنی کلائیں مسلتے ہوئے کہا۔

"میرا باپ میرے کو بولا صاب کہ دیکھو زری خان نمک کا بڑا اہمیت ہوتا ہے، مالک کا نمک اگر خون میں شامل ہو جائے تو پھر وہ خون تمہارا اپنا نہیں رہتا...... مالک کا ہوتا ہے، آپ پولیس کا آدمی ہے صاب میں جانتا ہے آپ میرے کو پھانسی پر بھی چڑھا سکتا ہے اور اپنے باپ کا بات میں نہیں بھولے گا۔"

"ٹھیک ہے زری خان ذرا مجھے ایک بات تو بتاؤ، ایک شخص جو اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہو جو اپنا فرض پورا کر رہا ہو اور اپنا فرض پورا کرنے کے سلسلے میں ہی اس نے تمہارے مالک کی بیٹی کو روکنے کی کوشش کی تھی، وہ ٹریفک سارجنٹ تھا اور تمہارے مالک کی بیٹی ہما کار اس رفتار

سے چلا رہی تھی جس سے اسے خود خطرہ ہو سکتا تھا، اس نے اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لئے تمہارے مالک کی بیٹی کو رکنے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد جب وہ نہیں رکی تو اس کا تعاقب کیا، تمہارے مالک کی بیٹی نے شراب کے نشے میں اسے ٹکر ماری اور ہلاک کر دیا، وہ بے قصور تھا زری خان وہ اپنا فرض پورا کر رہا تھا...... اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا، اسی طرح جیسے تم اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہو جاگ کر...... زری خان اس کی ماں ہے، بیوی ہے، دو بچے ہیں، اب وہ سب بے سہارا ہو گئے...... ایک بوڑھی عورت کی کوکھ اُجڑ گئی، ایک عورت کا سہاگ لٹ گیا...... دو بچے یتیم ہو گئے اور ان کا قاتل آزاد ہے، تمہارا مالک اس لڑکی کو بچانے کے لئے نجانے کیا کیا کچھ کر رہا ہے...... نمک کھایا ہے تم نے اپنے مالک کا، تمہارے باپ نے تم سے کہا تھا کہ نمک حلال رہو...... زری خان کسی اور نے اور بھی کچھ کہا ہے...... اللہ نے کہا ہے کہ زمین پر سچ کے درخت اگاؤ، یہ بھی کہا ہے کہ کسی ظالم کی مدد نہ کرو اور پھر کیا نمک انسان کی ایجاد ہے۔ تاحد نظر بکھرے ہوئے سمندر میں گھلا ہوا نمک کیا کسی انسان کی ملکیت ہے...... زندگی کے جتنے وسائل عیش و آرام تمہیں خدا نے دیئے ہیں، تم اس کے حکم کی تعمیل تو نہ کرو اور ایک شخص جو دو روٹی دے کر تمہارا پیٹ بھر دیتا ہے...... وہ بھی تمہاری محنت کے بدلے میں تم اس کے وفادار ہو جاؤ۔ زری خان زندگی دینے والا اللہ ہے اور زندگی لینے والا بھی وہی ہے، تمہیں اس نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے...... تم مالک کے لئے تو نمک حلال ہو گئے ہو اور اس کے لئے کیا اس کا دیا ہوا نمک تمہارے وجود میں نہیں ہے۔

"بولو زری خان نمک اللہ کا ہے...... تم اللہ کے نمک حلال ہوئے یا اس شیطان کے جس کی بیٹی شراب پیتی ہے...... کیا وہی نمک حلالی تمہارے لئے ٹھیک ہے...... اگر ایسا ہے تو آؤ سرحد کے جیالے ہو، مجھ سے جنگ کرو اور یقین کرو میں تمہیں آسانی سے شکست دے دوں گا، لیکن اس کے بعد میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا...... جانے دوں گا تمہیں آ جاؤ زری خان پہلے اپنی قوت آزماؤ اس کے بعد یہ دیکھو کہ تمہارے میں کتنی غیرت ہے جس مالک نے تمہیں نمک ہی نہیں سانس دیئے ہیں، بدن دیا ہے، آنکھوں میں روشنی دی ہے، بازوؤں میں قوت دی ہے، دیکھنا ہے تم اس کے نمک حلال ہوئے یا صرف اس شخص کے جو تمہیں تمہاری محنت کی تنخواہ دے دیتا ہے۔ آ جاؤ۔"

شہاب آستین چڑھا کر کھڑا ہو گیا لیکن اب زری خان کے چہرے پر ایک عجیب سی

کیفیت طاری ہوگئی تھی، وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، غور کرتا رہا اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا...... شہاب اسے بغور دیکھ رہا تھا، چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

”نہیں صاب آپ ٹھیک بولتا ہے...... نمک تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، پھر انسان انسان کا نمک حلال کیوں ہوتا ہے صاب۔“

”کسی کے ساتھ محنت اور دیانتداری سے کام کر کے اس کا معاوضہ وصول کرنا اچھی بات ہے لیکن اس کے گناہوں میں شریک ہونا اس کا فیصلہ خود اپنے دل میں کرو۔“ شہاب نے جواب دیا۔

”فیصلہ کرلیا ہے صاب خدا کا قسم میرے کو نہیں معلوم تھا کہ ہما بی بی شراب پیتا ہے...... خدا کا قسم صاب میری آنکھیں کھل گئی ہیں...... نہیں صاب ہم ادھر نوکری نہیں کرے گا...... ہم اس کو بول دے گا کہ ہم تمہارا نمک خواری نہیں کر سکتا، رازق تو اللہ ہی ہے کون جانے وہ کس وقت ہم کو نکال دے گا، نہیں صاب ہم ایسا نہیں کرے گا...... ابھی ہم آپ کو غور کر کے بتاتا ہے صاب وہ گاڑی لے کر اندر آیا...... دادل بھی اس کے ساتھ تھا۔“

”دادل کون ہے۔“

”وہ ہما بی بی کا باڈی گارڈ ہے...... ہما بی بی کے ساتھ جاتا ہے انہی کے ساتھ آتا ہے اور فاضل دارا کا خاص آدمی ہے صاب۔“

”گاڑی جب اندر داخل ہوئی تھی تو کیا کچھ ٹوٹی پھوٹی تھی۔“

”ہم غور نہیں کیا صاب رات کا وقت تھا اور سب کچھ معمول کے مافق تھا...... ہم غور نہیں کیا۔“

”خیر اس کے بعد کیا ہوا؟“

”صاب اس کے بعد دادل اس گاڑی کو لے کر پھر باہر نکلا، اس کے پیچھے پیچھے صاب بھی تھا، دونوں گیٹ سے باہر نکل گیا اور پھر بہت دیر کے بعد واپس آیا۔“

”دونوں گاڑیاں تھیں اس وقت۔“

”جی صاب۔“

”یعنی ہما کی گاڑی بھی تھی۔“

”جی صاب۔“

”اور اسے دادل چلا رہا تھا۔“

”جی صاب۔“

”اور دوسری گاڑی میں خود فاضل دارا تھا۔“

”جی صاب۔“

”یہ لوگ کتنی دیر کے بعد واپس آئے تھے۔“

”بہت دیر کے بعد صاب مگر ہمیں کوئی دقت نہیں ہوا، ہم تو رات جاگ کر ڈیوٹی بتا ہے۔“

”ٹھیک یہی میں تم سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

”صاب میرے کو معافی دو میرے سے غلطی ہو رہا تھا مگر ایک بار پھر میں آپ کو بولتا، یہ بات میں نے آپ کے خوف سے آپ کو نہیں بتایا بلکہ خدا کے خوف سے بتایا۔“

”زری خان میں تم سے ایک بات کہوں خدا مجھے اس وقت کے لئے زندہ نہ رکھے جب میں کسی انسان کو اپنا خوف دلاؤں، تم نے خدا کا خوف کیا مجھے عزت دی ہے تم نے۔“

”میرے کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا صاب اور آپ ایسا کرو میرے کو ادھر چھوڑ دو میں صاب کو بولے گا کہ اب میں ادھر نوکری نہیں کر سکتا...... میں اس کو بتادے گا کہ وہ غلط آدمی ہے۔“ شہاب کسی سوچ میں ڈوب گیا...... دیر تک سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ آگئی، صورت حال اب یہ تھی کہ فاضل دارا اپنے آپ کو برتر و اعلیٰ سمجھ رہا تھا اور اس بات سے بہت زیادہ مطمئن تھا کہ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس میں کوئی شک نہیں کہ شہاب اس کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کر سکتا تھا، لیکن اسے ذہنی طور پر منتشر کرنا ہو سکتا ہے اس کی کسی لغزش کا باعث بن جائے اور بس ایک لغزش ہی راستے آسان کر دیتی ہے، چنانچہ یہ کوشش کر کے دیکھا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات ہی نکل آئے۔ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے زری خان آؤ میں تمہیں تمہاری کوٹھی پر چھوڑ دوں۔“

زری خان نے گردن ہلا دی تھی اور اس کے بعد دو دیوانے چل پڑے...... زری خان اپنی دھن میں مست تھا اور شہاب تو تھا ہی مستانہ چنانچہ وہ چل پڑا اور زری خان گردن جھکائے سوچ میں ڈوبا نظر آیا...... شہاب جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

✵

زری خان نے پہلی بار یہ جرأت کی تھی کہ اس وقت فاضل دارا اپنے پائیں باغ میں پھولوں کی ان کیاریوں میں کھلے ہوئے پھولوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کی پسندیدہ کیاریاں تھیں...... یہ پھول اس نے سوئٹزر لینڈ سے منگوائے تھے اور شاید پورے شہر میں اتنے خوبصورت پھول کہیں موجود نہیں تھے...... فاضل دارا کو پھولوں سے عشق تھا اور وہ نئے نئے پودے لگواتا رہتا تھا، زری خان اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں صاب!"

اس نے کہا اور فاضل دارا حیرت سے اسے دیکھنے لگا، اس کا رعب اس قدر تھا کہ اس کے ملازمین اس سے بات نہیں کر سکتے تھے، زری خان بھی ایک وفادار انسان تھا اور فاضل دارا نے اپنے طریقے کی بنیاد پر اسے اپنے ساتھ رکھا تھا۔

"کیا بات ہے!"

"صاب آج سے ہم آپ کا نوکری چھوڑ رہا ہے، یہ آپ کا بندوق آپ کے قدموں میں رکھتا ہے۔"

"نوکری چھوڑ رہے ہو!"

"جی صاب۔"

"کیوں کیا بات ہو گئی اپنے گاؤں واپس جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں صاب...... کدھر اور نوکری کرے گا۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"نہیں صاب دماغ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"تم جانتے ہو میرے سامنے کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"جانتا ہوں صاب۔"

"مگر تمہیں ہو کیا گیا!"

"ابھی کیا بولے صاب آپ سے کچھ پوچھے گا تو آپ میرے کو ناراض ہو گا۔"

"نوکری کیوں چھوڑ رہے ہو اور دوسری جگہ نوکری کیوں کرنا چاہتے ہو۔"

"صاب میرے کو آپ ایک بات بولو کیا چھوٹا بی بی صاب شراب پیتا ہے۔" زری خان

ے الفاظ پر فاضل دارا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اسی بندوق کو اٹھا کر تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دوں گا زری خان...... بی بی صاب راب پیتا ہے یا نہیں پیتا تم یہ بتاؤ تم نے کون سا نشہ کیا ہے۔"

"صاب ہم کو ایمان کا نشہ ہو گیا...... ابھی آپ میرے کو جواب دو اور اگر آپ اب نہیں دیتا صاب تو آپ کا مرضی ہے میں تو تھوڑا سا بات آپ کو بولا...... میں نوکری ہوڑتا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" فاضل دارا نے کہا اور واپس کوٹھی کی جانب چل پڑا...... نجانے وں اس کے ذہن میں بے چینی کا ایک احساس جاگا تھا...... زری خان نے بندوق اٹھائی اور ں کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

"ہاں اب بکواس کرو کیا بکواس کر رہے تھے۔"

"صاب ہم آپ کا نمک کھاتا ہے مگر نمک آپ کا نہیں ہے نمک تو اللہ نے بنایا ہے...... وہ میرے کو بالکل ٹھیک بولتا تھا۔"

"کون؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتا صاب...... پولیس کا آدمی تھا، رات کو فقیر بن کر آیا تھا...... ٹ پر اس کا آہٹ سنائی دیا، میں باہر جھانکا تو اس نے مجھ سے بات کیا، پھر میرے کو بے ہوش کر کے اٹھا کر لے گیا...... صاب میرے کو ایک بہت بڑے کمرے میں ہوش آیا تھا...... ہ طاقتور جوان فقیر نہیں تھا اس نے فقیر کا بھیس بدلا ہوا تھا...... اس نے میرے سے پوچھا کہ 26 تاریخ کا رات کو میں کدھر تھا، میں اس کو بولا میں ڈیوٹی پر رہتا ہے...... رات کو کبھی نہیں وتا...... تب اس نے بی بی صاب کے بارے میں پوچھا اور گاڑی کے بارے میں سوال کیا...... ں نے مجھ کو پوچھا کہ جب بی بی صاب واپس آگیا تھا تو اس کے بعد کیا ہوا تھا، اس نے میرے تایا کہ بی بی صاب نے ایک بال بچوں والا پولیس والے کو مار دیا، اب صاب میں اس کو بول دیا ا دل اور صاب دو گاڑیوں میں بیٹھ کر گیا تھا اور کچھ گھنٹے کے بعد واپس آیا تھا...... وہ میرے ے اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا صاب مگر صاب میرا دل نہیں مانتا، اب میں آپ کا بات ادھر لا، پر مجبوری تھا وہ میرے کو بولا کہ میں اپنے صاب کا وفادار تو ہے اللہ کا وفادار نہیں ہے...... صاب میں اس کو بول دیا کہ میں اللہ کا وفادار ہے...... اگر بی بی صاب شراب پیتا ہے اور اس نے

ایک انسان کو ہلاک کر دیا ہے تو میں اس کا بات ضرور بتائے گا۔"

فاضل دارا کی آنکھوں میں جنون نظر آنے لگا، اس نے زری خان کو گھور کر دیکھا، کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "جاؤ ابھی تم ڈیوٹی پر جاؤ میں فیصلہ بعد میں کروں گا۔"

"صاب۔"

"بکواس مت کرو جاؤ ڈیوٹی پر جاؤ اور سنو جب تک میں تم سے بات نہ کر لوں اگر تم نے کہیں جانے کی کوشش کی تو پھر زندہ نہیں بچ سکو گے۔"

زری خان مسکرایا اور بولا۔ "صاب زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

"اور کچھ پوچھا اس نے تم سے۔"

"نہیں صاب بس اتنا پوچھا وہ بھی مرد کا بچہ تھا۔"

"جاؤ ڈیوٹی پر جاؤ چھوٹی بی بی شراب نہیں پیتا، اس پر جھوٹ الزام لگایا جا رہا ہے...... وہ سب جھوٹ تھا...... حادثہ کسی اور سے ہوا ہے، لیکن تم نے اسے یہ بتا کر اچھا نہیں کیا زری خان تمہیں تو میرا راز دار ہونا چاہئے...... چلو ٹھیک ہے، ابھی تم جاؤ میں تم سے بعد میں بات کروں گا...... اٹھاؤ یہ بندوق جاؤ ڈیوٹی پر جاؤ میں تم سے کچھ نہیں کہہ رہا۔"

زری خان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اس نے بندوق اٹھائی اور آہستہ قدموں سے واپس چل پڑا لیکن فاضل دارا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ باہر نکلا اور ایک ملازم سے کہا کہ دادل کو اس کے پاس بھیج دو...... تھوڑی دیر کے بعد دادل اس کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ پولیس آفیسر حد سے کچھ آگے بڑھ رہا ہے دادل وہ مجھے ذہنی طور پر مفلوج کرنا چاہتا ہے...... یہ بات تو مجھے معلوم ہو چکی ہے کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے لیکن اسے یہ بات شاید ابھی کسی نے نہیں بتائی کہ میں کیا ہوں۔"

جواب میں فاضل دارا نے دادل کو تمام تفصیل بتا دی اور دادل حیرانی سے فاضل دارا کی شکل دیکھنے لگا پھر بولا۔ "جب مکھی زیادہ بھن بھنانے لگے تو کیا اس کو ختم کر دینا ٹھیک نہیں ہے۔"

"یہ کچی بات ہے دادل، یہ کام کیا جائے گا لیکن ایسے نہیں تم کیا سمجھتے ہو اسے میں اس کے بارے میں اسی کی سطح پر سوچ رہا ہوں...... وہ ہمارے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی

کام ہے، اپنے طور پر کوشش کر رہا ہے...... میرے ذہن میں اُلجھن بے شک ہے لیکن دادل براہ واسطہ تو بڑے بڑے لوگوں سے پڑتا رہتا ہے، جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس میں ہمارا مقابلہ معمولی قسم کے پولیس آفیسروں سے نہیں ہے بلکہ دُنیا کے بڑے بڑے ایسے خطرناک گروپوں کے سربراہوں سے ہے جو واقعی قوت رکھتے ہیں...... میں نے تو بس ہما کی وجہ سے اس بات پر اتنی توجہ دی تھی، ورنہ کس کی مجال ہے کہ جو فاضل دارا کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھ جائے۔

اگر وہ میری ذہنی قوتوں کو چیلنج کر رہا ہے تو ٹھیک ہے، ہم اس سے ذہنی مقابلہ بھی کرتے ہیں...... یہ تو میرا دلچسپ مشغلہ ہے، ٹھیک ہے دادل جو کچھ وہ کر رہا ہے اسے کرنے دو ہم بھی کچھ کرتے ہیں۔

"جیسا آپ کا حکم صاحب ویسے مجھے اس پر غصہ آ رہا ہے...... میرا دل چاہتا ہے کہ اسے ٹھکانے لگا دوں۔" دادل نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

"نہیں دادل ابھی نہیں ہم اپنے مورچے مضبوط کر لیتے ہیں، اس کے بعد اسے دیکھیں گے چوہے بلی کا کھیل مجھے بہت پسند ہے اور اگر تم فاضل دارا کو جانتے ہو تو سمجھ لو کہ وہ ہمارے سامنے چوہا ہے، چلو ٹھیک ہے میں نے اس کا چیلنج قبول کر لیا ہے...... بلاوجہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں اتنا اُلجھایا۔"

"تو پھر آپ کا کیا حکم ہے صاحب۔"

"نہیں کچھ نہیں یہ زری خان بے وقوف نوکری چھوڑ کر جا رہا ہے...... میرا خیال ہے اسے چلا جانے دو لیکن شہاب نے اسے اتنی آسانی سے چھوڑ دیا وہ اسے ہمارے خلاف گواہ کے طور پر استعمال کر سکتا تھا، مگر میں تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں میں بھی اسے نوکری سے نہیں نکالوں گا، اسے یہ یقین دلا دو کہ جو الزام ہما پر لگایا جا رہا ہے وہ غلط ہے...... آفیسر جھوٹ بول رہا ہے وہ زری خان کو بے وقوف بنا کر ہمارے خلاف معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے، ایسا ہی کرو زری خان کو یہاں رہنے دو تاکہ وہ یہ سمجھ لے کہ ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہیں...... جاؤ تم زری خان کو سمجھا دو...... میں ایک اور بات بھی سوچ رہا ہوں وہ میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے صاحب۔"

"جاؤ۔"

دادل اس کے پاس سے باہر آگیا، زری خان اس وقت بھی گیٹ کے نزدیک موجود تھا...... دادل ٹہلتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا، اس نے زری خان کو دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"زری خان کیا تم نوکری چھوڑ کر جا رہے ہو۔"

"جی دادل صاحب دیکھو ہم پٹھان ہے، ہم کسی ایسی جگہ نوکری نہیں کر سکتا جدھر کا عورت لوگ شراب پی کر انسانوں کو گاڑی سے کچل کر مار دے۔"

"زری خان تم سیدھے اور معصوم آدمی ہو، ابھی صاحب نے مجھے بتایا تھا کہہ رہے تھے کہ زری خان جیسا وفادار اور صحیح طرح سے ڈیوٹی کرنے والا دوسرا آدمی ملنا مشکل ہے، تم یہ بھی جانتے ہو زری خان کہ مالک اگر چاہے تو بیس چوکیدار گیٹ پر رکھ سکتا ہے لیکن مالک کی بھی ایک شان ہے، تمہاری باتیں سن کر وہ خوب ہنس رہا تھا، اس نے کہا کہ دادل زری خان پولیس کے بہکاوے میں آگیا ہے...... دیکھو زری خان یہ سب پولیس کے ہتھکنڈے ہوتے ہیں اور پھر مجھے ایک بات بتاؤ تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ پولیس والا تھا، کیا وہ پولیس کی وردی میں تھا۔"

"نہیں دادل صاب۔"

"کون سی جگہ تھی وہ۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"مطلب یہ کہ وہ پولیس تھانہ نہیں تھا۔"

"وہ تو بالکل نہیں تھا۔"

"کوئی پرائیویٹ رہائش گاہ تھی۔"

"جی وہ مجھے بے ہوش کر کے ادھر لے گیا تھا، میرے کو راستہ نہیں معلوم۔"

"واپسی میں کیا ہوا تھا۔"

"واپسی میں مجھے ادھر ہی چھوڑ گیا تھا۔"

"واپس آتے ہوئے تو تم ہوش میں تھے؟"

"جی۔"

"تو تم نے یہ غور نہیں کیا کہ وہ تمہیں کہاں سے لے کر آیا تھا۔"

"نہیں دادل صاب یہ میرے سے غلطی ہوا، میں اس وقت سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور غور

کر رہا تھا کہ کیا مالک ایسا آدمی ہے۔"

"تمہاری بندوق کہاں تھی اس وقت؟"

"بندوق میرے کو ادھر ہی ملا، یہ ادھر ہی پڑا ہوا تھا۔"

"تو پھر اب میں تمہیں تمام تفصیل بتاتا ہوں، چھوٹی بی بی بے شک کلب جاتی ہے، لیکن نہ تو وہ کوئی نشہ کرتی ہیں اور نہ انہوں نے کسی کو مارا تھا، اصل میں تم سمجھتے ہو کہ دولت مند آدمیوں کے لاتعداد دشمن ہوتے ہیں...... وہ دشمن ان کی دولت میں اپنا حصہ چاہتے ہیں، پچھلے کچھ دنوں سے کچھ لوگ ہمارے مالک کو بھی پریشان کر رہے ہیں، وہ ان سے بھاری رقمیں مانگ رہے ہیں اور ٹیلی فون پر انہیں دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر تم نے رقم ادا نہ کی تو وہ تمہیں کسی جال میں پھنسا دیں گے اور اب انہوں نے مالک کے خلاف ایک جال بچھایا ہے، وہ مالک کو خوفزدہ کر کے جھوٹی خبریں پھیلا کر ان سے یہ دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے انہوں نے تمہیں بھی اس طرح استعمال کیا ہے، اس رات کو جب بی بی صاب واپس آئی تھیں تو وہ اپنا کچھ ضروری سامان جو بہت قیمتی تھا بھول آئی تھیں، یہاں آکر انہیں یاد آیا تو فاضل دارا صاحب نے کہا کہ چلو کلب سے جا کر سامان لے آتے ہیں...... رات زیادہ ہو گئی تھی اس لئے ہم اکیلے نہیں گئے بلکہ الگ الگ گئے اور آخر کار ہمیں سامان مل گیا، اس ذرا سی بات کو ان لوگوں نے افسانہ بنا دیا ہے...... زری خان مالک نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ زری خان کی بہت عزت کرتے ہیں، میں جا کر اسے سمجھاؤں اور اس کے باوجود اگر نہ رکنا چاہے تو اسے اتنے پیسے دے دوں کہ وہ دوسری نوکری کی تلاش میں پریشان نہ ہو، اب اگر تم مالک کو ایسے وقت میں دھوکا دینا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے جاؤ نوکری چھوڑ دو، مالک کو اعتراض نہیں ہے۔"

زری خان پھٹی پھٹی آنکھوں سے دادل کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"اوئے خداخوار خدا کا لعنت کیسا کیسا لوگ ہوتا ہے، خدا کا نام لے کر کسی کو مجبور کرتا ہے اور اپنا مطلب نکالتا ہے...... آپ ٹھیک بولتا ہے دادل صاحب اگر وہ پولیس والا تھا تو اس کو مجھے پولیس اسٹیشن لے جانا چاہئے تھا، بہت شریف آدمی بنتا تھا...... دادل صاب آپ مالک کو بول دو کہ زری خان سے غلطی ہوا وہ معافی چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھا دوں گا مالک کو۔" دادل نے کہا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا...... اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، پھر اس نے زری خان کے بارے میں

فاضل دارا کو بتایا اور فاضل دارا بھی مسکرانے لگا، کچھ لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

"دادل ایک کام اور کرنا ہے تمہیں۔"

"کیا مالک؟" دادل نے سوال کیا۔

"اب جبکہ یہ کھیل شروع ہو ہی گیا ہے تو تھوڑی سی تفریح بھی ضروری ہے، میرا خیال ہے وہ ٹریفک سارجنٹ جو حادثے میں ہلاک ہوا ہے ہم اس کی بیوہ کو کچھ رقم دے دیں۔"

"جی مالک میں سمجھا نہیں۔"

"تم دیکھو نا ہم تو فیاض آدمی ہیں، میں اپنی ہما کا صدقہ بھی اتارنا چاہتا ہوں...... غریب لوگ ہوں گے کیا ہوگا اس کے گھر میں ایک ٹریفک سارجنٹ بیچارے کو ملتا ہی کیا ہے، تھوڑی سی رقم دے دیں گے۔"

"صاب جی آپ دیکھ لیجئے۔"

"نہیں اس کے پس پردہ بھی میرا ایک تصور ہے، تمہارا جانا ضروری نہیں ہے۔"

"آپ جیسا پسند کرو صاب جی اگر آپ سمجھتے ہو کہ یہ ٹھیک ہے تو جو حکم مالک میں حاضر ہوں۔" دادل نے کہا اور فاضل دارا مسکرانے لگا۔

❁

بینا کا شہاب سے مکمل طور سے رابطہ تھا...... بہر حال شہاب اس معاملے میں سرگرم عمل تھا۔ عدنان واسطی سے بینا کی گفتگو ہوئی تھی تو عدنان واسطی نے کہا۔

"وہ بالکل مختلف آدمی ہے اور اس کی فطرت میں ایک جنون چھپا ہوا ہے، اگر وہ کسی چکر میں پڑ جائے اور چکر بھی ایسا ہو تو میرا خیال ہے اسے کوئی باز رکھنے والا نہیں ہے۔"

"جی ڈیڈی آپ خود دیکھئے نا کس قدر زیادتی ہے انسان کی انسان پر، اب تک جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت فاضل دارا کی بیٹی ہما ایک بگڑی ہوئی لڑکی ہے، میں اسے گندے کردار کا مالک ہی سمجھتی ہوں...... ایک لڑکی ہو کر وہ کلبوں میں جاتی ہے...... نشہ کرتی ہے اور اس کے بعد ڈرائیونگ بھی کرتی ہے...... ڈیڈی آپ خود سوچئے کیا صرف دولت انسان کو اتنے حقوق دے دیتی ہے کہ دوسرے انسانوں کو وہ حقیر چیونٹیاں سمجھے...... شہاب اگر اس سلسلے میں ضد پر آ گئے ہیں تو کون سی غلط بات ہے۔"

"ہاں معاملہ اگر کسی غریب لڑکی ڈرائیور کا ہوتا تو شاید شہاب حقیقتوں سے واقف ہونے کے بعد اس پر رحم بھی کھا لیتا لیکن وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہے، جس نے صرف اس لئے ٹریفک سارجنٹ کو ٹکر ماری کہ وہ اسے تیز رفتاری پر روکنا چاہتا تھا۔"

"معاشرے میں ایسے کردار جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں ڈیڈی۔"

"ہم سارا معاشرہ تو درست نہیں کر سکتے بینا لیکن جو لوگ ہمارے سامنے آ جائیں بہر حال ان کے لئے ہمیں ضرور کوشش کرنی چاہئے اور پھر شہاب کا تو معاملہ ہی مختلف ہے، وہ بھلا کسی ایسے شخص کو کیسے معاف کر سکتا ہے جو اپنی برائیوں پر مغرور بھی ہو۔"

"جی ڈیڈی۔"

"اشتیاق علی کے اہل خاندان بھی ہوں گے بیچارے کس کیفیت کا شکار ہوں گے، حالانکہ واقعات بھی ہوتے ہیں، حادثات بھی ہوتے ہیں لیکن بہر حال ہم تو اسی کے بارے میں بات کر سکتے ہیں جو ہمارے سامنے آجائے ویسے تم کبھی اشتیاق علی کے ہاں گئی ہو۔"

"جی ڈیڈی گئے تھے ہم لوگ۔"

"کتنے افراد ہیں وہاں؟"

"اس کی بیوی ہے دو بچے ہیں، بزرگ والدہ ہیں یہ ہے وہ گھرانا۔"

"ایک آدھ بار اور چلی جاؤ۔"

"اتفاق سے میں یہی سوچ رہی تھی۔"

"شہاب نے کہا تھا کیا؟"

"نہیں لیکن بہر حال شہاب ان لوگوں کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔"

"تم ضرور چلی جاؤ ویسے شہاب نے اس سلسلے میں تمہیں کچھ بتایا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر سکا ہے۔"

"جی ڈیڈی میرے اور اس کے درمیان گفتگو ہوتی رہتی ہے...... درحقیقت وہ شخص جس کا نام فاضل دارا ہے، بہت آگے کی چیز ہے لیکن اس وقت شہاب اس کے بیک گراؤنڈ میں نہیں جا رہا ہے وہ صرف اس مسئلے کو ڈیل کرنا چاہتے ہیں، پتا یہ چلا ہے کہ فاضل دارا ہر ثبوت مٹاتا جا رہا ہے، اب تک جو صورت حال پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ نشے میں چور لڑکی اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہی تھی کہ اشتیاق علی نے اس کا راستہ روکا وہ بے پناہ تیز ڈرائیو کر رہی تھی اور اشتیاق علی ڈیوٹی پر تھا، اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہوئے اس نے ہما کو روکنے کا اشارہ کیا لیکن وہ نہ رکی، کیونکہ ایک ٹریفک سارجنٹ کو وہ اہمیت نہیں دیتی تھی...... پھر اشتیاق علی نے آگے سے اسے روکا تو ہما نے اسے پوری قوت سے ٹکر مار دی، اس کے بعد اپنی تباہ شدہ گاڑی بھی اپنے گھر لے جا کر کھڑی کر دی، ظاہر ہے باپ کو بیٹی کے اس عمل کے بارے میں پتا چل گیا ہوگا چنانچہ راتوں رات فاضل دارا نے وہ تباہ شدہ گاڑی ضائع کر دی اور اس کی جگہ اپنے شوروم سے نئی گاڑی لا کر کھڑی کر دی جو اسی میک اور اسی ماڈل کی تھی، اس کی نمبر پلیٹ بھی بدلوا دی گئی، پھر بعد میں شاید اس کے چیسز نمبر بھی گھسا دیئے گئے، حالانکہ ایک ثبوت ہے مگر فاضل دارا جیسی شخصیت کے سامنے نہیں ...... شہاب نے بعد میں بھی اس کار کا جائزہ

لیا ہے۔ پہلے اس کے نمبر کچھ اور تھے لیکن اب وہ نمبر گھس دیئے گئے ہیں اور شہاب کا خیال تھا کہ اگر فاضل دارا کو اس کی نشاندہی بھی کر دی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس کمپنی سے معلومات حاصل کرے گا کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے، یہ ایک چیسز بطور ثبوت اس کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی یا پھر اس کے شوروم سے شہاب نے اس کا ریکارڈ حاصل کیا ہے جن میں اس میکر کی گاڑیاں جاپان سے منگوائی گئی تھیں اور ایک گاڑی کا حساب اس میں موجود نہیں ہے وہ گاڑی جو ہما کے استعمال میں رہتی تھی، کہیں گم کر دی گئی ہے، یہ ساری چیزیں ہیں کسی عام آدمی کے خلاف تو یہ ثبوت بہت موثر ہو سکتے تھے لیکن شہاب کا کہنا ہے کہ فاضل دارا کے خلاف یہ ثبوت ناکافی ہیں اور اگر انہیں فاضل دارا یا اس کی بیٹی کی گرفتاری کا جواز بنایا جائے تو یہ ایک خطرناک قدم ہوگا۔" عدنان واسطی کے چہرے پر غور و فکر کے اثرات پھیل گئے پھر انہوں نے کہا۔

"بینا شہاب کو سمجھانا کبھی کبھی وہ جذباتی ہو جاتا ہے اس سے کہنا کہ جذبات میں آکر کوئی کچا قدم نہ اٹھائے ورنہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"جی ڈیڈی ویسے شہاب خود بھی ہر طرف سے محتاط رہتے ہیں۔"

پھر بینا اشتیاق علی کے گھر کی جانب چل پڑی...... شہاب سے فی الحال رابطہ نہیں ہوا تھا...... بینا وہاں پہنچی اور اس کے بعد اشتیاق علی کے گھر میں داخل ہو گئی...... یہاں شروع میں تو اشتیاق علی کے کچھ رشتے دار وغیرہ نظر آئے تھے لیکن اس وقت جو شخص اسے نظر آیا یہ ایک دراز قد و قامت اور کسی قدر بگڑے ہوئے چہرے کا آدمی تھا، اس نے بینا کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے، کون ہیں آپ؟"

"دوست ہوں اس کی۔"

"مجھے دشمن لگتی ہیں۔"

"جی۔"

بینا حیرت سے بولی۔

"غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو بے سکون کر دیا ہے، آپ لوگوں نے میں کہتا ہوں انہیں سکون لینے دیں آپ۔"

"آپ کون ہیں؟"

"زمان ہے میرا نام اور میں صوفیہ کا بھائی ہوں۔"

"آپ پہلے تو مجھے یہاں نظر نہیں آئے۔"

"آپ میرے بارے میں تحقیق کرنا چاہتی ہیں۔"

"جی نہیں لیکن اپنے آپ کو روکے جانے کا مقصد جاننا چاہتی ہوں۔"

"نہیں آپ جائیے بلکہ آئیے۔" زمان نے کہا بینا کو یہ شخص بہت عجیب سا لگا تھا، اشتیاق علی کی بیوی نے مغموم سی مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا، اس کے دونوں چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس وقت اس کے پاس موجود تھے۔

"آپ سے پہلے بھی ملاقات ہوئی ہے ناں۔"

"ہاں صوفیہ میں آئی تھی ناں آپ کے پاس۔"

"بس بہت سی باتیں ذہن سے اتر جاتی ہیں آئیے بیٹھئے۔"

"مگر یہ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ کی دوست ہیں۔" زمان نے کہا۔

"ہاں یہ میری دوست ہیں زمان بھائی آپ براہ کرم باہر جائیے۔"

"ٹھیک ہے مگر زیادہ دوست مجھے پسند نہیں ہیں، تم ہمیشہ سے یہ بات جانتی ہو۔" زمان نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"یہ کون صاحب ہیں۔"

"میرے بھائی ہیں۔"

"سگے بھائی ہیں۔"

"نہیں خالہ کے بیٹے۔"

"کہاں رہتے ہیں؟"

"پتا نہیں کہاں رہتے ہیں لیکن بس میں کیا کروں۔"

"صوفیہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے ان صاحب کے بارے میں بتائیں۔"

"کیا کریں گی آپ جان کر۔"

"مجھے یوں لگتا ہے انہیں لوگوں سے آپ کا ملنا جلنا پسند نہیں ہے۔"

بینا نے کہا اور صوفیہ کے چہرے پر غم کے آثار پھیل گئے، پھر اس نے کہا۔

"اصل میں جب انسان بے سہارا ہو جاتا ہے یا پھر یوں سمجھو جب کسی کی قوت مدافعت کسی وجہ سے کم پڑ جاتی ہے تو لاتعداد بیماریاں آ کر اسے گھیر لیتی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں صوفیہ آپ کو ان دو تین ملاقاتوں میں مجھ پر کوئی اعتبار یا اعتماد نہیں ہوگا، لیکن اس کا ذریعہ ہو بھی کیا سکتا ہے۔ اس کے باوجود میں آپ سے درخواست کروں گی کہ اگر آپ مجھے زمان کے بارے میں بتادیں تو میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔"

"بس اُلجھنوں کا آغاز ہو گیا ہے، اشتیاق علی کی اور میری زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے یہ شخص۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خالہ زاد بھائی ہے اور مجھ سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہے...... اوباش طبع شخص ہے پہلے کسی فرم میں ملازمت کرتا تھا...... وہاں سے کچھ غبن کیا فرم سے نکال بھی دیا گیا اور چھ ماہ کی سزا بھی ہوئی، غبن کا روپیہ برآمد نہیں ہو سکا تھا...... چھ ماہ کے بعد یہ آزاد ہوا اور پھر غیر قانونی طور پر ملک سے باہر چلا گیا، کوئی تین سال باہر رہا اس دوران اشتیاق علی سے میری شادی ہو گئی تھی۔ یہ بہت چراغ پا ہوا میری والدہ کو دھمکیاں دیں اور اشتیاق علی سے بھی فضول باتیں کیں لیکن اشتیاق علی سخت گیر انسان تھے، میں نے انہیں ساری حقیقت بتائی تو انہوں نے زمان کو وارننگ دی کہ اپنی حرکتوں سے باز آجائے اور کبھی ادھر کا رخ نہ کرے ورنہ پھر وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں گے۔ یہ ڈر گیا اور اس کے بعد غائب ہو گیا لیکن اب کسی بہانے سے پھر آ گیا ہے اور مجھ سے الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔"

"آپ نے اچھا کیا مجھے بتادیا صوفیہ۔"

"مگر بینا بہن کیا میں تنہا مقابلہ کر سکوں گی ان حالات کا گھر میں صرف اشتیاق کی والدہ ہیں، میں ہوں اور بچے ہیں...... جیسا کہ آپ کو علم ہے میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے...... ہمارا اور بھی کوئی قریبی عزیز نہیں ہے جو ہمیں تحفظ دے...... اشتیاق علی نے خدا کے فضل و کرم سے تھوڑی سی رقم چھوڑی ہے...... میں گریجویٹ ہوں، بی ایڈ بھی کیا ہے...... میں ملازمت کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پال لوں گی، لیکن اس قسم کے حادثے سے نمٹنا میرے لئے مشکل ہو جائے گا۔"

"زمان کیا کہتا ہے؟"

"مجھ سے کہنے لگا کہ وہ اشتیاق علی کی موت پر سخت افسردہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے ہمیشہ اپنے سینے سے دل نکل جانے کا احساس تھا اور وہ یہ سمجھتا رہا ہے کہ اشتیاق علی نے اس کی محبت اس سے چھین لی ہے۔ اس نے کہا کہ میں کوئی فکر نہ کروں وہ موجود ہے اور زندگی کے آخری سانس تک مجھے اور میرے بچوں کو سہارا دینے کے لئے حاضر ہے، اس کے ان الفاظ سے حقیقتوں کا ادراک ہوتا ہے، لیکن میں خودکشی بھی نہیں کرنا چاہتی، ورنہ اس جیسے شخص کے خیال سے میں موت کو بہتر سمجھتی ہوں، میری زندگی عجیب حادثے سے دوچار ہوئی ہے بینا۔" صوفیہ بینا سے لپٹ کر رونے لگی، بینا کو بھی دُکھ ہوا تھا، اس نے صوفیہ کے شانوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر ہے صوفیہ کہ میں اس طرح یہاں آ گئی، بس یونہی آپ لوگوں کی خبر لینے آئی تھی میں...... میرے والد نے مجھ سے کہا تھا لیکن یہ بات میرے علم میں آ گئی اور اس کے نتیجے میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتی ہوں، اس تصور کو ذہن سے نکال دو کہ زمان تمہارا کچھ بگاڑ سکے گا، میں اس کو اس طرح سیٹ کروں گی کہ وہ بھی کیا یاد کرے گا۔"

"مجھے کسی مخلص کی مدد درکار ہے بینا۔"

"نہ صرف میں بلکہ شہاب بھی آپ کے ساتھ ہیں صوفیہ، ہر فکر کو ذہن سے نکال دیں آپ، کہیں تو اس شخص کو میں منٹوں میں سنبھال دوں۔"

دفعتاً زمان کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔

"صوفیہ کوئی فاضل دارا صاحب تم سے ملنا چاہتے ہیں...... میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے، بہت شاندار گاڑی میں آئے ہیں جس کی قیمت ہی پچیس تیس لاکھ روپے ہوگی، ایک مسلح باڈی گارڈ ساتھ ہے۔" صوفیہ لرز کر رہ گئی۔ "تم تیار ہو کر آ جاؤ اس وقت زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا، کوئی بہت بڑی شخصیت ہے۔" وہ باہر نکل گیا تو صوفیہ نے کہا۔

"اب کیا کروں یہ فاضل دارا وہی آدمی ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس کی بیٹی نے اشتیاق علی کی موٹر سائیکل کو ٹکر ماری تھی۔"

"اس سے ملاقات کرو دیکھو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"تم بھی میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی بینا۔"

"تم مجھے اپنا دوست ظاہر کرو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اور اس کے بعد صوفیہ اپنا چہرہ سنوارنے لگی، بینا کو بڑی خوشی ہوئی تھی، ں وقت لیکن وہ شدید حیران بھی تھی...... فاضل دارا اور اشتیاق علی کے یہاں آئے لیکن یہ ھی بات تھی کہ وہ یہاں موجود ہے...... فاضل دارا اسے کسی بھی طرح نہیں پہچانتا تھا پھر با، صوفیہ دونوں بچوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں پہنچیں تو فاضل دارا ایک قیمتی سوٹ میں بوس ہاتھ میں چھڑی لئے ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا باڈی گارڈ جو ایک سنگی ستون علوم ہوتا تھا اس کے عقب میں کھڑا ہوا تھا...... صوفیہ نے سلام کیا تو فاضل دارا نے ڑے ہو کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر دونوں بچوں کا سر سہلایا اور بولا۔

"بیٹھو بیٹے تمہارا ہی نام صوفیہ ہے۔"

"جی انکل۔"

"بیٹھو، بیٹھو۔"

بینا بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تو فاضل دارا نے پوچھا۔

"یہ بچی کون ہے؟"

"میری دوست ہے انکل۔"

"ہوں بیٹے تم مجھے نہیں پہچانتی ہو گی اور میں سوچتا ہوں کہ میں اپنا تعارف کراؤں بھی یسے کبھی کبھی کسی کے چہرے پر سیاہی کا ایسا دھبہ پڑ جاتا ہے جو اسے داغدار کر دیتا ہے، حالانکہ وہ خود برا نہیں ہوتا سیاہی کا یہ دھبہ کہیں اور سے اُچھل کر آتا ہے اور اس کے ماتھے پر چپک جاتا ہے، میں تم سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بالکل شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ تحقیقات کر چکا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں انکل۔"

"اتنا تو تمہیں علم ہو گیا ہو گا بیٹے کہ میری بیٹی ہما پر تمہارے شوہر کو ٹکر مارنے کا الزام لگایا گیا ہے...... میں ہما کا والد فاضل دارا ہوں۔"

صوفیہ نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور گردن جھکا لی۔

"ہما قسم کھاتی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ اور حادثہ اس کے ہاتھوں نہیں ہوا، اصل میں بیٹے ہ لوگ ایسے مواقعوں سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے...... میں ایک کاروباری آدمی ں اور میرے بہت سے دشمن چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں، وہ ہمیشہ اس تاک میں

رہتے ہیں کہ میرے خلاف کوئی کام کر سکیں...... یہ واقعہ ہوا تھا جب تو ہما بھی اتفاق سے کلب سے واپس آ رہی تھی، لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ ایسا کوئی واقعہ ہو گیا ہے...... بس اس کے نام سے کچھ کہانیاں منسوب کر دی گئیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے...... بیٹے کہانیاں گھڑنے والے تو کہانیاں گھڑتے ہی رہتے ہیں، لیکن میں اس بات سے بالکل متاثر نہیں ہوتا میں ایک نرم دل انسان ہوں، ایک بیٹی کا باپ بھی ہوں، تمہیں اندازہ ہے کہ بیٹیوں والے بیٹیوں کے خیال سے کتنے افسردہ رہتے ہیں...... میری کیفیت بھی یہی ہے اور میں صرف اس خیال سے افسردہ ہوں کہ ایک بچی کا مستقبل تباہ ہو گیا، وہ بے سہارا رہ گئی، اس احساس نے مجھے غمزدہ کیا ہے، ورنہ جہاں تک ہما پر لگائے جانے والے الزام کا تعلق ہے...... پولیس تحقیق بھی کر چکی ہے اور کوئی ثبوت نہیں تلاش کر سکی اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری بیٹی مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہی، وہ کہتی ہے ڈیڈی ایسی کوئی بات نہیں ہے...... یہ صرف ایک افسانہ ہے جو بد بخت لوگوں نے گھڑ لیا ہے، میں بالکل ہوش و حواس میں تھی اور میری گاڑی سے کوئی حادثہ نہیں ہوا...... پولیس تحقیقات بھی کر چکی ہے۔ خیر میں تم سے اس لئے یہ ساری باتیں کر رہا ہوں بیٹے کہ ایک بے گناہ کو اپنا دشمن نہ سمجھو میں ایک ہمدرد انسان ہوں، بہت سے سوشل ورک بھی کر چکا ہوں، بھلا میں کیسے یہ گوارا کروں گا کہ ایک بچی بے سہارا رہ جائے، بیٹے میں جانتا ہوں کہ میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن کیا محبت کا رشتہ کافی نہیں ہوتا، کیا انسانیت کا رشتہ بہت بڑا نہیں ہوتا، میں اسی رشتے سے تمہاری کچھ مدد کرنا چاہتا ہوں...... یہ ایک تھوڑی سی رقم ہے، فی الحال اسے رکھ لو اور جب بھی کبھی تمہیں روپے پیسے کی پریشانی ہو مجھے نہ بھولنا اپنا بزرگ سمجھ کر میرے پاس آ جانا میں جس قابل بھی ہوں تمہاری مدد کروں گا۔''

فاضل دارا نے جیب سے ہزار ہزار روپے کے نوٹوں کی دو گڈیاں نکالیں اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اسے صوفیہ کے پاس رکھ دیا...... صوفیہ نے عجیب سی نگاہوں سے نوٹوں کی ان گڈیوں کو دیکھا، تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے زمان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرا گئی، اسی وقت اشتیاق علی کی والدہ بھی اندر داخل ہو گئیں...... بزرگ عورت نے صوفے پر بیٹھی ہوئی صوفیہ کو دیکھا، پھر نوٹوں کی گڈیوں کی طرف اس کے بعد کمرے میں موجود بقیہ افراد کو فاضل دارا نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''آپ غالباً اشتیاق علی کی والدہ ہیں۔''

''ہاں۔'' بزرگ عورت نے جواب دیا۔

''ایک بیٹے کی موت پر ماں کی جو کیفیت ہو سکتی ہے اس کا مجھے پورا پورا احساس ہے لیکن ہم قدرت کے کاموں میں دخل انداز نہیں ہو سکتے...... ہمیں ایسے غیر متوقع غم ملتے ہوتے ہیں...... میں آپ کے دُکھ میں برابر کا شریک ہوں...... آپ مجھے اجازت دیجئے ہاں یہ میرا کارڈ بھی رکھ لیجئے، جب بھی ضرورت پیش آئے۔'' فاضل دارا نے اپنا کارڈ ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''ایک منٹ۔'' بزرگ عورت نے ہاتھ اُٹھا کر کہا اور فاضل دارا رُک گیا...... بزرگ عورت نے صوفیہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''صوفیہ تم نے ان نوٹوں کے بارے میں کچھ کہا نہیں۔'' صوفیہ کے ہونٹ کپکپائے اور اس کے بعد خاموش ہو گئی، لیکن زمان نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''خالہ جان کیا کہنا کیا سننا فاضل دارا صاحب جیسے لوگ کہاں ہوتے ہیں اس دُنیا میں صرف ایک چھوٹے سے تصور کے ساتھ وہ یہاں چلے آئے کہ اشتیاق علی بھائی کی موت کی ذمہ داری ان کی بیٹی پر ڈالی گئی ہے، لیکن آپ یہ دیکھئے کہ ان کے دل میں کس قدر ہمدردی ہے۔''

''زمان تم مہمان ہو اس گھر میں، کیا تمہیں میزبانوں سے پہلے بولنے کا اختیار ہے۔'' بزرگ عورت نے زمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں میرا مطلب ہے خالہ جان کہ...... کہ ظاہر ہے میری بہن کا گھر ہے...... میری بہن بیوہ ہو گئی ہے، دو ننھے ننھے بچوں کی ماں ہے...... آپ کا کیا خیال ہے کہ کیا میں بے سکون ہوں۔''

''صوفیہ تم نے جواب نہیں دیا۔''

''م...... میں...... میں بہت بہت شکریہ فاضل دارا صاحب آپ یہ نوٹ واپس رکھ لیجئے۔''

''کیا بکواس کر رہی ہو صوفیہ تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارا مستقبل کیا ہو گیا ہے۔'' زمان نے کہا۔

''زمان بہتر تو یہ ہے کہ ہمارے گھر کے معاملات میں مداخلت نہ کرو اور یہاں سے باہر نکل جاؤ۔''

اشتیاق علی کی والدہ نے کہا زمان پہلو بدل کر رہ گیا تھا، تب اشتیاق علی کی والدہ نے آگے بڑھ کر نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں اور انہیں لے کر فاضل دارا کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"یہ رقم آپ رکھ لیجئے فاضل دارا صاحب آپ کا بے حد شکریہ، ہم واقعی بہت غریب لوگ ہیں لیکن بیٹے کی قیمت نہیں وصول کرتے، اس کے لئے تو ہمیں زندگی بھر رونا ہے..... زندگی بھر تڑپنا ہے یہ نوٹوں کی گڈیاں آنسو خشک کرنے کے کام نہیں آسکتیں۔"

"محترمہ بات یہیں تک محدود نہیں رہے گی، میں آپ کی خبر گیری کرتا رہوں گا۔"

"ہمارا خبر گیر اللہ ہے..... بھلا اللہ کے بندے ہماری کیا خبر گیری کرسکتے ہیں اور پھر ابھی بات زیر تحقیق ہے..... یہ ثابت ہو جائے کہ آپ کی بیٹی ہمارے بیٹے کی قاتل نہیں ہے تو ہم آپ کا دلی شکریہ ادا کریں گے کہ آپ نے ہم پر محبت کی یہ نگاہ ڈالی، لیکن بس آپ کی یہ نگاہ ہی کافی ہوگی، کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو آپ کا حوالہ دے دیں گے کہ آپ ہمارے کرم فرماؤں میں سے ہیں، لیکن ابھی نہیں فیصلہ ہو جانے دیجئے..... اگر آپ کی بیٹی میرے بیٹے کی قاتل نکلی تو کیا یہ دو لاکھ روپے میں اپنے بیٹے کی زندگی کی قیمت سمجھوں آپ خود مجھے بتائیے۔"

"دیکھئے یہ دور بڑا عجیب ہے میرے پاس کروڑوں روپے کی دولت ہے اور میں جانتا ہوں کہ اپنے آپ کو دولت مند بنانے کے لئے کیا طریقے کار اختیار کرنا چاہئیں..... معاف کیجئے گا اس دور میں جو بھی آگے بڑھ کر جام اُٹھالے سمجھ لیں جام اسی کا ہے اور جو ریت رواجوں کے چکروں میں پڑ کر روایتی گفتگو کرنے لگتا ہے آخر کار سڑکوں پر آجاتا ہے..... لاکھوں مثالیں سامنے موجود ہیں، میری بیٹی قاتل نہیں ہے..... وہ منع کرتی ہے کہ اس سے ایسا حادثہ نہیں ہوا، لیکن اگر ہو بھی گیا اور جو ہو گیا ہے اسے واپس نہیں ٹالا جاسکتا..... کروڑوں روپے میں سے اگر ایک فی صد بھی میں اس پر خرچ کر دوں تو محترمہ آپ کیا شہر بھر مل کر میری بیٹی کا بال بیکا نہیں کرسکتا..... یہ آپ جانتی ہیں کہ دُنیا دولت کی ہے اور دولت سے سب کچھ کیا جاسکتا ہے، میں تو تحقیق مکمل ہوئے بغیر ہی صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر آپ کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن آپ لوگ شاید غلط فہمی کا شکار ہوگئے..... شاید اس غلط فہمی کا کہ شاید آپ میری بیٹی کے خلاف کوئی قدم اُٹھا سکتے ہیں..... میں پھر یہ بات کہتا ہوں کہ مجھے اشتیاق علی کی موت کا بے حد افسوس ہے، لیکن اسے زندہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ لیکن اس کی موت کو فروخت بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"بے کار گھٹیا گفتگو فضول ڈائیلاگ، آپ بالکل معاف کیجئے گا ٹھیک ہے لائیے میں یہ نوٹ واپس رکھے لیتا ہوں لیکن اس سے پہلے آخری بار آپ کو پیشکش کر رہا ہوں۔"

"آپ یہ نوٹ واپس رکھ لیں اور اس کے بعد دوسری بات کریں۔" بزرگ خاتون نے کہا اور نوٹ فاضل دارا کے ہاتھ میں رکھ دیئے..... فاضل دارا نے شانے اُچکائے اور بولا۔

"ٹھیک ہے کہیں کہیں کسی گھر میں بزرگ ایک مصیبت ہوتے ہیں..... سوری صوفیہ لیکن اس کے باوجود میرا کارڈ تمہارے پاس ہے..... دل چاہے تو رجوع کرسکتے ہو آؤ دادل۔"

فاضل دارا نے کہا اور آخری بار ان لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گیا، کمرے کے ماحول پر سکوت طاری تھا..... فاضل دارا کا کارڈ سامنے پڑا ہوا تھا، جب فاضل دارا وہاں سے چلا گیا تو زمان اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس نے کارڈ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"پانی اب سر سے اُونچا ہو گیا ہے صوفیہ میں تمہارے گھر کے معاملات میں بولنے پر مجبور ہوں، ان بڑی بی کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے..... بیٹے کی موت کے سوگ میں زندگی گزار دیں گی اور پھر زندگی کیا گزار دیں گی یہ تو ویسے ہی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوئی ہیں..... چار دن کے بعد قبر میں جا کر سو جائیں گی، تم نے اپنے بارے میں کچھ سوچا بیوہ ہو گئی ہو دو بچوں کا بوجھ سر پر ہے، کیا چھوڑ گئے ہیں..... اشتیاق علی صاحب تمہارے لئے بتاؤ کیسے زندگی گزارو گی۔ دو لاکھ روپے ٹھکرا دیئے ان خاتون نے اور پھر ہمیں اس کا مستقل سہارا حاصل ہو رہا تھا، میں تین سال سے بے روزگار پھر رہا ہوں، اگر اس جیسے بڑے آدمی کا تعاون مجھے حاصل ہو جاتا تو میں نوکری کی بات کرسکتا تھا، ان سے مگر ان بڑی بی نے سارا کھیل چوپٹ کر دیا۔"

"زمان تو بدتمیزی کر رہا ہے، تو نے کیا سمجھا ہے مجھے میرے بیٹے کے بارے میں گفتگو کرنے والا تو کون ہے..... شرم نہیں آتی بھیک مانگ سڑکوں پر جا کر دو لاکھ روپے کی بھیک جمع ہو جائے تو اپنی زندگی کی خواہشیں پوری کر جا کر بیٹا میرا ہے میں اشتیاق علی کی موت کا سودا نہیں کرسکتی اور صوفیہ میں نے زندگی بھر تجھے جب سے تو یہاں آئی ہے ایک ماں کی نگاہ سے دیکھا ہے تو اپنے اس شوہر کی موت کی قیمت لینے پر تیار ہو گئی تھی جس نے تجھے زندگی سے زیادہ چاہا..... ان بچوں کو بھیک کھلانے پر آمادہ ہو گئی تو میں اٹھاؤں گی ان بچوں کا خرچ جب تک میں زندہ ہوں اور اس کے بعد بھی تجھے بھوکا نہیں مرنا پڑے گا صوفیہ اس لڑکے

سے کہہ یہاں سے نکل جائے...... یہ ہمارے اس غم خانے میں آگ نہ لگائے۔"

"بڑی بی پاگلوں کے سینگ نہیں ہوتے اس لئے تمہارے بھی نہیں ہیں، تم تو چار دن کی مہمان ہو اس دنیا میں میری جوان بہن بیوہ ہو گئی ہے...... تمہارا کیا خیال ہے کہ اب یہ تمہارے ہی گھر میں پڑی سڑتی رہے گی، اب کیا تعلق رہ گیا ہے اس کا اس گھر سے عدت پوری ہو جائے میں لے جاؤں گا اسے یہاں سے تمہارے گھر کیا جھک مارے گی، یہ مجھے دیکھنا ہے اپنی بہن کو۔"

"زمان کیسی باتیں کر رہا ہے تو۔" صوفیہ پہلی بار غصیلے لہجے میں بولی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں تم لوگ ہوش کے ناخن لو زیادہ بے ہوشی اچھی نہیں ہوتی۔"

"میں نے تجھ سے مشورہ نہیں مانگا...... اماں ٹھیک کہتی ہیں اور پھر تو مجھے کیا اپنے گھر لے جائے گا تو خود بے روزگار پھر رہا ہے...... کیا ہے تیرے گھر میں میرے لئے بلاوجہ بدتمیزی کر رہا ہے...... پھر دو لاکھ روپیہ اگر میں لے بھی لیتی تو تیرا اس سے کیا واسطہ...... خبردار میرے گھر میں آگ لگانے کی کوشش کی۔"

صوفیہ ایک دم سنبھل گئی تھی۔

"خوب ویری گڈ ٹھیک ہے بھائی بہت بڑے لوگ ہیں آپ عظمت کے مینار، عظمت کا آسمان لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا صوفیہ اس کے بعد یہ مت سوچنا کہ زمان تمہیں کوئی سہارا دے گا، اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کر رہی ہو بھاڑ میں جاؤ مجھے کیا واہ بھئی واہ یعنی ہم تو یہ سوچ کر اس گھر میں وقت گزار رہے تھے کہ بہن اکیلی رہ گئی ہے...... چھوٹے چھوٹے بھانجی، بھانجے ہیں ان کو سہارا دو، انہیں سنبھالو اور یہاں معاملہ ہی دوسرا ہے...... ٹھیک ہے دیکھیں گے تم لوگ کب تک ان اقدار کا دامن پکڑے رہتے ہو۔" زمان نے کہا اور غصیلے انداز میں باہر نکل گیا...... صوفیہ نے ڈبڈبائی نظروں سے ساس کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"وہ بے شک میرا بھائی ہے لیکن اماں آپ یقین کریں میں وہ نوٹ لے نہیں رہی تھی نہ ہی میرے دل میں ان کی کوئی خواہش تھی وہ تو بس اس نے ڈال دیئے تھے اور میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اس کو جواب دوں۔"

"نہیں صوفیہ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میں یہ تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ زمان جیسے بھائیوں کے رحم و کرم پر کبھی نہ رہنا، قدرت نے ہم پر برا وقت ڈال دیا ہے......

رت ہی اس برے وقت کو ٹالے گی۔ اشتیاق واپس نہیں آسکتا لیکن صوفیہ!"

اس سے آگے بزرگ خاتون کچھ نہ کہہ سکیں ان کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔

❋

فاضل دارا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا، اس کی بیوی اس کے کروٹیں بدلنے سے ہی اگ گئی تھی، پچھلے کافی دنوں سے وہ فاضل دارا کو بے خوابی کے عالم میں پا رہی تھی، کئی بار چھ چکی تھی لیکن فاضل دارا دل کی بات اسے نہیں بتاتا تھا...... اس وقت بھی جب اس نے تیسری بار کروٹ بدلی تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی...... فاضل دارا چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے نیند نہیں آرہی تمہیں۔" اس نے بیوی سے سوال کیا۔

"ہاں نیند نہیں آرہی۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

"بدقسمتی سے ہمیشہ سے تمہاری وفادار رہی ہوں، تمہارے سونے سے پہلے کبھی نہیں سوئی...... تمہارے کھانے سے پہلے کبھی نہیں کھایا، مگر نجانے کیوں اب تم یہ سوال مجھ سے کر رہے ہو کہ نیند کیوں نہیں آرہی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔"

"تم جو نہیں سوئے۔"

بیوی نے جواب دیا اور فاضل دارا ہنسنے لگا تھا پھر بولا۔

"بہت اچھے دن تھے وہ جب ہم سکون سے اُٹھتے تھے، سکون سے سوتے تھے، چھوٹا موٹا سا کام تھا ہمارا اور بس اب یہ ہے کہ جتنا بڑا کاروبار اتنے ہی بڑے مسائل کاروبار کے بارے میں سوچتا ہوں تو نیند نہیں آتی۔"

"ہوں اور اس سے پہلے تم مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔" بیوی نے کہا۔

"کیا مطلب۔"

"فاضل تمہاری میری شادی اس وقت نہیں ہوئی تھی، جب تم فاضل دارا تھے بلکہ اس وقت ہوئی تھی جب تم فضلو دھوبی تھے، سمجھ رہے ہو میں فاضل دارا کی بیوی نہیں فضلو دھوبی کی بیوی ہوں، جس کے باپ کا نام دینو تھا اور دینو دھوبی صبح کو کپڑوں کے گٹھڑ گدھا گاڑی پر لاد کر اپنے بیٹے فضلو کے ساتھ گھاٹ پر جایا کرتا تھا، میں نے وہ تمام دور دیکھا ہے جب فضلو

دھوبی، دینو دھوبی کے انتقال کے بعد فاضل دارا بننے نکلا اور فاضل دارا بن گیا، اتنا طویل ساتھ ہے ہمارا فاضل اور اس طویل ساتھ میں تم نے کبھی مجھے اپنے آپ سے دُور نہیں پایا ہوگا تو کیا میں یہ نہیں سمجھ سکتی کہ تم کب مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو اور کب سچ۔"

"کیوں سینے پر تیر مارتی ہے...... بے وقوف مت یاد دلایا کر ماضی تجھے معلوم ہے کہ فضلو کو فاضل دارا بننے تک کتنا طویل فاصلہ طے کرنا پڑا ہے، کتنی مشقت اٹھانی پڑی ہے کہ کیا کیا کچھ نہیں کرنا پڑا ہے...... کیسے کیسے نہیں چھوڑنا پڑا ہے، وہ شہر اپنے رشتے دار اپنا ماضی سب کچھ چھوڑ دیا میں نے فضلو سے فاضل بننے کے لئے اور وقت ایسے ہی کسی کا ساتھ نہیں دیتا، انسان کو اتنا کچھ کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہانپ جاتا ہے اور تو مجھے میرا ماضی یاد دلا کر میرے سینے پر تیر مار رہی ہے۔"

"غلط سوچ رہے ہو فاضل غلط سوچ رہے ہو، میں تیر نہیں مار رہی بلکہ خود زخم کھا رہی ہوں، میں کہتی ہوں وہ کون سی ایسی بات ہے جس نے تمہیں اتنے دنوں سے پریشان کر رکھا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے بے وقوف اصل میں بس ہما کے بارے میں سوچتا ہوں تم جانتی ہو ہما ساڑھے تین مہینے کی تھی جب ہم اسے پرانے شہر سے لے کر یہاں آئے تھے اور اس کے بعد فضلو دھوبی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا تھا...... ہما نے جو زندگی گزاری وہ ایک رئیس اعظم کی بیٹی کی زندگی تھی اور چار ملازموں نے اسے پروان چڑھایا تھا...... ہما ہماری زندگی کا اول اور آخر ہے، میں دنیا کے ہر شخص سے نمٹ سکتا ہوں مگر میری بیٹی کی طرف کسی نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو یا تو اس کی آنکھیں نہ ہوں گی یا میری زندگی۔"

"فاضل میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ کیا کہو گی۔"

"جانتے ہو اور اس کے بعد مجھے نظر انداز کرتے ہو، آج تمہاری نیندیں حرام ہو گئی ہیں لیکن ماضی میں میں نے یہی تو سب کچھ کہا ہے تم سے۔"

"افوہ کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو، میں واقعی پریشان ہوں۔"

"میں چاہتی ہوں فاضل جتنے پریشان ہو بات یہیں پر ختم ہو جائے...... آج راتوں کو جاگ رہے ہو کل کہیں ایسا نہ ہو کہ نیند ہی آنکھوں سے کم ہو جائے۔"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"دیکھو کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ہما نشہ آور چیزیں پیتی ہے...... شراب بھی اس کے نام سے منسوب ہے۔"

"بے وقوف عورت جس سوسائٹی میں وہ سانس لے رہی ہے اس میں یہ سب کچھ برا نہیں سمجھا جاتا، کل کو وہ جس گھر میں بھی جائے گی وہ اس کے معیار کا گھر ہوگا اور اگر وہاں وہ سوسائٹی کی ایک پسماندہ لڑکی ثابت ہوئی تو کوئی اسے قبول نہیں کر سکے گا...... یہ سب سوسائٹی کا کھیل ہے۔"

"فاضل مجھے صرف ایک بات بتا دو دینو چاچا کیا کہا کرتے تھے۔"

"پھر وہیں پہنچ گئی۔"

"نہیں دیکھو میں نے تمہارے کہنے سے اپنے آپ کو لیڈی فاضل دارا بنا دیا ہے، وہ سارے فیشن اپنا لئے ہیں جنہیں دیکھ کر اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو خودکشی ہی کر لیتا لیکن بہر حال شوہر کا گھر اپنا ہی گھر ہوتا ہے اور شوہر کی مرضی پر چلنا میں سمجھتی ہوں بیوی کا ایمان ہوتا ہے، میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن فاضل یہ سب کچھ ٹھیک تو نہیں ہے؟"

"دیکھو ہم سب جس مقام پر آ گئے ہیں، اس مقام سے اِدھر اُدھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں دُنیا پر یہ ظاہر کر دوں کہ میں فاضل دارا نہیں بلکہ فضلو دھوبی ہوں، میں نے کیا کیا جتن نہیں کئے، میرا سگا چچا کا بیٹا ایک بار مجھ تک پہنچ گیا تھا، مجھے دیکھ کر وہ خوشی سے دیوانہ ہو گیا، لیکن میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ کر اسے دھکے دے کر باہر نکلوا دیا، یہ کہہ کر کہ اسے غلط فہمی ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے میں اس کے کزن کا ہم شکل ہوں مگر میرا نام فاضل دارا ہے، فضلو دھوبی نہیں بہت کچھ چھوڑ دیا میں نے اپنے آپ کو اس بلندی تک لانے کے لئے اور تم بار بار مجھے وہی سب کچھ یاد دلاتی ہو تمہارا کہنا یہ ہے کہ میں بیٹی کو سرزنش کروں، ٹھیک ہے اگر وہ کوئی ایسا کام کرے گی جو نا قابل برداشت ہو تو میں اسے سنبھال لوں گا لیکن میں اسے جدید سوسائٹی کے قابل بنانا چاہتا ہوں اور وہ بن چکی ہے، اس نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے اور اسی ماحول کو وہ اپنے ذہن میں رکھے ہوئے ہے، کیا ہم اسے اپنے ماضی کی طرف لے آئیں۔"

"کیا تم یہ بات درست سمجھتے ہو کہ وہ کسی انسان کو صرف اس لئے ٹکر مار کر ہلاک کر دے کہ اس نے اپنا فرض پورا کرتے ہوئے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔"

فاضل دارا ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا، اس نے خونخوار نگاہوں سے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر گفتگو کی ایک حد ہوتی ہے، ہر انسان کی ایک حد ہوتی ہے، وہ الفاظ کہے ہیں تو نے کہ میرا غصہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا ہے، صرف ایک بار صرف اس لئے معاف کرتا ہوں تجھے کہ تو میری بیوی اور برے وقت کی ساتھی ہے...... یہ جملہ کبھی زبان سے باہر نہ نکالنا کیا تو چاہتی ہے ہماری بیٹی کو سزائے موت ہو جائے۔"

"اللہ نہ کرے...... اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"وہ باتیں میں نہیں...... تو کر رہی ہے، خبردار میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، اپنی حد کو اس کے بعد عبور نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ شوہر کھو بیٹھے۔"

فاضل دارا کی بیوی کانپ کر رہ گئی تھی، اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کچھ کر لو ناں یہ کیا بات ہوئی کہ راتوں کو جاگتے ہو، میں بے سکون ہو جاتی ہوں جب تم بے سکون ہوتے ہو۔"

"اس کے بعد منہ سے یہ جملہ کبھی نہ نکلے۔"

"نہیں نکلے گا مگر۔ مگر۔"

"بس میری قوت برداشت جواب دے گئی ہے تیرے ان الفاظ پر خاموشی سے کروٹ بدل کر سو جاؤ ورنہ دوسرے کمرے میں چلی جاؤ، اس وقت میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

"دیکھو فاضل میری بات تو سنو تم اس سے پہلے اتنے پریشان کبھی نظر نہیں آئے، تم تو بڑے بڑے معاملات کو ہموار کر لیتے ہو...... کیا مشکل پیش آ رہی ہے۔"

"کوئی مشکل نہیں ہے بس ضمیر کی ایک چبھن ہے حالانکہ بہت سے برے لوگوں کے اقوال سن چکا ہوں جو ضمیر کا قیدی بنا وہ ترقی نہیں کر سکتا...... جس نے ضمیر کی طرف سے کان بند نہ کئے وہ سونے کے انبار پر نہیں چڑھ سکتا...... ضمیر راستے روکنے والوں میں سے ہے، میں انہی اقوال پر عمل کرتا ہوں لیکن بس اس بار مار کھا گیا ہوں، شاید اس لئے بھی کہ معاملہ میرا ذاتی نہیں میرا ذاتی معاملہ ہوتا تو میں اچھے اچھوں سے نمٹ سکتا لیکن ہما۔"

"تھوڑی سی پابندی لگا دو اس پر بہت تھوڑی سی سمجھ رہے ہو ناں بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب یا تو تم سو جاؤ یا پھر میں اُٹھ کر یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

"نہیں ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی، جاگتے رہو میں بھی جاگتی رہوں گی لیکن تم سے یہ نہیں کہوں گی کہ میں جاگ رہی ہوں۔"

بیوی نے کہا اور بستر پر لیٹ گئی۔ فاضل دارا اسے دیکھتا رہا، خاصی دیر وہ بیوی پر نگاہیں جمائے سوچوں میں ڈوبا رہا اور پھر اچانک ہی اس کے بدن نے ایک جھٹکا لیا اور پھر وہ بولا۔

"سو گئیں۔"

بیوی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا...... فاضل دارا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کا رُخ اپنی جانب موڑتے ہوئے کہا۔

"آرام سے سو جاؤ میں بھی سو رہا ہوں...... اصل میں وہ ایک پھانس جو دل میں چبھ رہی تھی تکلیف دے رہی تھی اور اسی کی وجہ سے کئی دن کی نیندیں حرام ہو گئیں، لیکن اب میں نے وہ پھانس دل سے نکال پھینکی ہے...... میں بہت صاحب اثر ہوں کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا میرا، اصل میں اب تک میں نے ہی چاہا تھا کہ جیسے بھی بن پڑے خاموشی سے کام نکال لوں لیکن اب یہ لوگ فاضل دارا کو آواز دے رہے ہیں تو ان کی مرضی کل سب ٹھیک ہو جائے گا...... اطمینان رکھو کل سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

فاضل دارا نے روشنی بجھا دی اور اس کے بعد کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

❁

ہیڈ کوارٹر میں شہاب کا باقاعدہ آفس تھا...... چھوٹا سا اسٹاف بھی ملا ہوا تھا اسے لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا جب وہ آفس میں زیادہ وقت بیٹھتا زیادہ تر آؤٹ ڈور ہی رہتا تھا اور اس کے ماتحت عیش کرتے تھے، ویسے بھی وہ ذرا مختلف مزاج کا انسان تھا، اس وقت بھی آفس ہی میں موجود تھا کہ نادر حیات صاحب کا فون موصول ہوا۔

"کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں سر۔"

"آ جاؤ۔"

نادر حیات صاحب نے کہا۔

"حاضر ہوتا ہوں صاحب۔" شہاب نے کہا اور اپنی وردی پر ایک نگاہ ڈالتا ہوا نادر

حیات صاحب کے آفس کی جانب بڑھ گیا جو دوسری منزل پر تھا، لفٹ نے اسے دوسری منزل کے کوریڈور پر اتار دیا اور وہ نادر حیات صاحب کے آخری سرے پر بنے ہوئے آفس کی جانب چل پڑا جہاں دو اردلی موجود تھے...... اردلی نے دروازہ کھولا شہاب نے اندر داخل ہو کر سلیوٹ کیا، لیکن نادر حیات صاحب کی سامنے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے فاضل دارا کو وہ دیکھ کر چونکا تھا، البتہ اس نے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ کی...... نادر حیات صاحب نے اسے آگے آنے کے لئے کہا اور پھر کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"بیٹھو۔"

"شکریہ جناب۔"

شہاب نے کہا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"یہ شہر کے بہت بڑے بزنس مین فاضل دارا صاحب ہیں۔"

"سر میں جانتا ہوں بہت بڑے لوگوں کو جاننا تو ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"ہاں اور ان کے مفادات کی نگرانی کرنا بھی ہماری ڈیوٹی ہی ہے۔"

نادر حیات صاحب نے کہا فاضل دارا کے انداز میں کوئی جنبش نہ ہوئی، اس نے شہاب سے ہاتھ ملانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اور شہاب نے بھی ایسا ہی کیا تھا، ویسے شہاب ذرا مختلف قسم کا انسان تھا...... ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا تھا کہ اگر فاضل دارا نے اس کی جانب مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا تو وہ کیا کرے گا...... ایک منافقانہ مصافحہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی لیکن شکر تھا کہ فاضل دارا نے خود ہی ایسا نہیں کیا تھا، نادر حیات صاحب نے کہا۔

"ان دنوں تم ایک کیس پر کام کر رہے ہو۔"

"جی۔"

"اور اس کا تعلق فاضل دارا صاحب سے ہی ہے۔"

"تعلق ہے، نہیں بنایا گیا ہے اور معاف کیجئے گا کسی خاص مقصد کے تحت بنایا گیا ہے۔"

شہاب کے بولنے سے پہلے فاضل دارا بول پڑا۔

"نہیں فاضل صاحب ایسی بات نہیں ہے پولیس یا انتظامیہ کسی سے ذاتی دشمنی نہیں رکھتی، بس کچھ شواہد سامنے آتے ہیں تو پولیس اس کے لئے سرگرم عمل ہو جاتی ہے......

آپ ہی لوگوں نے یہ ذمہ داریاں ہمیں سونپی ہیں، آپ ہی اگر ان پر اعتراض کریں تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔"

"آپ اعتراض کرنے کی بات کرتے ہیں صاحب اور ذاتی دشمنی کی بات کرتے ہیں، دشمنی کچھ نہیں ہوتی، اصل میں ایک عجیب طریقہ کار چل گیا ہے...... پولیس کے بارے میں لاتعداد خبریں اخبار میں چھپتی رہتی ہیں، شاید آپ لوگ اخبار نہیں پڑھتے اور میرا خیال ہے واقعی نہیں پڑھتے ہوں گے کیونکہ اخبارات کی تمام سرخیاں آپ ہی کے کارناموں سے بھری ہوتی ہیں۔"

"یہ تو محبت ہے آپ کی ظاہر ہے ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں آپ ہی کے ایما پر کرتے ہیں۔"

نادر حیات صاحب خوبصورتی سے یہ تلخ گھونٹ پی گئے تھے، فاضل دارا نے کہا۔

"ٹھیک، ٹھیک ٹھیک آپ لوگوں کا یہی انداز قاتل ہوتا ہے۔"

"آپ شاعری فرما رہے ہیں میرا خیال ہے شاعری سے ہٹ کر کچھ بات ہو جائے۔"

فاضل دارا صاحب نے کہا۔

"ذاتی دشمنی کی بات ہو رہی تھی آپ لوگ ہر اس شخص سے ذاتی دشمنی پیدا کر لیتے ہیں جس سے آپ کو کچھ حاصل ہونے کی توقع ہو۔"

"فاضل دارا صاحب میرے شانوں پر جو یہ کراؤن سجائے گئے ہیں یہ بڑی محنت کے بعد مجھے ملے ہیں، ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم جرائم پیشہ افراد سے شریف شہریوں کی حفاظت کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر ہم پر بے جا کیچڑ اُچھالی جائے تو ہم ان اختیارات کو استعمال کریں...... آپ کے حق میں یہ بہتر ہو گا کہ گفتگو میں احتیاط رکھیں، باقی آپ کی مرضی ہے...... اگر آپ اس گفتگو میں احتیاط نہ رکھ سکے تو شاید ہمارے دل میں آپ کے لئے ہمدردی کا کوئی رویہ پیدا نہ ہو۔"

"میں پوچھتا ہوں اس شخص کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میری بیٹی نے ٹریفک سارجنٹ کو ہلاک کیا ہے، یہ شخص مستقل طور پر اسی لائن پر تحقیق کر رہا ہے اور میں اس کی وجہ سمجھتا ہوں۔"

"کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"اپنی مالی حیثیت بہتر بنانا بلیک میل کرنا۔"

"تو پھر آپ یوں کیجئے کہ اس سلسلے میں فوری طور پر کام شروع کر دیجئے اعلیٰ تعلقات ہیں آپ کے...... آپ کر سکتے ہیں مسٹر شہاب ثاقب کو آپ بلیک میلنگ یا رشوت کی طلبی کے سلسلے میں گرفتار کرا دیجئے آپ چاہیں تو مجھے یہ رپورٹ لکھ کر دے سکتے ہیں۔"

"کیا بات کچھ غلط انداز نہیں اختیار کر گئی، حالانکہ میں آپ کے پاس بہت بڑے وسیلے سے حاضر ہوا ہوں لیکن آپ کا انداز بتاتا ہے کہ آپ مجھ سے تعاون نہیں کرنا چاہتے۔"

"اگر آپ میرا یہ انداز محسوس کرتے ہیں تو جائیے اس وسیلے سے جا کر شکایت کیجئے یا پھر یہ محسوس کیجئے کہ آپ اپنی زبان پر قابو نہیں پا رہے ہے اور وہ کچھ کہہ رہے ہیں میرے آفس میں بیٹھ کر جس کے نتیجے میں اسی جگہ آپ کے خلاف کارروائی کر سکتا ہوں، آپ کا وہ وسیلہ تو بعد میں متحرک ہوگا۔"

نادر حیات صاحب کے الفاظ پر فاضل دارا ایک دم سنبھل گیا، کچھ لمحے گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر بولا۔

"اصل میں معافی چاہتا ہوں جناب معاملہ میری اکلوتی بیٹی کا ہے جس کے لئے میں بے حد جذباتی ہوں، اگر کوئی اور بات ہوتی تو شاید میں اسے اہمیت نہیں دیتا۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں آخر؟ نادر حیات صاحب نے پوچھا۔

"غلط فہمی کو دُور کرنا چاہتا ہوں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کے لئے اپنے آپ کو حواس میں رکھنا ضروری ہے۔"

نادر حیات صاحب نے کہا اور فاضل دارا تلملا کر رہ گیا...... تلخی کے جواب میں اسے جو تلخی ملی تھی اس نے اسے ایک دم درست کر دیا، وہ پھر بولا۔

"ان صاحب کا نام شہاب ثاقب ہے بہت سرگرم انسان ہیں یہ۔"

"جی اور اپنے منصب سے وفادار بھی ہیں۔"

"لیکن جناب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ صرف ایک مفروضے کی بنیاد پر یہ صاحب باقاعدہ ہمارے پیچھے لگ گئے ہیں۔"

نادر حیات صاحب نے شہاب کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ پھیلی دیکھ کر خود بھی کسی حد تک مطمئن ہو گئے کہ شہاب اس گفتگو سے بے چین نہیں ہے اور

بہرحال یہ شہاب کا تعاون تھا، ورنہ اب نادر حیات صاحب شہاب کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے، چنانچہ انہوں نے گفتگو کا رخ تبدیل کیا اور بولے۔

"شہاب کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ سارجنٹ اشتیاق علی کی موت کے سلسلے میں خصوصی طور پر فاضل دارا صاحب کی صاحب زادی ہما فاضل دارا پر شک کر رہے ہیں۔"

"اصل میں جناب صورت حال یہ ہے کہ اس رات میں بھی اپنی کار میں سفر کر رہا تھا اور میں نے ایک کار کو اپنی کار سے اوورٹیک کرتے ہوئے دیکھا اور رفتار اس قدر خوفناک تھی کہ میں خود بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کار سوار یا تو کسی شدید مشکل میں گرفتار ہے یا پھر نشے میں ہے، میں نے اس کا تعاقب شروع کیا ہی تھا کہ تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد اشتیاق علی کو میں نے موٹر بائیک پر اس کے تعاقب میں دیکھا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ ٹریفک سارجنٹ اپنا فرض پورا کرے گا، چونکہ میرا راستہ بھی وہی تھا اور میں اسی سمت جا رہا تھا اس لئے میں نے اس رفتار کو خود نہیں پکڑا بلکہ ٹریفک سارجنٹ کی طرف سے مطمئن ہو کر میں اس طرف چلتا رہا اور پھر میں نے وہ حادثہ دیکھا، حادثہ کرنے کے بعد کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی اور اس وقت میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اس کا تعاقب کرتا چونکہ تنہا سڑک پر زخمی ٹریفک سارجنٹ کو دیکھنا میرے لئے اس کار کا تعاقب کرنے سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا، لیکن کار کا نمبر میں نے دیکھ لیا تھا اور اسے اپنے ذہن میں رکھا تھا...... ٹریفک سارجنٹ کو ہسپتال پہنچایا گیا اور آخر کار وہ بے چارہ موت کی آغوش میں چلا گیا...... سر انسانی نقطہ نگاہ سے بھی یہ میرا فرض تھا کہ میں اس کیس کی تفتیش کروں اور ویسے بھی میرا تعلق انتظامیہ سے ہے...... کار کا جو نمبر میں نے دیکھا وہ فاضل دارا صاحب ہی کی صاحبزادی کی کار کا نمبر ہے۔"

"ڈی آئی جی صاحب سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ جس رفتار کا شہاب صاحب تذکرہ کر رہے ہیں اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کار کا نمبر کیا آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"جی اس کا جواب میرے پاس موجود ہے...... وہ یہ فاضل دارا صاحب کہ جب تک ٹریفک سارجنٹ نے اس کے تعاقب کا آغاز نہیں کیا تھا...... میں اس کے پیچھے لگ گیا تھا اور میری کار کی ہیڈ لائٹس اس نمبر کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔" "پھر بھی یہ اتنا آسان نہیں ہے میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو کار کا نمبر تلاش کرنے میں میرا مطلب

ہے دیکھنے میں غلطی ہو گئی ہو...... ایک چھوٹی سی غلطی کو آپ نے اس بلندی تک پہنچا دیا، آپ خود سوچئے میں یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں...... میں تو ویسے بھی ایک رحم دل انسان ہوں...... ٹریفک سارجنٹ کی موت کی خبر نے مجھے اس طرف متوجہ کیا...... لاتعداد سوشل کام کرتا رہتا ہوں اور اپنے فرائض پورے کرتا رہتا ہوں...... میں آپ کو یہ بتانا ضرور چاہوں گا کہ میں پچھلے دن اشتیاق علی کے گھر گیا تھا، اس کی بیوی کو دو لاکھ روپے کی پیشکش کی تھی میں نے، وہ بے چاری تو چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے یہ رقم لینے کو تیار تھی، لیکن ایک جذباتی ماں نے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا اور رقم واپس کر دی، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں بھی اس حادثے سے اتنا ہی متاثر ہوں جتنا آپ لوگ ہوں گے، صرف انسانیت کے نام پر اور آپ خود ہی مجھے مجرم گردان رہے ہیں...... میرے ساتھ یہ ناانصافی ہے۔"

"شہاب کوئی ایسا ٹھوس ثبوت ہے تمہارے پاس، کیا تم نے موقع پر اس گاڑی کو چیک کیا، میرا مطلب ہے کسی بھی طرح؟"

"فاضل دارا صاحب اس میں کوئی شک نہیں ہے جناب کہ معمولی حیثیت کے مالک نہیں ہیں، ان کا اپنا کاروں کا شوروم ہے اور میری معلومات صرف یہاں تک ہیں کہ اس شوروم میں پانچ ایسی کاریں منگوائی گئی تھیں، جن میں سے ایک کار کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا۔"

"مطلب؟"

نادر حیات صاحب حیرت سے بولے۔

"مطلب یہ کہ وہ گاڑی جس سے حادثہ ہوا تھا یا کیا گیا تھا فوراً چھپا دی اور اس کی جگہ نئی گاڑی لا کر کھڑی کر دی گئی، تاکہ شبہ نہ ہو سکے...... وہ نمبر پلیٹ بھی اس گاڑی پر لگا دی گئی، جو اس گاڑی پر لگی ہوئی تھی۔"

"تو کیا آپ نے وہ پرانی گاڑی تلاش کر لی؟"

"نہیں وہ نہیں مل سکی۔"

"تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ گاڑی تبدیل کر دی گئی؟"

"میں نے عرض کیا ناں کہ پانچ گاڑیاں منگوائی گئی تھیں باہر سے اور ان کی encices میرے پاس موجود ہیں، لیکن ان میں سے ایک گاڑی کا بالکل پتا نہیں چلتا۔"

"آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی آفیسر کہ خدا کے فضل سے میرے شوروم سے گاڑیاں

سیل ہوتی رہتی ہیں اور جب کوئی خریدار میرے پاس آتا ہے تو میں اس سے یہ نہیں پوچھتا کہ وہ اپنے نام سے گاڑی خرید رہا ہے یا کسی جعلی نام سے یا خرید کر کہاں لے جا رہا ہے...... رقم کی ادائیگی کے بعد ہم کاغذات کی رسمی کارروائیاں پوری کرتے ہیں...... میں نے اس گاڑی کا ریکارڈ بھی منگوالیا ہے...... چونکہ معاف کیجئے گا آفیسر آپ نے میرے شوروم سے میری گاڑیوں کی سیل کے کاغذات چوری کر لئے تھے۔"

"جی ہاں میں وہ کاغذات دیکھنا چاہتا تھا۔"

"چوری کر لئے تھے۔" آئی جی نادر حیات صاحب نے کہا۔

"فاضل دارا صاحب بہت بڑے آدمی ہیں جو الزام بھی لگا دیں۔" شہاب نے فوراً ہی پینترا بدل لیا۔

"یعنی، یعنی ابھی تم کہہ رہے ہو مجھ سے کہ وہ کاغذات تم نے چوری کر لئے ہیں اور اب کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ ایسا ہوا ہی نہیں۔" فاضل دارا نے چونک کر کہا۔

"آپ جو بھی الزام لگانا چاہیں لگا سکتے ہیں...... ظاہر ہے میں بہت بڑی شخصیت کے سامنے ہوں۔"

"تم نے میرے چوکیدار کو اغوا کیا اور اس کے بعد اس کو مجبور کیا کہ وہ میرے خلاف بیان دے۔"

"جی اور اس نے یہ بیان بھی دیا کہ جب آپ کی صاحبزادی واپس وہاں پہنچی اور آپ نے صورت حال سے آگاہی حاصل کی تو آپ اور آپ کا ملازم رات کو ایک بجے دو گاڑیاں لیکر باہر نکلے، ایک وہ جس سے حادثہ ہوا تھا، دوسری آپ کی اپنی گاڑی تھی...... یقینی طور پر اس گاڑی کو کسی ایسی جگہ محفوظ کر کے جہاں سے وہ کسی کو حاصل نہ ہو سکے آپ نے شوروم سے دوسری گاڑی حاصل کی اور اس کے بعد اسے وہاں لا کھڑا کر دیا۔"

"خوب اس کے علاوہ آفیسر؟" فاضل دارا نے شہاب کو دیکھ کر تیکھے انداز میں کہا۔

"نہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں آپ الزامات لگاتے رہئے اور میں آپ کو جوابات دیتا رہوں گا۔"

"چوکیدار کو وہاں سے اغوا کرنا کیا ایک قانونی عمل تھا...... آپ کو یہ کرنے کا حق حاصل تھا؟"

"میں نے عرض کیا نہ آپ جس قدر چاہیں الزامات لگاتے رہیں میرے لئے تردید تو مشکل ہی ہوگی ناں۔"

"کیا میں پھر الزام لگا رہا ہوں؟" فاضل دارا نے کہا۔

"سو فیصد جناب میں نے آپ کے کسی چوکیدار کو اغواء نہیں کیا۔"

"کیا باتیں کر رہے ہیں آپ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"میں نے آپ کے کسی چوکیدار کو اغوا نہیں کیا...... آپ کے ذہن میں یہ تصور کیوں آتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے۔"

"ابھی تم خود کہہ رہے ہو۔"

"وہ میں صرف آپ کے الزامات کے جواب دے رہا ہوں۔"

"یعنی تمہارا خیال ہے کہ، کہ یعنی میرا مطلب ہے کہ چوکیدار نے؟"

"سر! اگر ایسی کوئی بات ہے تو چوکیدار کی بجائے آپ ہی ہمیں بتا دیجئے۔" شہاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص شاید مجھے پاگل قرار دینا چاہتا ہے...... بہر حال یہ آسان نہیں ہے...... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں ڈی آئی جی صاحب؟"

"مسٹر شہاب بہر حال فاضل دارا صاحب ایک معزز انسان ہیں اور ہم کسی بھی معزز انسان کیلئے کوئی ایسا لفظ نہیں کہہ سکتے جس کیلئے ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہ ہو۔"

"میں کب اس سے انکار کرتا ہوں جناب...... فاضل دارا صاحب شاید بلاوجہ ہی میری شکایت کرنے آگئے...... حالانکہ میں نے کوئی ایسی بات ان سے نہیں کہی جو ان کی شان کے خلاف ہو۔" شہاب عجیب کھیل کھیل رہا تھا۔ کچھ لمحے تو خود ڈی آئی جی صاحب چکرا کر رہ گئے لیکن بعد میں انہیں شہاب کی شرارت کا احساس ہو گیا اور انہوں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا، پھر وہ آہستہ سے بولے۔ "بہر حال دیکھو جو کچھ ہوا ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جب تک فاضل دارا صاحب کے خلاف کوئی اتنا ہی ناقابل تردید ثبوت حاصل نہ ہوا...... اب تم انہیں بالکل پریشان نہیں کرو گے۔"

"سر میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ فاضل دارا صاحب کو میں نے بالکل پریشان نہیں کیا اور نہ ہی میں یہ جرات کر سکتا ہوں...... میں کیا اور میری اوقات کیا...... اس کے

باوجود اگر ایسی کوئی بات ہوئی ہے تو میں فاضل دارا صاحب سے دست بدست معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں۔"

"کیوں فاضل دارا آپ کیا کہتے ہیں اس سلسلے میں؟"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" فاضل دارا، شہاب کی گفتگو سے بری طرح چکرا گیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے میرا خیال ہے آپ لوگوں کے درمیان بات ختم ہو گئی۔"

"آپ مجھے صرف یہ یقین دلائیے کہ اس کے بعد ایسا کوئی عمل نہیں کیا جائے گا۔"

"میں نے معافی مانگ لی ہے، جناب اول تو میں نے ایسا کوئی عمل کیا نہیں ہے اور اگر آپ ایسی کوئی بات محسوس کرتے ہیں تو بہر حال میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں۔"

"اور آپ کو اطمینان ہونا چاہئے۔"

"او کے، او کے خیال رکھا جائے۔"

"بالکل خیال رکھا جائے گا آپ مطمئن رہیں۔"

شہاب نے کہا اور فاضل دارا اسے گھورتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا، غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ مدمقابل بھی کچھ ضرورت سے آگے ہی کی چیز ہے، پھر اس نے اجازت طلب کر لی اور ڈی آئی جی نادر حیات صاحب نے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اسے رخصت کیا...... شہاب وہیں موجود تھا، جب فاضل دارا کی کار کے چلے جانے کی اطلاع مل گئی تو نادر حیات صاحب نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگے۔

"کبھی کبھی تمہاری شرارتیں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی دلچسپ ہو جاتی ہیں۔"

"سر بھلا آپ کے سامنے شرارتیں کرنے کی جرات کر سکتا ہوں۔" شہاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم جو قلابازیاں کھا رہے تھے ان پر تو میں بھی چکرا کر رہ گیا تھا اور سچی بات ہے کہ تھوڑی دیر تک تمہاری باتیں میری سمجھ میں بھی نہیں آسکیں، یعنی اس نے کاغذات چرانے کا معاملہ سامنے پیش کیا تو تم نے اعتراف کر لیا اور اس وقت چوکیدار کے اغوا کی بات بھی تم نے مان لی پھر دونوں باتوں سے منحرف ہو گئے۔"

"سر مجھے پورا پورا یقین ہے کہ حادثہ اسی لڑکی نے کیا ہے، میں اسے قتل عمد نہیں کہتا

بلکہ صرف ایک سرکش لڑکی کی سرکشی کہہ سکتا ہوں، لیکن یہ سرکشی تو قتل عمد سے بھی زیادہ خطرناک ہے...... اس لڑکی کو اگر اس جنون سے نہ روکا گیا تو آپ خود غور فرمائیے وہ کیا نہ کر بیٹھے گی وہ ایک نشے کی عادی لڑکی ہے اور اس نے عالم جنون میں میرا مطلب ہے نشے کے عالم میں یہ حادثہ کیا ہے اور اب یہ شخص اس لڑکی کو بچانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔"

"ویسے فطری عمل ہے یہ۔"

"یعنی اپنے راستے میں آنے والے ہر شخص کو فنا کر دینا؟"

شہاب نے سوال کیا۔

"میری بات کو غلط مت سمجھو میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی بیٹی کے Defence کے لئے کر رہا ہے۔"

"لیکن سر اس کا ذریعہ دوسرا ہونا چاہئے، وہ اعتراف کرے اپنی بیٹی سے اعتراف کرائے اور اس کے بعد اسے سزا ہونے دے تاکہ وہ لڑکی آئندہ کے لئے پوری طرح محتاط ہو جائے...... ظاہر ہے اسے سزائے موت نہیں ہوگی، یہ آپ بھی جانتے ہیں۔"

"ہاں لیکن۔"

"بات وہی Status کی آجاتی ہے...... وہ یہ سوچتا ہے کہ اپنے تعلقات سے کام لے کر اپنی بیٹی کو بے گناہ قرار دے، یہی بات ہے ناں؟"

"میں اعتراف کروں تو؟"

"یہی غلط ہے اسے اسی بات کی سزا ملنی چاہئے۔"

"مگر میں تمہیں بتاؤں...... وہ ایک بہت بڑے حوالے سے میرے پاس آیا ہے...... اتنے بڑے حوالے سے کہ میں اس کا نام بھی تمہارے سامنے نہیں لے سکتا...... یہ میری مجبوری ہے۔" نادر حیات نے کہا۔

"یعنی، یعنی، یعنی۔" شہاب متحیرانہ انداز میں بولا۔

"کیا یعنی، کیا کہنا چاہتے ہو کیا، پوچھنا چاہتے ہو؟"

"یعنی مطلب یہ کہ آپ مجبور ہو گئے؟" شہاب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"نہیں میں مجبور نہیں ہوا، لیکن جو ثبوت تم نے اس کے خلاف حاصل کئے ہیں اگر تم انہیں عدالت میں بھی پیش کرو گے تو وکیل صفائی آسانی سے انہیں رد کر دے گا...... کیا تم

بات کو نہیں سمجھتے شہاب، اگر اتنے ہی ٹھوس ثبوت لا سکتے ہو اس کے خلاف جو ناقابل ید ہوں تو میں ہمیشہ کی طرح اپنی ملازمت بھی داؤ پر لگا دوں گا۔" شہاب پر تفکر انداز میں دن ہلانے لگا، دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے جناب آپ کی اس بات کو میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"سنو شہاب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم اسے لفظوں میں کھلاتے رہے ہو لیکن یہ سمجھنا کہ یہ لفظوں کے کھیل سے سنبھل جانے والوں میں سے ہے جس رابطے کو لے کر وہ ے پاس آیا ہے میں اسے رد نہیں کر سکتا، لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم ٹھوس ثبوت صل کر لو تو میں یہ بات آگے بڑھا کر قانونی طور پر اس رابطے سے مشورہ لوں کہ اب مجھے کرنا چاہئے، اگر یہ کہا جائے کہ ان تمام ثبوتوں کے باوجود اس کیس کو نظرانداز کر دیا جائے تم یقین کرو کہ میں شاید تیار نہ ہو سکوں اور پھر تمہارے انہی اخبارات سے مدد لوں جن کی دسے تم اچھے اچھوں کا منہ کالا کرتے رہے ہو۔"

"میں جانتا ہوں جناب۔" شہاب نے کہا۔

"اس کے باوجود مجھ پر طنز کر رہے ہو۔"

"سوری سر اگر آپ نے میری اس حیرت کو طنز سمجھا ہے تو سب سے پہلے میں اس کیلئے پ سے معذرت چاہتا ہوں۔" شہاب نے کہا اور نادر حیات صاحب مسکرانے لگے پھر بولے۔

"میں تسلیم کرتا ہوں شہاب کہ بہت برا حادثہ ہوا ہے اور اس حادثے کو چھپانے کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں وہ مزید بری ہیں، لیکن بعض اوقات بہت سی باتوں کو ذرا وسرے انداز میں بھی سوچنا پڑتا ہے...... ویسے یہ شخص اشتیاق علی کے گھر پہنچ گیا تھا۔"

"آپ سے عرض کرنے والا تھا سر کہ اشتیاق علی کے گھر پہنچنے کا کیا جواز تھا۔"

"جواز وہ پیش کر چکا ہے۔"

"آپ نے تسلیم کر لیا۔" شہاب نے سوال کیا اور نادر حیات صاحب سوچ میں ڈوب گئے، پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔

"کیا کہوں اور کیا نہ کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"نہیں سر، سوری سر میرا بالکل یہ مقصد نہیں ہے کہ آپ مجھے اس بات کا کوئی جواب دیں، میں آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص نے قانون کو کھلونا بنانے کی کوشش کی

ہے، اس کا سب سے بڑا جرم یہی ہے جہاں تک میرے موقف کا سوال ہے تو میں پھر اپنے اسی موقف کو دہراتا ہوں کہ اسے پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی بیٹی کے اس جرم کو تسلیم کر لینا چاہئے اور اس کا ساتھ نہیں دینا چاہئے بلکہ قانونی طور پر وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر یہ کر سکتا ہے کہ اپنی بیٹی کی سزا کم کرالے یا کوئی اور طریقہ کار اختیار کرے، لیکن اپنے جرم کو اسے تسلیم کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے شہاب یہی کہہ سکتا ہوں کہ خدا کے لئے تم احتیاط رکھنا تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

شہاب مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"سر آپ کو علم ہے اس بات کا کہ میرے والد اپنے سچ پر شہید ہوگئے، میں اسی باپ کا بیٹا ہوں جہاں تک میرے لئے ممکن ہوتا رہے گا میں اپنے باپ کے مشن کو پورا کرتا رہوں گا، کہیں بالکل ہی ناکام ہو گیا تو پھر کچھ اور سوچوں گا جہاں تک زندگی اور موت کا تعلق ہے تو سر اس کے بارے میں تو ہم سب کا ایک ہی ایمان ہے کہ آنا ہوتی ہے تو بھلا اسے کون روک سکتا ہے۔ نادر حیات صاحب ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئے تھے۔

❀

کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی، شہاب سست روی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا...... موسم بھی کچھ عجیب سا تھا، حالانکہ ابھی رات کے بارہ نہیں بجے تھے، لیکن شہر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سنسان محسوس ہو رہا تھا، ہوا بند ہونے کی وجہ سے کافی گھٹن ہو گئی تھی...... شہاب کا ذہن خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، اس وقت وہ جس راستے سے گزر رہا تھا وہاں سڑک بن رہی تھی، ڈبل روڈ تھی...... ایک سائیڈ کی سڑک بند کر دی گئی تھی اور دوسرے سائیڈ سے ٹریفک گزر رہا تھا، اس لئے سڑک تنگ بھی ہو گئی تھی لیکن بہر حال اس پر سے گزرا جا سکتا تھا، خرابیاں تو خیر پورے شہر میں بکھری ہوئی تھیں لیکن بعض جگہ بڑی خراب بے پروائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اب یہ سڑک ون سائیڈ ہو گئی تھی اور اس پر سے ڈبل ٹریفک گزر رہا تھا، لیکن یہاں روشنی کا نام و نشان نہیں تھا...... دوسری سائیڈ کی کھدائی ہونے کی وجہ سے ریت کے بلند و بالا ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور بعض جگہ بہت ہی تنگ ہو گئی تھی، اس لئے گاڑی سست رفتاری سے چلانی پڑ رہی تھی، لیکن کافی آگے جانے کے بعد شہاب کو احساس ہوا کہ سڑک آگے کھدی ہوئی ہے اور اس راستے پر آگے جانا ممکن نہیں ہے، اس نے کار روک دی

غصیلے انداز میں سوچنے لگا کہ کم از کم ابتدائی جگہ بورڈ لگا دینا چاہئے تھا کہ آگے جا کر سڑک بند ہے لیکن محکموں کی بے پروائیاں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، انسانی ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا اور بس کوئی حادثہ ہو جائے تو معذرت کے سوا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا...... شہاب کار روک کر سوچتا رہا...... کار ریورس کر کے پیچھے لے جانا بھی ایک مشکل کام تھا، کیونکہ جگہ بہت چھوٹی تھی، پھر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے کار کو ریورس کیا جائے، وہ ابھی اس کی ابتدا ہی کرنے والا تھا کہ دفعتاً پیچھے سے ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں، یہ بھی کوئی بھولا بھٹکا انسان ہی ہو سکتا ہے جو بورڈ نہ لگے ہونے کی وجہ سے اسی طرح یہاں آگیا ہے جیسے شہاب آیا تھا، لیکن عقبی کار نے رُک کر اس کا راستہ روک لیا، اسی وقت شہاب کی چھٹی حس نے اعلان کیا کوئی خطرہ ہے...... مدھم چاندنی میں اس نے ایک شخص کو گاڑی سے نکل کر جھاڑیوں میں چھپتے ہوئے دیکھا...... ہیڈ لائٹس شہاب پہلے ہی بند کر چکا تھا، چنانچہ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر گاڑی سے نیچے اتر آیا اور ٹٹول کر چلتا ہوا پھرتی سے سڑک کے کنارے دوسری طرف ایک عمارت کی دیوار تک پہنچ گیا، اس کی نگاہیں بدستور جھاڑیوں کی طرف جمی ہوئی تھیں، لیکن ادھر سکوت تھا جس گاڑی نے راستہ روکا تھا وہ اجنبی ہی تھی...... شہاب کو ایک دم احساس ہوا کہ وہ گاڑی سے نکلتے وقت اپنا ریوالور نکالنا بھول گیا ہے، اب گاڑی کی طرف دوبارہ جانا خطرناک ہو سکتا ہے لیکن بہر حال ایک اطمینان اسے تھا کہ دشمن اور اس کے درمیان اب فاصلہ خاصا بڑھ گیا ہے...... بہر حال چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد اس نے ایک پوزیشن منتخب کی اور جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اسی طرف چل پڑا جہاں اس شخص کو چھپتے ہوئے دیکھا، لیکن ظاہر ہے دوسرا آدمی بھی بلاوجہ وہاں نہیں چھپا ہو گا، ابھی شہاب نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ہولناک دھماکے سے رات کا سکوت درہم برہم ہو گیا، اگر شہاب ایک دم زمین سے نہ چپک جاتا تو ریت کے اس ٹیلے پر اس کی لاش پڑی ہوتی، گولی اس کے سر سے صرف چند انچ کے فاصلے سے زن سے گزر گئی تھی...... شہاب نے ایک دم سے اپنی ڈائریکشن تبدیل کی اور ریت پر لیٹ کر آگے بڑھنے لگا، دوسرا فائر ہوا اور بہت سی ریت شہاب کے چہرے پر آ پڑی وہ رینگ کر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، پھر ایک اور دھماکہ ہوا، ابھی کافی فاصلہ طے کرنا تھا، جھاڑیاں قدم قدم پر حائل ہو رہی تھیں، پھر بھی یہ خدشہ تھا کہ دشمن یہ سمجھ لینے کے بعد کہ وہ غیر مسلح ہے کسی وقت بھی اپنی جگہ سے نکل کر

حملہ کر سکتا ہے، چنانچہ وہ دشمن تک پہنچ جانا چاہتا تھا اور برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا...... اس خیال کے تحت کے اندھیرے میں اچانک جھپٹ کر اس پر قابو پا سکے، اس طرح آگے بڑھنے سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی، چونکہ جگہ بھی انجانی تھی اور اسے خاصا فاصلہ طے کرنا تھا...... تقریباً پچاس فٹ کا فاصلہ ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگ کر طے کرنے کے بعد وہ ایک جگہ رکا ہی تھا کہ اسی وقت گھاس میں سرسراہٹ پیدا ہوئی، ساتھ ہی ایسی آواز ہوئی جیسے سوکھی لکڑی ٹوٹی ہو...... شہاب اپنی جگہ ساکت ہو گیا، گھاس کی سرسراہٹ قریب ہوتی جا رہی تھی اور پھر اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی دبے پاؤں ریت پر چل رہا ہو، چند ہی لمحے گزرے تھے کہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جھاڑی ہلی اور پھر چند سیکنڈ کے بعد چلنے والا اس کے سر پر پہنچ گیا، یہاں تک کہ شہاب کو اس کی سانسوں کی آواز سنائی دینے لگی...... شہاب نے دم سادھ لیا تھا، اگر حملہ آور کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ قریب ہی کی جھاڑیوں میں پڑا ہے تو وہ اندھا دھند فائرنگ شروع کر دے گا...... شہاب کو انتہائی افسوس تھا کہ اس وقت ایک بڑی غلطی ہوئی ہے، اگر اس کے پاس ریوالور ہوتا تو یقینی طور پر مدمقابل کو اس پر یہ فوقیت حاصل نہ ہوتی لیکن اب جس طرح بھی بن پڑے ہوشیاری کے ساتھ کام کرنا ہے...... شہاب نے اپنا سانس روک لیا تھا، بدن کی ہر جنبش کو ختم کر دیا...... پھر چار منٹ اسی طرح گزر گئے، وہ ذرا سا اور آگے آیا اور شہاب بری طرح چونک پڑا...... مدہم چاندنی میں اس نے اسے صاف پہچان لیا تھا...... یہ غفار شاہ تھا، بندرگاہ کا وہی غنڈہ جس کے بارے میں شہاب کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ آج کل وہ فاضل دارا کی ناک کا بال بنا ہوا ہے، اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور وہ شہاب سے چند گز کے فاصلے پر دائیں طرف دھندلی چاندنی میں کھڑا صاف نظر آ رہا تھا، وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ شہاب کس طرف ہے...... غالباً اسے شہاب کے اس طرف آنے کا احساس ہو گیا تھا پھر وہ کچھ اور قریب آیا اور وہ شہاب سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر موجود تھا اور یہ موقع تھا کہ شہاب اپنی تمام تر قوتوں کو آزمائے، پھر دوسرے لمحے اس نے غفار شاہ پر چھلانگ لگا دی، اس کی تمام تر توجہ غفار شاہ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی طرف تھی، چھلانگ لگاتے ہی اس نے اس کی داہنی کلائی قابو میں کر لی اور شانے کے زوردار دھکے سے اسے نیچے گرا دیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ شہاب کو بھی نیچے گرنا پڑا...... غفار شاہ کے لئے یہ حملہ شاید کافی حیران کن تھا، چند سیکنڈ تو وہ کوئی مزاحمت نہیں کر سکا

کیونکہ اچانک اور غیر متوقع حملے نے اسے بوکھلا دیا تھا، اسی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہاب نے پستول کے دستے کے ساتھ اس کی انگلیاں دبا دیں، اس نے شدید تکلیف سے تڑپ کر پستول چھوڑ دیا لیکن دوسرے لمحے اس کا زوردار گھونسا شہاب کی گردن پر پڑا...... غفار شاہ ویسے بھی مضبوط تن و توش کا آدمی تھا اور شہاب کو اس کی جسمانی قوت کا اندازہ تھا، اس گھونسے نے ایک لمحے کے لئے شہاب کے حواس معطل کئے...... وہ لڑکھڑاتا ہوا جھاڑیوں پر جا پڑا، لیکن اب پستول اس کے ہاتھ میں تھا، البتہ شہاب نے ابھی پستول سیدھا بھی نہیں کیا تھا کہ غفار شاہ کے بوٹ کی ٹھوکر ہتھوڑے کی طرح شہاب کی کلائی پر پڑی، پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر جھاڑیوں میں جا پڑا لیکن شہاب کو اب اطمینان ہو گیا تھا کہ غفار شاہ غیر مسلح ہو چکا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ شہاب کو غفار شاہ کے بارے میں معلومات حاصل نہیں تھیں، سوا اس کے کہ وہ ایک خطرناک غنڈہ رہ چکا ہے اور ان دنوں شریف زادہ تصور کیا جانے لگا ہے اور اس وقت صورت حال بھی کچھ ایسی تھی، ناہموار زمین اور پھر غیر متوقع حملہ جس کی شہاب کو اس وقت بالکل توقع نہیں تھی، وہ بہت ہی اچھے موڈ میں یہ سفر کر رہا تھا...... بند راستے نے تھوڑی دیر کے لئے اس کا موڈ خراب کر دیا تھا، لیکن بہر حال وہ ابھی تک اس موڈ میں نہیں آیا جس میں وہ ایسے موقعوں پر ہو جاتا تھا، غالباً یہی وجہ تھی کہ غفار شاہ ابھی تک اپنی کوششوں میں کامیاب رہا تھا...... شہاب نے اسے تیزی سے اپنی طرف جھپٹتے ہوئے دیکھا وہ غالباً شہاب کو اُٹھنے سے روکنا چاہتا تھا، لیکن دوسرے لمحے اس کا پاؤں کسی جھاڑی میں اُلجھ کر رہ گیا تھا اور منہ کے بل ریت پر آ رہا...... شہاب کو اس دوران اٹھنے کا موقع مل گیا تھا لیکن غفار شاہ کے دو چار حملوں سے وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ انتہائی طاقتور آدمی ہے اور غالباً مارشل آرٹ کا ماہر بھی کیونکہ اس وقت جو گھونسا شہاب کی گردن پر پڑا تھا وہ شہاب کے اندازے کے مطابق کسی وزنی ہتھوڑے کی مانند ہی تھا، دوسرے قدم قدم پر اُگی ہوئی جھاڑیوں کی وجہ سے وہ جگہ لڑنے کے قابل بھی نہیں تھی...... بہر حال شہاب کو لڑائی کے ساتھ ساتھ اِدھر اُدھر ہو کر بچاؤ کے لئے صاف جگہ کی ضرورت تھی، غفار شاہ فوراً ہی اُٹھ گیا اور پھرتی سے شہاب کی جانب بڑھا اور اس نے شہاب پر گھونسا چلایا ہی تھا کہ شہاب نے اس کا ہاتھ روک کر فوراً ہی اس کے دائیں جبڑے پر پنچ مارا لیکن حیرت ہوئی تھی شہاب کو وہ پنچ جو اچھے اچھوں کی حالت خراب کر دیتا تھا غفار شاہ پر بے اثر ہی رہا تھا لیکن غفار شاہ نے

جوابی حملہ کر کے شہاب کے داہنے شانے پر گھونسا مارا اور شہاب کو شدید تکلیف کا احساس ہوا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ غفار شاہ انتہائی طاقتور انسان ہے اور اب یہ کھیل زندگی اور موت کا کھیل بن چکا ہے، چنانچہ اب اس کی اندر کی قوتیں جاگ گئیں...... اس نے ایک زوردار گھونسا غفار شاہ کی کنپٹی پر مارا اور غفار شاہ اس گھونسے کو بھی برداشت کر گیا...... لیکن اب وہ سنبھل کر پینترا بازی کرنے لگا تھا...... شہاب نے مہلت دیئے بغیر کئی گھونسے اس کی پسلیوں اور پیٹ پر مارے، لیکن اچانک ہی اس نے شہاب کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اپنی جانب گھسیٹا...... شہاب نے ایک زوردار ٹکر اس کے چہرے پر ماری اور یہ ٹکر اس کی ناک پر لگی تھی، لیکن کمال کی شخصیت تھی اس کی اس نے شہاب کی گردن کی ہڈی میں انگلیاں پھنسا لیں اور اس پر مسلسل گھونسے برسا رہا تھا، پنڈلیوں کی ہڈیوں پر ٹھوکریں بھی ماری تھیں مگر اس کی انگلیوں کا دباؤ شہاب کی گردن پر بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور اب شہاب کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ اگر اس نے آخری حد تک کارروائی نہ کی تو غفار شاہ اس پر حاوی ہو جائے گا، چنانچہ ایک اور گھونسا اس نے اس کی داہنی آنکھ پر مارا اور یہ طریقہ کار سب سے زیادہ مناسب ثابت ہوا اس کی آنکھ تکلیف کا شکار ہو گئی تھی اور اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکلی تھی۔ شہاب نے اس کے ہاتھوں کو اپنی گردن سے ہٹایا اور اس کے بعد پے در پے گھونسے اس کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے وہ نہیں چاہتا تھا کہ غفار شاہ کو ہلاک کرے لیکن صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ اب غفار شاہ کی مرمت ضروری ہو گئی تھی اور پھر غفار شاہ زمین پر گر پڑا اس کی حالت اب کافی خراب ہو گئی تھی، شہاب سیدھا کھڑا ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگا، چند لمحات کے بعد وہ اپنے حواس بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، جبکہ غفار شاہ زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا...... شہاب نے چند لمحے انتظار کرنے کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھ کر غفار شاہ کو ٹٹولا، پھر اس کی کمر سے بندھی ہوئی بیلٹ کھینچی اور دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف کر کے کس دیئے، اتنا ہی کافی تھا، اس کے بعد اسے واپس کار کی طرف لے جانا تھا یہ تو بعد میں ہی پتا چل سکتا تھا کہ غفار شاہ صاحب نے یہ شاندار کارروائی کس سلسلے میں کی ہے اور اس کے پس منظر میں کیا ہے، اگر شہاب کا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ ایک یقینی امر تھا کہ غفار شاہ فاضل دارا ہی کی طرف سے آیا ہے...... بہر حال شہاب نے جھک کر اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن کم بخت کا وزن بھی بے پناہ تھا...... نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا، خود نہیں چل سکتا تھا...... شہاب نے سوچا کہ چند لمحے انتظار کر لیا

جائے...... غفار شاہ کے ہاتھ تو پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ بار بار آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹک رہا تھا، اب اسکے اندر کسی طرح کا مقابلہ کرنے کی کوئی سکت نہیں تھی...... شہاب اس کا پستول تلاش کرنے کی کوشش بھی کرتا تو ان جھاڑیوں میں اس کا ملنا ممکن نہیں تھا لیکن بہر حال اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ وہ غفار شاہ کو چلاتا ہوا گاڑی تک لے جائے، اس نے غفار شاہ کا گریبان عقب سے پکڑا اور اسے پوری قوت سے کھڑا کرنے کی کوشش کی، غفار شاہ نے خود بھی کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی چنانچہ وہ کھڑا ہو گیا۔

"اب خاموشی سے آگے بڑھو اگر تم نے یہ نہیں کیا تو اس ویران علاقے میں تمہارے سر پر کوئی وزنی پتھر مار کر ہلاک کر دوں گا اور خاموشی سے یہاں سے چلا جاؤں گا، تم جانتے ہو کہ مجھ پر کوئی جرم عائد نہیں ہو گا کیونکہ کوئی عینی گواہ موجود نہیں ہے۔"

غفار شاہ کی کیا کیفیت تھی یہ تو شہاب کو نہ معلوم ہو سکا، لیکن بہر حال وہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھنے لگا، اس کے قدموں میں شدید لڑکھڑاہٹ تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنا بوجھ سنبھالنے کی شدید کوشش کر رہا ہے، پھر اس ٹیلے سے اتر کر نیچے پہنچے ہی تھے کہ اچانک ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی غفار شاہ کی کربناک چیخ سنائی دی...... شہاب بری طرح اُچھل پڑا تھا، اس نے غفار شاہ کو چھوڑ دیا اور فوراً ہی اپنی جگہ سے چھلانگ لگا کر پینترا بدلا لیکن کرنے والا کام دکھا گیا تھا...... اچانک ہی وہ گاڑی جس نے شہاب کی گاڑی کا راستہ روکا تھا خاصی دُور تک ریورس ہوتی چلی گئی اور اس کے بعد ایک چوڑی جگہ پہنچ کر برق رفتاری سے گھوم گئی، گرد کا بادل فضا میں بلند ہوا تھا اور گاڑی نگاہ سے اوجھل ہو گئی تھی...... شہاب کو شدید افسوس ہو رہا تھا، ایک معمولی سی غلطی نے اسے ناکامی سے دوچار کر دیا...... کار سے اترتے وقت اگر ریوالور بھی اٹھا لیتا تو یقینی طور پر اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا، وہ گاڑی تھوڑی دیر کے بعد نگاہوں سے اُوجھل ہو گئی تھی ڈر تھا کہ کوئی اور بھی وہاں موجود تھا ہو سکتا ہے کہ وہ گاڑی کے اندر ہی ہو...... شہاب کف افسوس ملنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا، پھر دوسرے لمحے وہ غفار شاہ کی جانب متوجہ ہوا دم توڑتا ہوا شخص ہو سکتا ہے یہ بتانے میں کامیاب ہو جائے کہ اسے شہاب کے پیچھے کس نے لگایا تھا، لیکن جس شخص نے بھی غفار شاہ پر نشانہ لگایا تھا وہ کمال کا نشانہ باز تھا کیونکہ غفار شاہ کے دل کے مقام پر گولی لگی تھی اور اس نے ایک لمحے میں دم توڑ دیا تھا، شہاب نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا،

دوسروں سے زیادہ اسے اپنے آپ پر غصہ تھا...... یہ کار بھی اس طرح سے نہیں نکل سکتی تھی کم از کم کچھ نہ کچھ کارروائی تو کی جا سکتی تھی، اب ناکامی کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا، تب اس نے غصیلے انداز میں یہ سوچا کہ اسے غفار شاہ کے سلسلے میں بھی بڑھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، اس کی لاش یہاں پڑی سڑتی ہے سڑتی رہے، سڑک تعمیر کرنے والے اسے دیکھیں گے اور دیکھ کر یہ اندازہ لگالیں گے کہ کیا ہوا ہے، چنانچہ وہ اپنی کار تک پہنچا اور پھر کار کو اسی کار کے انداز میں ریورس کر کے دُور تک لیتا چلا گیا، لیکن اب وہ غیر محتاط نہیں تھا، بقیہ فاصلہ اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ طے کیا تھا...... قرب وجوار پر نظر رکھی تھی لیکن کام دکھانے والا کام دکھا گیا تھا، بہر حال اسے کیا غرض پڑی تھی کہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے چنانچہ دُور دُور تک میدان صاف تھا، تھوڑی دیر کے بعد شہاب اپنے گھر پہنچ گیا...... گھر پہنچ کر اس نے کار کھڑی کی اور پھر گھر میں داخل ہو گیا، لباس وغیرہ تبدیل کر کے بستر پر لیٹ گیا تھا، لیکن کافی دیر تک اسے نیند نہیں آ سکی، وہ کافی دیر تک یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد غالباً فاضل دارا بالکل غیر مطمئن ہو گیا اور اب اس نے یہ فیصلہ ہی کیا ہو گا کہ شہاب کو ہی راستے سے ہٹا دیا جائے...... بہر حال اس سلسلے میں شہاب فاضل دارا پر کوئی الزام نہیں لگا سکتا تھا...... یہ بات ثابت کرنا مشکل تھا کہ غفار شاہ نے فاضل دارا کے ایما پر یہ حملہ کیا تھا، ممکن ہے فاضل دارا ہی کے کسی آدمی نے غفار شاہ کو ناکام دیکھ کر اسے نشانہ بنا ڈالا ہو ایسا عموماً ہوا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد شہاب کے بدن میں گرمی کی لہر دوڑ گئی...... فاضل دارا اسے ہر مرحلے پر ناکام کرتا جا رہا ہے اور جب قانونی طور پر شہاب کسی پر گرفت قائم کرنے میں ناکام رہتا تھا تو پھر اس کے اندر شہنشاہ جاگ اُٹھتا تھا اور شہنشاہ بہر حال بہت سی قیود سے آزاد تھا، چنانچہ اب شاید فاضل دارا کا برا وقت آ ہی گیا تھا...... نجانے کب تک شہاب جاگتا رہا، ایک طرف تو وہ قانون کے دائرے کے اندر شہاب ثاقب کی حیثیت سے عمل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور یہ اندازے لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ فاضل دارا کی گردن کو شکنجے میں لانے کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے، لیکن ذہن بار بار بھٹک کر شہنشاہ کو جگا رہا تھا اور اسے اب دونوں رخ پر سوچنا پڑ رہا تھا۔

❀

حالانکہ رات کافی گزر چکی تھی لیکن دادل سیدھا فاضل دارا کی خوابگاہ پر پہنچ گیا تھا، اس نے دروازہ بجایا اور کئی بار دروازہ بجانے کے بعد فاضل دارا آنکھیں ملتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا، اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آ رہے تھے، لیکن دادل کو دیکھ کر وہ سنبھل گیا۔

"کیا بات ہے دادل۔"

"سر آپ کا آنا بڑا ضروری ہے باہر نکل آئیے۔" دادل نے کہا اور فاضل دارا نے ایک نگاہ بیوی پر ڈالی وہ سو چکی تھی...... فاضل دارا خاموشی سے باہر نکل آیا، دادل اسے لئے ہوئے کوریڈور کے آخری سرے تک پہنچا اور بولا۔

"کیا مطلب۔"

"غفار شاہ مارا گیا۔"

"کیا۔" فاضل دارا اُچھل پڑا۔

"ہاں مالک وہ مارا گیا۔"

"مگر کیسے؟"

"وہ اپنا کام پورا نہ کر سکا تھا میں اور وہ کار میں اس آفیسر کا پیچھا کر رہے تھے، ہمیں ایک بہت اچھا موقع مل گیا، وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا تھا جو سنسان تھی اور وہاں سڑک ٹوٹی ہوئی تھی...... غفار شاہ اپنے زعم میں کار سے اتر کر اس کی طرف بڑھا اور پوزیشن لے کر اسے مارنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن وہ بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے، اس نے موقع پا کر غفار شاہ کو بے بس کر دیا۔"

"غفار شاہ کو بے بس کر دیا۔" فاضل دارا تعجب سے بولا۔

"ہاں مالک وہ ہماری توقع سے کہیں زیادہ چالاک، طاقتور اور پھرتیلا ہے حالانکہ آپ کہتے تھے کہ دادل کبھی غفار شاہ سے مت ٹکرانا وہ جسمانی طور پر بھی دیو ہے لیکن مالک میں نے دیکھا کہ آفیسر نے دیو کو آسانی سے پچھاڑ لیا۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"مالک غفار شاہ اس کے قبضے میں آگیا، اس نے غفار شاہ کے دونوں ہاتھ باندھے اور اس کے بعد اسے لے کر اپنی گاڑی کی طرف چل پڑا، میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں غفار شاہ کو ہلاک کر کے کار لے بھاگوں۔"

"اوہ میرے خدا تو پھر تم نے۔"

"ہاں مالک میں نے اس کے سینے میں گولی اتار دی ورنہ آپ جانتے ہیں کہ غفار شاہ سے کسی نہ کسی طرح وہ ساری حقیقت اگلوا لیتا۔"

فاضل دارا کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا، وہ پریشانی کے عالم میں دادل کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تمہیں یقین ہے کہ غفار شاہ مر گیا۔"

"جی مالک آپ ہی میری تعریفیں کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دادل کا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا، اس بار بھی ایسا ہی ہوا ہے مالک۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا دادل میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا جو حادثہ اور واقعہ ہو چکا تھا وہ اپنی جگہ لیکن اس کے بعد میں کوئی اور خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"مالک مجھے غفار شاہ کی موت کا افسوس ہے کیا میں نے غلط کیا۔"

فاضل دارا سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

"نہیں تم نے غلط تو نہیں کیا لیکن ہوا بہت برا ہے اب یہ بتاؤ کیا ہوگا...... ارے ہاں کیا غفار شاہ اپنی کار میں گیا تھا؟"

"جی مالک۔"

"اور تم وہی کار لے بھاگے تھے؟"

"جی۔"

"اور وہ کار لے کر تم کہاں گئے؟"

"مالک اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں کار کو غفار شاہ کی رہائش گاہ پر چھوڑ دیتا، میں نے خاموشی سے ایسا ہی کیا۔"

"گڈ ویری گڈ تم نے یہ عقل مندی کا کام کیا دادل۔"

"مالک میں نے کار پر سے اپنے ہاتھوں کے نشانات بھی مٹا دیئے کیا کرتا مجبوری تھی۔"

"ہوں غفار شاہ ہم سے بچھڑ گیا۔"

"جی مالک مجبوری تھی بالکل مجبوری تھی، ورنہ اس بات کا خطرہ پیدا ہو جاتا کہ آپ نے ہم دونوں کو اس آفیسر کے قتل کے لئے بھیجا تھا ہو سکتا تھا کہ وہ آفیسر اپنی چالاکی سے غفار شاہ کی زبان کھلوا لیتا۔"

"ہاں اس کا خطرہ تو تھا تو پھر تم نے کیا کیا؟"

"پھر مالک وہاں سے کافی فاصلہ پیدل طے کیا اور بہت دُور آنے کے بعد ٹیکسی لے کر اِدھر آیا، میں نے سوچا فوراً آپ کو اطلاع دے دی جائے۔"

"ٹھیک ہے دادل تم ایسا کرو کہ اب کچھ دن کے لئے بالکل آرام کرو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتا ہوں کہ وہ شخص بہت خطرناک ہے جو آدمی مجھ جیسے شخص کو باتوں میں اُڑانے کی کوشش کرے، میں اس کی ذہنیت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا، اس وقت جب وہ انسپکٹر جنرل کے سامنے بیٹھا مجھ سے بات کر رہا تھا اس نے دو باتیں کہیں دونوں سے مکر گیا، اس طرح مجھے اس شخص کی چالاکی کا اندازہ ہوا۔"

"مالک میں نے تو آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر اجازت ہو۔"

"بے کار باتیں مت کرو اپنے ذہن سے صرف اتنا سوچو جتنا ضروری ہو باقی مجھے اپنے طور پر سوچنے دو۔"

"معافی چاہتا ہوں مالک۔"

فاضل دارا نے کہا اور دادل کو چھوڑ کر واپس اپنی خوابگاہ کی جانب چل پڑا، لیکن خوابگاہ کے دروازے پر اپنی بیوی کو کھڑا دیکھ کر چونک پڑا، وہ تو یہی سمجھ کر باہر نکلا تھا کہ بیوی سو رہی ہے، لیکن وہ خاموشی سے کھڑی فاضل دارا کا چہرہ دیکھ رہی تھی...... فاضل دارا ایک لمحے کے لئے ذرا اُلجھا اُلجھا سا رہا پھر اس نے کہا۔

"تم کیوں جاگ گئیں؟"

"پھر وہی کہوں گی فاضل کبھی تمہاری مشکلات میں تمہارا ساتھ چھوڑا ہے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے کیا کروں کیا نہ کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"جو کچھ گفتگو تم لوگوں نے کی وہ میں نے سن لی ہے..... غفار شاہ مارا گیا تم نے اس آفیسر کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ کمبخت شیطان کی طرح چالاک ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ ہمارے لئے کوئی مشکل نہ بن جائے۔"

"تو پھر اس سلسلے میں ایک ہی مشورہ دے سکتی ہوں میں۔"

"کیا۔"

"ہما باہر جانے کا ارادہ رکھتی ہے، پچھلے دنوں شاید کہہ بھی رہی تھی کہ وہ اٹلی جانا چاہتی ہے۔"

"ہاں اسے روم دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"تو جس طرح بھی بن سکے اسے جلد از جلد روم روانہ کر دو۔"

"بات تمہاری بالکل درست ہے ہم اسے باہر بھیج دیتے ہیں اور یہ ہدایت دیتے ہیں کہ جب تک ہم اسے اجازت نہ دیں وہ ملک واپس نہ آئے۔"

"اس سے آسان ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی، بعد میں یہاں کے معاملات دیکھ لئے جائیں گے، ابھی تک ہما پر وہ کوئی چارج نہیں لگا سکے۔"

"لگا بھی نہیں سکیں گے لیکن یہ معاملہ اس قدر ذاتی ہو چکا ہے کہ میں ذرا سا اُلجھا ہوا ہوں، میں نے بات تو کر لی ہے خود آئی جی صاحب نے اس آفیسر کو میرے سامنے ڈانٹ پلائی تھی اور کہا تھا کہ اس مسئلے کو اپنے ذہن سے ختم کر دے اور بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے ہما کے سلسلے میں کوئی اقدام نہ کرے۔"

"پھر بھی احتیاط کے طور پر ہما کو باہر بھیج دیا جائے تو ٹھیک ہو گا۔" بیوی نے کہا۔

"میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

پھر اس کے بعد غالباً دونوں میاں بیوی ہی رات بھر جاگتے رہے تھے۔

دوسرے دن معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فاضل دارا اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا ہی تھا کہ ملازم نے آکر اطلاع دی کہ "ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"مجھ سے۔"

"ہاں۔"

"کیا میرا ان سے اپائنٹمنٹ تھا۔" فاضل دارا نے کہا۔

"نہیں صاحب وہ کہتے ہیں کہ فاضل صاحب کو بتا دیا جائے کہ زمان آیا ہے، وہ فوراً اسے بلالیں گے۔"

"زمان؟"

"جی صاحب۔"

"مگر میں زمان نامی کسی آدمی کو نہیں جانتا؟"

"صاحب آپ جیسا حکم ہو۔"

"اس سے پوچھو کہ وہ کیوں مجھ سے ملنا چاہتا ہے؟"

"جی صاحب۔"

ملازم واپس مڑا ہی تھا کہ فاضل دارا نے کہا بھیج دو اسے میرے پاس بھیج دو، زمان نامی کوئی شخص فاضل دارا کو یاد نہیں آسکا تھا، لیکن جب وہ سامنے آیا تو فاضل دارا نے اسے پہچان لیا..... یہ سارجنٹ اشتیاق علی کا سالا تھا اور اشتیاق علی کے گھر اس سے ملاقات ہو چکی تھی..... فاضل دارا نے عجیب سے انداز میں اسے دیکھا زمان نے سلام کیا اور بولا۔

"سر آپ نے مجھے پہچان لیا ہوگا، میں زمان ہوں۔"

"ہاں شاید میں نے تمہیں دیکھا تھا۔"

"جی سر۔"

"یہاں کیوں آئے ہو؟"

"سر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو میں کسی سے بغیر اپائمنٹ کے نہیں ملتا۔"

"سر ہمت کر کے آ گیا ہوں، آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"سر اس وقت جو کچھ وہاں ہوا وہ ایک جذباتی ماں کی حماقت کا نتیجہ تھا، میں جانتا ہوں کہ میری بہن بیوہ ہو چکی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ظاہر ہے اس کے سامنے پوری زندگی پڑی ہے جبکہ وہ بڑی بی تو زندگی کے آخری دن گن رہی ہیں، انہیں بھلا رقم وغیرہ کی کیا ضرورت...... انہوں نے اس وقت جو حماقت کی اور جو آپ کی توہین کی سر اسے نہ میں نے پسند کیا نہ میری بہن نے۔"

"تو پھر؟"

"سر میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، آپ ہمارے مستقبل کو سنوارنے کا وعدہ کر رہے تھے، سر میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں...... سر میرے سامنے میری بہن ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میرے علاوہ ان کا اور کوئی نہیں ہے، ظاہر ہے میں ہی اس کی پرورش کروں گا جس انداز میں سر میں سوچ سکتا ہوں دوسرے لوگ نہیں سوچ سکتے، میری بہن کا اب اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا...... آپ کو اندازہ ہے اشتیاق علی کی موت کے سلسلے میں اگر مدعی بنایا گیا تو ہمیں ہی بنایا جائے گا، لیکن سر ہم ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتے بلکہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اپنی بہن کو لے کر شہر سے باہر ہی چلا جاؤں، چنانچہ سر اس کے لئے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

فاضل دارا غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مدد چاہتے ہو؟"

"سر جو عطیہ آپ دے رہے تھے وہ مجھے دے دیجئے میں کوشش کروں گا کہ اپنی بہن

مستقبل سنوار سکوں، چھوٹا موٹا کاروبار کر لوں گا ویسے بھی بے روزگار ہوں۔"

"اور کچھ۔" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"نہیں سر بس اسی لئے حاضر ہوا تھا۔"

"ہوں۔" فاضل دارا نے کہا اور ملازم کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی، ملازم اندر آ گیا تو اس نے کہا۔

"ذرا دادل کو بھیج دو۔" ملازم باہر نکل گیا تھا، زمان خاموشی سے فاضل دارا کی صورت تکتا رہا، اس کے چہرے پر انکساری کے آثار تھے، اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"اور سر آپ نے ہمیں دو لاکھ روپے عنایت فرمائے تھے جو اس بے وقوف خاتون نے واپس کر دیئے، سر آپ کو ماحول کا خود اندازہ ہے بچوں کا پورا مستقبل سامنے ہے...... دو لاکھ روپے اس کے لئے بہت کم ہوں گے، ہم ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلے جانا چاہتے ہیں اور رہا معاملہ بڑی بی کا تو وہ پڑی سڑتی رہیں ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"سر اگر اس میں تھوڑا اضافہ ہو جائے تو۔"

"ہو جائے گا...... ہو جائے گا۔"

فاضل دارا نے کہا...... اسی وقت دادل اندر آ گیا۔

"اسے اٹھا کر گیٹ سے باہر پھینک دو...... اتنی دُور پھینکنا کہ پھر اسے اندر داخل ہونے کی جرات نہ ہو سکے۔"

فاضل دارا نے کہا اور دادل، زمان کی طرف دیکھنے لگا۔

زمان جو کہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔

"سر...... سر...... میں...... میں۔"

لیکن دادل نے اسے کمر میں ہاتھ ڈال کر لٹکا لیا تھا اور اس کے بعد زمان کو اسی حالت میں لٹکائے ہوئے باہر لے گیا اور گیٹ سے باہر پھینک دیا...... زمان کے خاصی چوٹ لگی تھی لیکن بہر حال وہ اُٹھ کر ایک طرف بڑھ گیا تھا...... دوسری طرف فاضل دارا نفرت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"یہ لوگ اب مجھے اتنا احمق سمجھتے ہیں، یہ ذلیل لڑکا خود اپنی بہن کے نام پر مجھ سے

فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔" بیوی اندر داخل ہوئی تو فاضل دارا اسے زمان کی آمد اور گفتگو کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا تھا۔

"وہ جاگ گئی ہے آ رہی ہے میں اسے کہہ کر آئی ہوں میرا خیال ہے تم فوری طور پر اسے روم بھیج دو۔"

چند لمحات کے بعد ہما کمرے میں داخل ہوئی تھی، باپ کی آنکھوں میں محبت اُمڈ آئی۔ ہما آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی...... فاضل دارا نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے ہماری بیٹی پر آج کل بیزاری سوار ہے۔"

"بور شہر ہے ڈیڈی، کچھ بھی نہیں رکھا اب اس شہر میں، چلئے یہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں...... یورپ کے کسی شہر میں زندگی گزاریں گے، سیر و تفریح کریں گے، سیاحت کریں گے، یہاں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

فاضل دارا مسکرانے لگا پھر بولا۔

"بیٹے...... یہاں ہمارا کاروبار ہے، سب کچھ ہمارا یہیں ہے۔"

"تو بیچ دیجئے اس کاروبار کو ختم کر دیجئے یورپ میں بھی آخر لوگ رہتے ہیں...... زندگی گزارتے ہیں، کاروبار وہاں پر بھی ہو سکتا ہے اور پھر ہمارے پاس دولت کی کیا کمی ہے...... ڈیڈی کتنا خرچ کر لیں گے ہم اس دولت میں سے خواہ مخواہ آپ نے بھی اپنے آپ کو اس قدر مصروف کر رکھا ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے لیکن ظاہر ہے ہر کام میں دیر تو لگتی ہے، ویسے میں اور تمہاری ممی اس بارے میں باتیں کر رہے تھے۔"

"کیا؟"

"تم روم جانا چاہتی تھی ناں؟"

"ہاں ڈیڈی مجھے روم جانا ہے اور ضرور جاؤں گی، بس میرے ذہن میں یہ خبط سا گیا ہے۔"

"تو منع کون کرتا ہے بیٹے آج ہی شام روانہ ہو جاؤ، میں سارا بندوبست کر دوں گا۔"

"آج شام؟"

"ہاں۔"

"کمال کرتے ہیں آپ ڈیڈی میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میری کچھ دوست بھی میرے

ساتھ جائیں گی، ہمیں سبھی کے لئے انتظام کرنا ہوگا۔"

"تو کر دیتے ہیں اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" فاضل دارا نے کہا۔

"لیکن وہ ابھی نہیں جا سکتیں۔"

"مطلب؟"

"ابھی ان کی کچھ مصروفیات ہیں ڈیڈی وہ فارغ ہو جائیں تو میں خود آپ کو بتا دوں گی۔"

"تو پھر ایسا کرو ہما کہ تم چلی جاؤ...... ان لوگوں کی ذمے داری مجھ پر چھوڑ دو میں انہیں بھیج دوں گا۔"

"مطلب کیا ہے آپ کا ڈیڈی؟"

"میں یہ کہہ رہا ہوں ہما کہ تم روم روانہ ہو جاؤ بلکہ آج ہی چلی جاؤ انتظام میں کوئی مشکل نہیں ہوگی، اپنی دوستوں سے مل لو اور ان سے کہہ دو کہ وہ جب بھی آنا چاہیں آ جائیں گی، مجھ سے رابطہ کر لیں میں سب کے لئے انتظامات کر دوں گا۔"

آپ کی باتیں کبھی کبھی ڈیڈی میری سمجھ میں نہیں آتیں...... بھلا میں ان کے بغیر کیسے جا سکتی ہوں...... میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے...... انہیں فرصت مل جائے اس کے بعد آپ سے اس موضوع پر بات کروں گی۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں ہما تم آج روانہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

"آپ کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے ڈیڈی، کبھی کبھی آپ عجیب باتیں کرنے لگتے ہیں ویسے تو آپ ایک لمحہ مجھے آنکھوں سے اُوجھل نہیں کرنا چاہتے لیکن آپ کی جب یہ باتیں سنتی ہوں تو مجھے بڑا عجیب لگتا ہے۔"

"بے وقوف تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہیں اپنے آپ سے دُور کرنا چاہتا ہوں، بعض اوقات جو کچھ کہا جاتا ہے اس میں کوئی مصلحت چھپی ہوتی ہے۔"

"نہ میں خود مصلحت سے کام لیتی ہوں نہ مصلحتوں کو پسند کرتی ہوں۔"

"لیکن اگر میں تم سے کہوں تو۔" فاضل دارا نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

"آپ چھتیس بار کہئے مجھ پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔"

"گویا تم میری بات کو جوتے کی نوک پر مارتی ہو۔"

"ڈیڈی دیکھئے مجھے بحث سے سخت نفرت ہے، آپ اگر چاہتے ہیں کہ میں روم جاؤں

تو میں جاؤں گی، میں نے تو خود آپ سے اس کی درخواست کی تھی لیکن اس وقت جاؤں گی جب میں ضروری سمجھوں گی۔"

"لیکن میں اس وقت ضروری سمجھتا ہوں۔"

"آپ سمجھتے ہیں میں نہیں۔" ہما نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

"سنو کہاں جا رہی ہو؟"

"سارا موڈ خراب کر دیا آپ نے بس میں نے آپ سے کہہ دیا کہ جب میرا دل چاہے گا میں جاؤں گی۔" ہما نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گئی، بیوی خاموشی سے فاضل دارا کی صورت دیکھ رہی تھی..... فاضل دارا نے کہا۔

"عجیب لڑکی ہے۔"

"فاضل پھر کہوں گی اپنے آپ کو بھولنے کی کوشش میں اتنے آگے نکل گئے ہو تم کہ کہتے ہوئے میری زبان نہیں کھلتی۔"

"مگر اس کو چلے جانا چاہئے۔"

"شاید تم اسے نہ بھیج سکو۔"

"لیکن تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔"

"میں تو سب کچھ سمجھ چکی ہوں فاضل لیکن تم خود دیکھ لو اس نے آسانی سے تمہاری بات کو نظر انداز کر دیا۔"

"وہ بے وقوف ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں خیر دیکھتا ہوں اسے بھیجنا تو اب واقعی ممکن نہیں ہے اور کہتی بھی ایک طرح سے ٹھیک ہے..... اصل میں بے وقوف لڑکی نہیں سمجھتی کہ اس کے اِرد گرد کیسا جال بنا جا رہا ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کے گرد جال بنا جا رہا ہے؟"

"ہاں مجھے کچھ ایسا ہی لگتا ہے..... خاص طور سے وہ کمبخت شہاب ثاقب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا نہ کہوں، میرا خیال ہے کہ میں اس سے براہ راست بات کر لوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔"

"اگر تم کہتے ہو کہ تم نے اعلیٰ حکام سے اس بارے میں بات کر لی ہے تو پھر تمہیں

تشویش کیوں ہے؟"

"نہ جانے کیوں میرا دل ان دنوں عجیب و غریب احساسات کا شکار ہو گیا ہے، میں خود بھی ان احساسات کو نہیں سمجھ پا رہا لیکن، لیکن اندر سے کوئی ایسی کیفیت اُبھر رہی ہے جسے میں الفاظ میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔"

"اتنا نہ اُلجھو فاضل تم حالات کو سنبھالنا جانتے ہو۔"

"میں جانتا ہوں حالات کو سنبھالنا مگر وہ کمبخت میرے ذہن میں بار بار کھلتا ہے، میں نے تو ہر ممکن کوشش کر لی اچھا ٹھیک ہے..... ایک اور کوشش کرتا ہوں۔"

فاضل دارا نے کہا اور اس کمرے سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا..... ٹیلی فون پر اس نے فرید خان کے نمبر ڈائل کئے تھے..... فرید خان اسے مل گیا تو اس نے کہا۔ "فرید خان مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"سر! جو حکم میں حاضر ہو جاتا ہوں۔"

"ہاں آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں..... اس کے بعد فاضل دارا فرید خان کا انتظار کرتا رہا تھا، اچانک ہی اسے کچھ خیال آیا تو اس نے دادل کو طلب کر لیا اور دادل ایک لمحے میں حاضر ہو گیا تھا۔

"دادل سنو فرید خان آ رہا ہے، میں نے اسے بلایا ہے۔"

"جی سر۔"

"تم رات کے واقعے کو بالکل بھول جاؤ، فرید خان سے قطعی اس بات کا تذکرہ نہ کرنا کہ غفار شاہ کسی ایسے حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔"

"جی مالک جو حکم۔" دادل نے کہا۔

"بس میں نہیں چاہتا کہ فرید خان کو یہ بات معلوم ہو کہ غفار شاہ ہمارے سلسلے میں کام آ گیا ہے..... اس کی بنیادی وجہ یہ ہے دادل کہ میں اس کے خون کو اپنے آپ سے منسوب نہیں کرنا چاہتا، بات جتنی مختصر رہے زیادہ اچھا ہے۔"

"سمجھ رہا ہوں مالک۔"

"جاؤ۔" پھر تھوڑی دیر بعد فاضل دارا نے فرید خان کا استقبال کیا..... فرید خان سلام کرنے کے بعد فاضل دارا کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"سناؤ فرید خان کیسے چل رہے ہیں تمام معاملات؟"

"سر! بالکل ٹھیک ہیں کوئی مشکل نہیں ہے وہ ڈنمارک سے جو مال آرہا تھا وہ کچھ لیٹ ہو جائے گا چونکہ جہاز راستے میں کہیں رُک گیا ہے۔"

"ہمارا آدمی تو اطمینان سے ہے ناں؟"

"سر آپ بالکل اطمینان سے رہیں کام بالکل مکمل ہے...... غالباً اس میں کوئی خرابی ہو گئی تھی...... ہمیں اطلاع مل گئی ہے باقی کوئی مسئلہ نہیں ہے...... سب کچھ ٹھیک ہے، آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے آدمی ہر کام مکمل کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ویسے حیرت کی بات ہے فرید خان ہم لوگ بڑے بڑے معاملات نمٹا لیا کرتے ہیں لیکن ذرا سا معاملہ ہمارے لئے مشکل بن گیا ہے۔"

"کیا چھوٹا سا معاملہ سر؟"

"وہ کمبخت شہاب ثاقب۔"

"وہ پولیس آفیسر؟"

"ہاں۔"

"وہ کیا مصیبت بن گیا ہے سر؟"

"میرا خیال ہے وہ اشتیاق علی کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی بھاگ دوڑ کر رہا ہے حالانکہ میں نے محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ کے ذریعے اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے ہیں لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ چالاک ہے اور اشتیاق علی کے سلسلے میں وہ خاص طور سے کوششیں کر رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی ان کوششوں کو روک دیا جائے۔"

"سر اسے راستے سے ہٹانا ہے۔"

"یہی ایک حل نہیں ہوتا فرید خان پہلے اسے سمجھالو ایک آدھ دفعہ اسے سمجھالو اس کے بعد اگر بہت ہی ضروری ہوا پھر سوچیں گے اس بارے میں۔"

"سر سمجھانے کے لئے آپ کو اندازہ ہے کیا کرنا پڑتا ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔" فرید خان نے کہا اور فاضل دارا اسے کافی دیر تک

شہاب کے بارے میں بتاتا رہا تھا...... ڈی آئی جی نادر حیات کے سامنے شہاب سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل بھی فاضل دارا نے فرید خان کو بتا دی تھی۔

"سر آپ اطمینان رکھیں میں انتہائی کوشش کروں گا...... فرید خان نے کہا اور فاضل دارا نے گردن ہلا دی۔

✻

شہاب چونکہ ان دنوں فاضل دارا کے سلسلے میں باقاعدہ طور پر مصروف تھا اس نے فاضل دارا کے اِرد گرد پھیلے ہوئے افراد کا بھی جائزہ لے لیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ فرید خان فاضل دارا کا خاص آدمی ہے...... اس کے علاوہ شہاب نے اور بھی ایسی باتیں معلوم کر لی تھیں جنہیں ضرورت پڑنے پر فاضل دارا کے خلاف استعمال کیا جاسکتا تھا لیکن فی الحال صرف اشتیاق علی کا معاملہ تھا، وہ شہاب کی نگاہوں میں تھا...... فاضل دارا کی شخصیت کے دوسرے پہلو کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اس کی اپنی سوچ خاصی خطرناک ہو چکی تھی اور اس نے بینا تک کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا...... ہو سکتا ہے بینا اس کی مخالفت کر جائے لیکن فاضل دارا نے شہاب کو اس طرح ذہنی طور پر مشتعل کر دیا تھا کہ شہاب منفی انداز میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا...... فرید خان نے شہاب سے پولیس ہیڈ کوارٹر ہی میں ملاقات کی تھی اور مسکراتے ہوئے شہاب سے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"جی فرید خان صاحب فرمائیے میرے لائق کیا خدمت ہے؟"

"شہاب صاحب ماشاء اللہ بہت کم عمری میں آپ نے اس حد تک ترقی کر لی ہے، ظاہر ہے میرے ہم وطن ہیں...... آپ ایک نوجوان آدمی ہیں...... انسان کا تعلق کبھی کسی سے بے شک نہیں ہوتا لیکن پھر بھی دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ ایسا شخص جو اپنی ذہانت سے اس ترقی کی منزل پر پہنچ چکا ہے آگے بھی ترقی کرے۔"

"شکریہ فرید خان صاحب آپ کی دعائیں اگر شامل حال رہیں تو بات آگے بڑھے گی، میرا آپ سے مکمل تعارف فاضل دارا صاحب نے کروایا تھا۔

"اچھا...... اچھا...... ہاں فاضل دارا بہت بڑی شخصیت ہیں، لیکن بعض لوگ اپنی طبیعت میں خاصے نرم ہوتے ہیں، مجھے تعجب ہے کہ ان جیسے بڑے آدمی نے میرے لئے اپنے دل میں کوئی مقام پیدا کیا۔

"مقام خود بخود نہیں پیدا ہو جاتا پیدا کیا جاتا ہے۔"

"لیکن میں نے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔"

"آپ ایسا کریں آپ آج شام کو سات بجے کیا کر رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں کوئی خاص کام نہیں۔"

"فاضل دارا صاحب آپ سے ذاتی طور سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اگر یہ ان کا پیغام ہے تو میں ضرور حاضری دوں گا...... کیا کوئی خاص خدمت ہے میرے لئے؟"

"یہ تو شاید فاضل دارا صاحب ہی بتا سکیں، البتہ آپ مجھے ان کا پیغام رساں سمجھ لیں۔"

"ٹھیک ہے فرید خان صاحب میں سات بجے فاضل دارا صاحب کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا۔"

"بے حد شکریہ آفیسر آپ جیسے لوگوں سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوتی ہے...... اب مجھے اجازت دیجئے" فرید خان...... باہر چلا گیا...... شہاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی...... فرید خان کے جانے کے بعد بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور باہر کھڑے اردلی کو ہدایت کر دی کہ جب تک وہ خود نہ کہے کسی کو آنے نہ دیا جائے، اس کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر پر ڈبل او گینگ کے ممبروں کو کال کیا...... دوسری طرف سے سردار علی کی آواز سنائی دی تھی...... سردار علی نے کہا۔

"سی، پی، کالنگ...... سی، پی کالنگ۔"

"شہنشاہ بول رہا ہوں۔"

"یس سر۔"

"تم لوگوں میں سے کس کی آواز میری آواز سے ملتی جلتی ہے۔"

"سر آپ کے خیال کے مطابق توصیف۔" سردار علی نے جواب دیا۔

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے توصیف موجود ہے۔"

"جی سر موجود ہے۔"

"اسے بلاؤ۔" چند لمحوں کے بعد توصیف کی آواز سنائی دی۔

"توصیف حاضر ہے سر۔"

"توصیف شام کو ٹھیک سات بجے میں فاضل دارا کی کوٹھی پر پہنچ رہا ہوں...... سات کر دس منٹ پر تمہیں ایک کام کرنا ہے۔"

"جی سر فرمایئے۔" اور پھر شہاب، توصیف کو اس کے کام کی تفصیل بتانے لگا اور صیف انہیں غور سے سنتا رہا، پھر اس نے کہا۔

"سر آپ بالکل اطمینان رکھئے۔"

"میں تم پر یقین رکھتا ہوں توصیف کہ تم ذہانت کے ساتھ اس کے تمام سوالات کے وابات دو گے اور میری انہی ہدایات کی روشنی میں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا سردار مجھے یقین ہے کہ آپ کے معیار پر پورا اتروں گا۔"

"او کے توصیف بس یہی ہدایت دینی تھی تمہیں۔"

"بہتر جناب۔" اس کے بعد شہاب نے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور سی سوچ میں ڈوب گیا، چند لمحوں کے بعد اس نے بیل بجائی اور اُٹھ کر دروازہ کھول دیا...... اردلی سے اس نے چائے لانے کے لئے کہا تھا اور اس کے بعد وہ اپنی سیٹ پر آ بیٹھا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا...... اس کے ہونٹوں پر مدہم مدہم مسکراہٹ اُبھر رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"کاش تم اپنی فرعونیت ترک کر دیتے فاضل دارا میں تمہارے دوسرے مسئلوں کو نہیں چھیڑ رہا تھا، جبکہ تم اس معاشرے کے بدترین مجرم ہو لیکن میں صرف یہ چاہتا تھا کہ جرم کو تسلیم کیا جائے اور جس طرح بھی ہو سکے انصاف کا بول بالا ہو، لیکن تم نے اپنی بیٹی کی زندگی داؤ پر لگا دی تھی...... فاضل دارا وہ مجرم ہے اور مجرم کو سزا ملنی ہی چاہئے...... میں نے لاکھ کوشش کی کہ تم اپنی بیٹی کا جرم تسلیم کر لو اور اس کے بعد اسے سزا بھگتنے کے لئے قانون کے حوالے کر دو، قانون اس قدر بے بس نہیں ہے جتنا تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے...... فاضل دارا میں یہی چاہتا ہوں کہ قانون کا بول بالا ہو اور کوئی بھی شخص قانون سے الگ نہ ہو، تم نے اپنی بیٹی کو اس قدر سرکش بنا دیا ہے...... تم کہتے ہو تمہاری جان اپنی بیٹی میں ہے، لیکن تم نے خود ہی اپنی جان خطرے میں ڈال دی ہے...... آج نہیں تو کل اگر تمہاری بیٹی کوئی ایسا عمل کرتی ہے تو اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے...... فاضل دارا میں ہی کیا ہر وہ شخص جس کو اس کے ہاتھوں سے نقصان پہنچے گا تم سے انتقام لینے پر تل جائے گا...... یہ صرف تمہاری غلطی ہے، صرف تمہاری۔" تھوڑی دیر کے بعد اردلی نے چائے لا کر رکھ دی اور شہاب

چائے پینے میں مصروف ہو گیا...... وہ اندرونی طور پر کسی کشمکش کا شکار تھا جو فیصلہ اس نے کیا تھا اس کے لئے آج آخری لمحات تھے، اس نے فیصلہ کیا تھا کہ فاضل دارا کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کرے گا، لیکن اسے اُمید تھی کہ فاضل دارا جیسے لوگ اپنے آپ کو قانون کی گرفت میں نہیں دیتے...... بینا سے اس سلسلے میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، اگر شہاب، بینا کو اپنا موقف، اپنا مقصد بتاتا تو اس بات کے امکانات تھے کہ شاید بینا بھی کسی قدر نرم ہو جاتی لیکن اشتیاق علی کا گھرانہ شہاب کی نگاہوں میں تھا...... آخر اشتیاق علی کو جس جرم کی سزا دی گئی تھی...... صرف یہی ناں کہ وہ اپنا فرض پورا کر رہا تھا اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے اس نے ہما کا تعاقب کیا تھا۔

شام سات بجے وہ سادہ لباس میں کریم سوسائٹی کی کوٹھی سے نکلا تھا اور پھر فاضل دارا کے پاس پہنچ گیا تھا...... گیٹ پر شاید ہدایات دے دی گئی تھیں، چنانچہ اسے فوراً ہی اندر پہنچا دیا گیا اور کچھ دیر کے بعد وہ فاضل دارا کے ڈرائنگ روم میں فاضل دارا کے سامنے تھا...... فاضل دارا نے ذرا مختلف انداز میں اس کا استقبال کیا تھا اور بڑی خوش دلی کے ساتھ اس سے ہاتھ ملایا تھا۔

''دیکھنے میں لگتا ہی نہیں ہے نوجوان آفیسر کہ تم اتنی بڑی ذمے داری سنبھالے ہوئے ہو۔'' شہاب نیاز مندی سے مسکرا دیا تھا، پھر اس نے کہا۔

''جناب عالی یہی عمر تو ہے کہ میں اپنا کیریئر بنا لوں، محنت کر رہا ہوں آپ جیسے کرم فرماؤں کی محبت درکار ہے۔''

''سوچ تو آفیسر جو کچھ کہہ رہے ہو اس کا مطلب ذرا مختلف نکلتا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں سر۔''

''سمجھانا چاہتا ہوں تمہیں اس دن انسپکٹر جنرل کے سامنے جو گفتگو کی تھی تم نے مجھ سے وہ پسند نہیں آئی تھی، بہت سوچتا رہا تھا میں اس گفتگو کے بارے میں لیکن بعد میں، میں نے اپنی عمر کے تجربے سے کام لیا...... میں نے سوچا کہ جوانی کی عمر ہے اور جوانی سرکش ہوتی ہے اور یہ سرکشی تمہاری فطرت میں ہے۔''

''نہیں سر میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔''

''بالکل نہیں وہ الفاظ نہ کہو جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔''

''سر آپ کو میری کون سی بات پر شبہ ہوا ہے۔''

''دیکھو پہلی بات میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے سامنے چرب زبانی سے کام نہ لو، میں اب بھی تمہارا ہمدرد ہوں۔''

''سر تو آپ ہی بتائیے میں کس قسم کی گفتگو کروں، دل کی بات آپ سے کر رہا ہوں تو آپ اس کو چرب زبانی کا نام دے رہے ہیں۔''

''سنو آفیسر شادی شدہ ہو؟''

''نہیں سر۔'' شہاب کے چہرے پر شرم کے آثار نظر آنے لگے۔

''شادی کیوں نہیں کی ابھی تک۔''

''بس سر...... وہ...... وہ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔''

''تمہیں شادی کر لینی چاہئے۔''

''کیوں سر؟''

''اس لئے کہ اس کے بعد انسان بہت سے تجربات سے آشنا ہو جاتا ہے۔''

''سر شادی بھی ایک تجربہ ہے؟''

''شادی سے بڑھ کر کوئی تجربہ ساری زندگی میں نہیں ہے۔''

''میں نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا سر۔''

''سوچو، غور کرو شادی ہوتی ہے، بیوی گھر میں آتی ہے، تو انسان کے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے...... ظاہر ہے ایک شخصیت سے محبت کرنی پڑتی ہے...... اس ماحول کے بعد جس ماحول میں تم نے آنکھ کھولی ہوتی ہے...... وہ ایک اجنبی شخصیت ہوتی ہے اور شاید اجنبیوں میں اس شخصیت سے زیادہ محبت کسی سے نہیں کی جاتی۔''

''جی سر۔'' شہاب نے سکول کے لڑکے کی مانند کہا۔

''اور اس کے بعد دوسرا دور آتا ہے یعنی بچے زندگی میں شامل ہوتے ہیں تو محبت کے ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا ہے اور اس کے بعد انسان صاحب اولاد ہو کر بالکل نرم ہو جاتا ہے، وہ اپنے بارے میں کم سوچتا ہے اور اپنے بچوں کے بارے میں بھی اور اسی طرح دوسروں کے بارے میں...... میں بھی صاحب اولاد ہوں شہاب، ہما میری اکلوتی بیٹی ہے تم لوگوں نے اسے بلاوجہ ٹارگٹ بنا رکھا ہے...... میں اب مطلب کی بات پر آ رہا ہوں، میں چاہتا

ہوں کہ تم ہما کو شبہ سے بری کرانے کے لئے اپنا کردار ادا کرو۔"

"سر آپ مجھے حکم دیجئے یہ ایسی کوئی مشکل بات نہیں ہے...... میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں۔"

"سر پھر مجھے کیا کرنا چاہئے اس سلسلے میں۔"

"جو گفتگو کرو سچائی سے کرو۔"

"دیکھئے سر اب اگر میں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کروں گا تو آپ اس کو تسلیم نہیں کریں گے...... وہ طریقہ آپ ہی مجھے بتادیجئے جس سے آپ کو میرا یقین آجائے۔"

"مسٹر شہاب ثاقب تمہارے بارے میں رپورٹ ہے کہ تم بہت ہی سخت مزاج اور سخت گیر آفیسر ہو، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک اپنا مقصد پورا نہ کرلو۔"

"سر دشمنوں نے اُڑائی ہے۔"

"نہیں مجموعی طور پر میں اس بات کو برا نہیں سمجھتا...... انسان جو کام بھی کرے اس میں اسے مخلص ہونا چاہئے، لیکن کہیں کہیں اپنے اندر لچک بھی پیدا کرنی پڑتی ہے...... ہما کو اس الزام سے بری الذمہ قرار دینے کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے، غالباً یہ کیس بھی تم ہی ڈیل کررہے ہو۔"

"نہیں سر کیس تو متعلقہ تھانے کا ہے اور میری ذمے داری یہ ہے کہ کہیں کسی بھی جگہ کوئی مسئلہ درپیش ہو اس پر میں کام کروں سر یہی میری اپنی ذمے داری ہوتی ہے۔"

"ہوں...... چلو ٹھیک ہے متعلقہ تھانے کا آفیسر تمہارے ساتھ مکمل تعاون کرے گا...... اس کی ذمے داری میں لئے لیتا ہوں...... ڈی آئی جی نادر حیات کو اس بارے میں بتانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے...... تم اپنے طور پر اس کیس سے دستبردار ہو جاؤ۔"

"سر میں تو اس سلسلے میں کوئی خاص کارروائی کر ہی نہیں رہا۔"

"چوکیدار کا اغوا اس سے پہلے میرے شوروم سے کاغذات غائب کرنا یہ تمہارا نہیں تو اور کس کا کام ہے۔"

"سر ڈیوٹی تو ڈیوٹی ہوتی ہے۔"

"مجھے بتاؤ اس سلسلے میں تم میرے ساتھ کیا تعاون کرسکتے ہو؟"

"بہترین تعاون سر بہت اچھا تعاون کرسکتا ہوں...... میں آپ سے۔" شہاب نے

اضل دارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا...... فاضل دارا گہری نگاہوں سے شہاب کا جائزہ لے رہا تھا، پھر وہ بولا۔

"بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"سر پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے ڈی آئی جی صاحب سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے آپ کے سامنے مجھے ہدایت کردی تھی کہ میں ہما صاحبہ کے خلاف کوئی تحقیقات نہ روں...... بھلا صاحب کا حکم ہو اور میں انکار کردوں لیکن بہرحال اگر آپ مجھ سے مشورہ نگتے ہیں تو میں آپ کو ایک ہی مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"ہاں بولو کیا؟"

"سر! ہما صاحبہ کو اپنے جرم کا اعتراف کرلینا چاہئے...... یہ جانا بوجھا قتل نہیں ہے، یکن بہرحال اسے قتل قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ مرحوم اشتیاق علی نے ان کی تیز رفتاری پر نہیں روکنے کی کوشش کی تھی اور انہوں نے صرف اس بات پر جھلا کر اشتیاق علی کو ٹکر ردی تھی کہ ان کا راستہ کیوں روکا گیا اور اس ٹکر مارنے سے ہی اشتیاق علی کی موت واقع وئی...... وکیل استغاثہ جب عدالت میں گفتگو کرے گا تو اسے قتل ہی قرار دیا جائے گا لیکن ر ہما صاحبہ یہ اعتراف کرلیں کہ اس وقت وہ نشے کے عالم میں تھیں اور انہیں صحیح طور پر ندازہ نہیں ہوسکا تھا تو انہیں معمولی سی سزا ہو جائے گی اور یہ بات آسانی سے ختم ہو جائے ا، اس کے بعد سر میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ہما صاحبہ کی اصلاح کرنے کی شش کی جائے، ان کے مزاج کو ٹھنڈا کیا جائے۔"

"تم وہی بکواس کررہے ہو آفیسر جس سے میں نے تمہیں اس وقت بھی منع کیا تھا...... ا اگر اعتراف کرے گی تو اسے سزا ہو جائے گی، تم جانتے ہو، اگر پولیس اس کے نزدیک بھی کر کھڑی ہوئی تو وہ یا تو دو چار پولیس والوں کو قتل کردے گی یا پھر خودکشی کرلے گی، سمجھ ہے ہو میری بات۔"

"جی سر، جی سر۔" شہاب نے سہمی ہوئی اداکاری کرنے کی کوشش کی۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کا ثبوت ہی کیا ہے کہ حادثہ ہما کی کار سے ہوا؟"

"ثبوت کوئی خاص نہیں ہے۔"

"تو پھر اس بکواس کی کیا ضرورت ہے۔"

"سر کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"سنو آفیسر ایک منٹ رکو ہمانے یہ حادثہ نہیں کیا...... وہ کار وہی ہے جس میں ہما کلب سے واپس آئی تھی، تم نے چوکیدار کو اغوا کر کے اس سے بھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی، نہ ہی تم نے میرے شوروم سے کاغذات غائب کئے، تم نے کچھ بھی نہیں کیا آفیسر سمجھ رہے ہوناں؟"

فاضل دارا نے ایک چھوٹا سا بیگ نکالا اور اس کی زپ کھول کر اسے شہاب کے سامنے اُلٹ دیا...... ہزار ہزار کے نوٹوں کی پانچ گڈیاں باہر نکل پڑی تھیں...... شہاب کا چہرہ سرخ ہو گیا...... یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کا دم نکل گیا ہو، فاضل دارا نے ایک ایک گڈی اٹھا کر دوبارہ بیگ میں رکھی، اس کی زپ بند کی اور پھر مسکراتی نگاہوں سے شہاب کو دیکھ کر بیگ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"ہما تو وہ ہو ہی نہیں سکتی تم اپنے طور پر تھانہ انچارج کو ہدایت دے سکتے ہو کہ اصل مجرم کو تلاش کیا جائے۔"

"سر آپ بالکل فکر ہی نہ کریں بھلا کس کی مجال ہے کہ وہ ایسی کوئی کوشش کرے۔"

"یہی میں کہہ رہا تھا آفیسر بے ہودہ قسم کے جذباتی لوگ زندگی میں صرف نقصانات ہی اُٹھاتے ہیں انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ابھی تو تمہیں ترقی کی بہت سی منازل طے کرنی ہیں، خود اپنے ہی راستوں میں پتھر اُٹھا اُٹھا کر ڈالو گے تو کیا ملے گا تمہیں۔"

"سر مجھے آپ جیسے لوگوں کی رہنمائی درکار ہے۔"

"میں تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا...... کیا اب میں مطمئن ہو جاؤں کہ ابھی فاضل دارا۔" منہ سے اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اُٹھی اور فاضل دارا نے شہاب کو انگلی اُٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا، پھر اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"کون ہے؟"

"فاضل دارا صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"شہنشاہ آپ سے مخاطب ہے۔"

"کیا بکواس ہے کہاں کے شہنشاہ ہو تم؟"

"اپنی مملکت کا، اپنی بے تاج مملکت کا شہنشاہ ہوں میں۔"

"سڑک چھاپ مسخرے معلوم ہوتے ہو کیا بکواس کرنا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"اس حادثے کے بارے میں گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے عرض کیا ناں کہ اس حادثے کے بارے میں گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"تم مجھے پاگل معلوم ہوتے ہو آخر ہو کون؟"

"سوچ لیجئے فاضل دارا صاحب اس پاگل کی دیوانگی آپ کو بہت مہنگی پڑ سکتی ہے...... میں قانونی آدمی نہیں ہوں بلکہ قطعی طور پر غیر قانونی ہوں اور ایک غیر قانونی شخص کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کی بیٹی نے ایک پولیس سارجنٹ کو ہلاک کر دیا ہے اور قتل کی مجرم ہے...... آپ کو پتا ہے کہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے...... آپ سوچ لیجئے یا تو آپ فوری طور پر پچاس لاکھ روپیہ ادا کر دیجئے، یہ رقم شہنشاہ آپ سے وصول کرے گا، اس پچاس لاکھ میں اس نے کئی حصے رکھے ہیں، جن میں سے دس لاکھ کی رقم اس بیوہ کو بھی ملے گی جس کے سامنے اب دو بچوں کے مستقبل کا سوال ہے؟ اس کے علاوہ شہنشاہ آپ جیسے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچاتا ہے اسے اپنی یہ آرگنائزیشن چلانے کے لئے بھی رقم درکار ہوتی ہے...... پچاس لاکھ روپے اور فوری فیصلہ ورنہ۔"

اس کے بعد جواب میں فاضل دارا نے اپنی شخصیت کو نظر انداز کر کے موٹی موٹی اور گندی گالیاں بکنا شروع کر دی تھیں اور دوسری طرف خاموشی تھی، پھر شہنشاہ کی آواز اُبھری۔

"ٹھیک ہے اب اس رقم میں دس لاکھ روپے کا اضافہ کیا جاتا ہے، یعنی 60 لاکھ اور اس کے بعد اگر آپ نے مزید بکواس کی تو اسی حساب سے اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں گندے کتے تو کون ہے، اچھی طرح سمجھ رہا ہوں تو اشتیاق علی کا سالا ہے...... یعنی وہی زمان اب تو شہنشاہ کی آواز میں مجھے فون کر رہا ہے، لیکن مجھے جانتا نہیں ہے کہ میں کون ہوں...... تم جیسے گدھوں کو میں چٹکی بجا کر مسل دیا کرتا ہوں۔"

"اگر تم نواز کو کسی مشکل میں پھنسانا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے بعد میں تمہیں کل اسی وقت فون کروں گا...... ساٹھ لاکھ روپے کی رقم کا انتظام کر لینا ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

ایک بار پھر فاضل دارا نے گالیاں بکیں اور پھر فون بند کر دیا...... شہاب سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کون تھا سر؟" شہاب نے سوال کیا اور فاضل دارا اسے گھورنے لگا، پھر غصیلے انداز میں بولا۔

"ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے...... سڑک پر بھونکنے والے کتے بھی کاٹنے کے لئے دوڑنے لگتے ہیں، لیکن کتوں کو با آسانی گولی ماری جاسکتی ہے...... اصل میں تمہیں علم نہیں ہے اشتیاق علی کے مسئلے میں نہ جانے کیوں لوگوں نے مجھے کھلونا بنا رکھا ہے...... اشتیاق علی کا ایک سالا ہے زمان نام ہے اس کا بے غیرت اور ذلیل قسم کا انسان ہے...... میں وہاں از راہ خدا ترسی گیا تھا اور میں نے اس کی بیوہ کو دو لاکھ روپے دینے کی کوشش کی تھی...... جوان عورت تو اپنا مستقبل جانتی ہے...... یہ دو لاکھ روپے اسے کافی سہارا دے سکتے تھے، لیکن اشتیاق علی کی ماں جذباتی ہوگئی، اس نے مجھے ٹھکرا دیا بعد میں پھر اس عورت کا بھائی میرے پاس آیا اور اس نے وہ دو لاکھ روپے مجھ سے وصول کرنے کی کوشش کی، میں نے اسے دھکے دے کر نکلوا دیا...... یہ ہے صورت حال۔"

سر آپ فوراً اس کے بارے میں رپورٹ کیجئے، اس وقت بھی کیا وہی رقم مانگ رہا تھا؟"

"ہاں لیکن فکر کی بات نہیں ہے اس جیسے چوہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، میں خود دیکھ لوں گا اسے۔"

"تو سر مجھے اجازت؟" شہاب کی جیسے سانس پھولی ہوئی تھی۔

"سنو یہ پانچ لاکھ روپے ہیں اور آفیسر تم پانچ لاکھ روپے کی قیمت ضرور جانتے ہو گے تمہارا کام یہ ہے کہ صورت حال کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کرو اور ان سارے معاملات کو اپنے طور پر سنبھال لو۔"

"سر آپ کو بالکل بے فکر رہنا چاہئے...... اب یہ میری ذمے داری ہے۔" شہاب نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تو اس کے لئے کیا حکم ہے سر؟ کیا میں اسے گرفتار کر لوں؟"

"نہیں اسے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"سر ٹھیک ہے لیکن کوئی غیر قانونی کام نہ کیجئے گا۔"

"تم فکر مت کرو...... میں سب کچھ سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"تو پھر مجھے اجازت؟"

"ہاں تم جاؤ...... اب میں نے اپنے مفادات کی نگرانی تمہارے سپرد کر دی ہے...... ہم پر کوئی آنچ نہیں آنی چاہئے...... ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کہ اسے ملک سے باہر بھیج دوں...... بہت دن سے مجھ سے تقاضا کر رہی ہے کہ روم جانا چاہتی ہے...... میرا خیال ہے میں اسے کچھ دنوں کے لئے روم روانہ کر دیتا ہوں...... سیر و سیاحت بھی کرلے گی اور اس دوران یہ تمام معاملات بھی نمٹ جائیں گے۔"

"جی سر۔" شہاب نے کہا اور اس کے بعد وہ فاضل دارا سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔

✿

زمان ایک بدکردار اور اوباش نوجوان تھا...... اشتیاق علی کی بیوہ صوفیہ اس پر ذرا بھی اعتبار نہیں کرتی تھی...... زندگی میں کبھی زمان کام نہیں آیا تھا...... بس واجبی سی ملاقاتیں تھیں اس سے لیکن اس وقت نہ جانے کس منصوبے کے تحت یہاں آ گیا تھا...... ابتدائی چند روز تو اس نے خاموشی سے گزارے...... بڑی سرگرمی سے سارے معاملات میں حصہ لیتا رہا، لیکن اس دن سے اس کا موڈ بہت زیادہ بگڑ گیا تھا...... جب قیصر جہاں یعنی اشتیاق علی کی والدہ نے وہ دو لاکھ روپے ٹھکرا دیئے تھے...... زمان نے ان لوگوں کو یہ تو نہیں بتایا تھا کہ وہ خود وہاں پہنچا تھا اور بے عزت کر کے نکالا گیا تھا، لیکن واپس آنے کے بعد اس کا موڈ بہت زیادہ خراب تھا، پھر اس نے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے...... ایک دو دن خاموشی سے گزارے اور پھر ایک دن اس نے صوفیہ سے کہا۔

"صوفیہ کچھ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا ہے تم نے...... کیا خیال ہے کیا یہیں وقت گزارو گی یا پھر میرے ساتھ چلنا ہے تمہیں؟"

"تمہارے ساتھ کہاں چلوں گی میں؟" صوفیہ نے کہا۔

"تو یہاں کیا جھک مارو گی...... اب اس گھر سے تمہارا کیا واسطہ...... میں تمہیں یہاں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"دیکھو...... زمان...... ساری باتیں اپنی جگہ، یہ خاتون جو میری ساس ہیں...... میری ماں کی جگہ ہیں...... اشتیاق علی ان کی بہت عزت کرتے تھے...... میں انہیں کبھی تنہا نہیں

چھوڑ سکتی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے...... تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہے...... تم بھلا اپنے بارے میں کیا فیصلہ کر سکتی ہو۔"

"کمال کرتے ہو...... جب میں نہیں چاہتی تمہارے ساتھ جانا تو کیا تم مجھے زبردستی لے چلو گے؟"

"میں تمہاری آنکھیں کھولنا چاہتا ہوں صوفیہ۔"

"کیا مطلب؟"

"اس بڑی بی نے ناگن کی طرح ہر چیز پر قبضہ جمار کھا ہے...... کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گی کہ اشتیاق علی کا بنک بیلنس کیا ہے؟ اس کی کتنی جائیداد ہے؟ کیا کیا کچھ بنا رکھا ہے اس نے؟"

"تمہیں یہ بتانا کیا ضروری ہے؟"

"ہاں اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا مستقبل تباہ ہو جائے...... یہ بڑی بی جس قدر چالاک نظر آتی ہیں مجھے تم یقین کرو صوفیہ تمہیں دردر کی بھیک منگوا دیں گی یہ۔"

"فکر مت کرو زمان...... تم سے اس وقت بھی کچھ نہیں مانگوں گی میں۔"

"پتا نہیں تمہارے دل میں میرے لئے کیا ہے...... مجھ سے بڑا ہمدرد تمہارا اور کون ہو سکتا ہے، اس دُنیا میں...... تم نے دیکھا نہیں...... بڑی بی نے دو لاکھ روپے کس طرح ٹھکرا دیئے...... اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟" صوفیہ نے پوچھا۔

"اشتیاق علی کا بنایا بہت کچھ ہو گا جو ان کے پاس محفوظ ہے...... یہ اپنا مستقبل محفوظ سمجھتی ہیں۔"

"دیکھو زمان ہمارے گھر کے معاملات ہم تک ہی رہنے دو...... میں نہیں چاہتی کہ تم اس مسئلے میں کچھ بھی کرو۔"

"اگر تم نہ بھی چاہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارے مفادات کا نگراں ہوں۔" اتنی دیر میں قیصر جہاں کمرے میں آ گئیں...... انہوں نے کہا۔

"زمان...... ٹھیک ہے...... میں مانتی ہوں کہ صوفیہ تمہاری بہن ہے لیکن بیٹے ہم اس

ت کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ اب تمہیں اپنے گھر میں رکھیں...... جاؤ اپنا راستہ ناپو، بچیوں
نگرانی اللہ کے سپرد ہے...... ہم دونوں ان کی خدمت کریں گے۔"

"دیکھو...... محترم خاتون...... بزرگی میں انسان کو اپنی بزرگی کا خود احترام کرنا پڑتا ہے،
ر کوئی شخص اپنی عزت کرانا نہ جانے تو پھر اسے بہت برے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"کر رہے ہیں بیٹے برے حالات کا سامنا...... آج اگر ہمارے رکھوالے ہوتے تو تم اس
رح مجھ سے بات نہ کرتے۔"

"میں نے تو نہیں چھین لئے آپ کے رکھوالے...... ہر انسان کو موت آتی ہے مر جاتا
ہ...... اشتیاق علی کی زندگی اتنی ہی تھی...... اب حادثہ یا واقعہ جو کچھ بھی ہوا ہو اس کا ذمے
ر کم از کم میں تو نہیں ہوں، دیکھئے محترمہ، مجھے شرافت سے بتا دیجئے کہ اشتیاق علی نے کیا
ہ چھوڑا ہے...... جو آپ نے دبا رکھا ہے؟"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو بہر حال وہ میرا بیٹا تھا...... کیوں دل دکھا رہے ہو زمان......
ڈ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے...... ایسی باتیں مت کرو...... بس اب میں نہیں چاہتی کہ تم
ک منٹ بھی یہاں رہو۔"

"کون نکالے گا مجھے یہاں سے...... اشتیاق علی پولیس میں تھا...... خاصی طویل سروس
ہ اس کی، اس کے واجبات اسے ملیں گے اس کے علاوہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک پولیس
ارجنٹ صرف تنخواہ پر گزارا کرتا ہو...... میں یہ تمام حقائق معلوم کئے بغیر یہاں سے نہیں
اؤں گا اور تم کیا سمجھتی ہو بڑی بی...... کیا میں صوفیہ کو اب تمہارے پاس چھوڑ دوں گا...... میں
نا دونوں بچیوں کو بھی لے جاؤں گا اور صوفیہ کو بھی لے جاؤں گا...... اشتیاق علی کے
جبات صوفیہ کو ملیں گے...... تم اسی چکر میں ہو گی کہ اس کی سروس کی جو رقم ملے اسے بھی
رپ کر لو۔"

"لعنت ہو تم پر...... ظاہر ہے تم ان تمام باتوں کو کیا جانو...... ماں سے یہ بات کر رہے
ہ کہ وہ بیٹے کے واجبات کے چکر میں ہو گی اور اگر ایسا ہے بھی تو تم بے فکر رہو...... ان میں
ے کوئی چیز تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دوں گی میں۔"

"پھر دیکھتا ہوں...... کون مجھے یہاں سے نکالتا ہے۔"

"سوچ لو زمان...... یہ مت کہنا کہ تمہارے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔"

"سوچ لیا ہے میں نے۔"

"تو ٹھیک ہے...... میں ابھی آتی ہوں۔" قیصر جہاں نے کہا اور اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گئیں...... زمان، صوفیہ کو گھورنے لگا تھا۔

"تمہارا خون اتنا سفید ہو جائے گا...... مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔"

"تم بہت برا کر رہے ہو زمان...... میں سمجھتی ہوں کہ تم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو۔"

"کیا سمجھتی ہو تم؟"

"بس زمان...... میری زبان نہ کھلواؤ...... سب کو جانتی ہوں اور اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"صوفیہ یہ عورت تمہارا مستقبل تباہ کر دے گی۔"

"میری تقدیر میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا...... نہ اسے تم بدل سکتے ہو اور نہ کوئی اور۔"

"یہ گئی کہاں ہے۔" زمان نے کہا اور باہر نکل آیا لیکن قیصر جہاں نے کام دکھا دیا تھا...... محلے کے ایک بزرگ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ آ گئے تھے...... دونوں بیٹے ہٹے کٹے اور طاقتور نظر آ رہے تھے...... زمان نے انہیں دیکھا اور ایک لمحے کے لئے بوکھلا کر رہ گیا...... ستارے گردش میں تھے اور اسے نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ وقت سازگار نہیں ہے...... اس نے پھر بھی ہمت سے کام لیا اور بولا۔

"جی فرمائیے...... کیسے تشریف لانا ہوا؟"

"بیٹے...... یہ قیصر جہاں ہماری بہت ہی محترم بہن ہیں اور اس وقت ہم لوگ اپنا فرض جانتے ہیں...... ان کا کہنا ہے کہ تم انہیں پریشان کر رہے ہو اور صوفیہ بیٹی کو بھی۔"

"آپ کو علم ہے کہ میں صوفیہ کا بھائی ہوں؟"

"ہاں...... ہمیں علم ہے۔"

"تو پھر اس کے بعد اس بات کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ آپ اس طرح گھر میں منہ اٹھائے چلے آئیں...... آپ کو علم ہے کہ صوفیہ عدت میں ہے اور عدت کے دوران کسی غیر مرد کی صورت نہیں دیکھی جاتی۔"

"یہ سارے فیصلے ہم خود کر لیں گے بیٹے...... پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم یہاں سے کتنی دیر میں جا رہے ہو؟" بزرگ نے کہا۔

"یہ گھر میری بہن کا ہے...... مجھے کون یہاں سے نکال سکتا ہے۔" صوفیہ بھی باہر آ گئی تھی...... زمان نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"صوفیہ کیا مذہب کو بھی بھول گئیں...... تمہیں غیروں کے سامنے اس طرح آنا چاہئے۔"

"دور جو کھڑے ہیں ناں زمان...... یہ مجھے بہن کہتے ہیں اور میں انہیں خلوص دل سے ھائی سمجھتی ہوں۔"

"تم کیا سمجھتی ہو اور کیا نہیں سمجھتی...... میں یہ سب کچھ نہیں جانتا...... چلو اندر جاؤ۔"

"نہیں صوفیہ بیٹی...... ذرا ایک مشکل ہے وہ حل کرتی جاؤ۔" بزرگ نے کہا۔

"جی چچا جان۔"

"زمان میاں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا کر رہے ہیں...... کیا تم اس سے اتفاق کرتی ہو؟"

"چچا جان...... ہم اپنے معاملات خود دیکھنا چاہتے ہیں...... ہمیں زمان کی ضرورت نہیں ہے...... یہ زبردستی یہاں ہیں اور زبردستی یہیں رہنا چاہتے ہیں۔"

"زبردستی۔" بزرگ نے کہا۔

"جی...... شاید یہ ہماری اس وقت کی تنہائی سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔"

"مگر بیٹے تم تنہا کہاں ہو...... ہم جو ہیں تمہارے ساتھ...... چلو زمان میاں...... فوراً اپنا سازوسامان اُٹھالو اور یہاں سے نکل جاؤ۔" بزرگ نے کہا۔

"اور اگر ایسا نہ کروں تو؟"

"تو پھر یہ فرائض ہم سر انجام دیں گے۔" دونوں نوجوان آگے بڑھے اور زمان ڈر گیا۔

"ٹھیک ہے...... بہن کے گھر میں یہ غنڈہ گردی ہو رہی ہے...... دیکھ لوں گا ایک ایک...... زمان ہے میرا نام۔"

"کچھ ہے بیٹا سازوسامان یا خالی ہاتھ ہی بہن کے گھر آ گھسے ہو جو ہے وہ اُٹھالو۔"

"میں آپ لوگوں کو...... آپ لوگوں کو اچھی طرح دیکھ لوں گا۔" زمان نے کہا اور اپنا ھوٹا سا اٹیچی کیس اٹھا کر باہر نکل آیا...... غصے سے اس کا خون کھول رہا تھا...... بہت بڑا جرم تو ں نے اب تک نہیں کیا تھا، لیکن طبیعت جرائم پیشہ ضرور تھی...... گھر سے باہر نکلا تو یہ سوچ نکلا تھا کہ ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھ لے گا...... قیصر جہاں ذرا سکون سے رہ کر تو دکھا دیں ں گھر میں...... گلی عبور کر کے وہ مین روڈ میں نکل آیا...... مین روڈ پر ایک پیلی ٹیکسی کھڑی

ہوئی تھی، جو سٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور زمان کے قریب پہنچ گئی...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بھیانک سی صورت کے آدمی نے کہا۔

"ٹیکسی چاہئے صاحب؟" زمان نے چونک کر اسے دیکھا...... پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا...... زمان نے دو قدم آگے بڑھا کر کہا۔

"نہیں مجھے ٹیکسی نہیں چاہئے۔"

"لیکن یہ اٹیچی کیس تو ہمارے حوالے کر دو۔" پیچھے سے اترنے والے شخص نے کہا اور زمان کو اس کے ہاتھ میں پستول نظر آ گیا...... زمان کانپ کر رہ گیا تھا۔

"اس میں صرف چند جوڑے کپڑے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"مگر اٹیچی کیس کے ساتھ تم تو ہو۔"

"کک...... کیا؟"

"سڑک چل رہی ہے...... زیادہ گڑبڑ مت کرو...... ورنہ سینے میں سوراخ کر دوں گا۔" پستول والے شخص نے کہا۔

"مم...... مگر مجھے کرنا کیا ہے بھائی...... لے لو اگر یہ اٹیچی کیس لینا چاہتے ہو تو۔"

"میں نے کہا ناں اٹیچی کیس کے ساتھ تمہیں بھی چلنا ہے۔" اس نے آگے بڑھ کر زمان کا کالر پکڑا اور اسے پیچھے دھکیل کر ٹیکسی میں داخل کر دیا...... زمان ارے ارے ہی کرتا رہ گیا تھا لیکن اس شخص نے پستول کی نال، زمان کی کمر سے لگا کر خود بھی بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا اور اس کے بعد ٹیکسی برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی...... زمان کے ہوش و حواس گم ہو رہے تھے...... یہ کیا ہو رہا ہے...... وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، پھر وہ خاموش ہی بیٹھا رہا تھا...... خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ کام بھی قیصر جہاں نے کیا ہے...... بڑی بی اس قدر تیز ہیں...... اسے اندازہ نہیں تھا...... بہر حال وہ ٹیکسی میں خاموشی سے بیٹھا رہا پھر جب ٹیکسی فاضل دارا کی کوٹھی میں داخل ہوئی تو زمان ایک بار پھر چونک پڑا...... ٹیکسی اندر جا کر رک گئی اور اس کے بعد پستول والے شخص نے اسے اترنے کے لئے کہا۔

"مم...... مگر بات تو بتا دے پیارے بھائی...... یہ تو فاضل دارا صاحب کی کوٹھی ہے۔"

جواب میں اس شخص کے اُلٹے ہاتھ کا تھپڑ زمان کے منہ پر پڑا تھا اور اس کے بعد زمان کو گھسیٹتے ہوئے اندر لے جایا گیا اور اس بڑے کمرے میں پہنچا دیا گیا، جہاں فاضل دارا ایک صوفے پر

بیٹھا پائپ کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا...... زمان کو یہ اندازہ تو ہو ہی چکا تھا کہ اسے جس انداز میں لایا گیا ہے...... وہ مجرمانہ ہے اور اس طرح کسی کو اغوا کر کے لانے والے اسے کسی نیک مقصد کے تحت تو نہیں لائے ہوں گے...... اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے، اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ سب کیا ہے؟ فاضل دارا صاحب مجھے اس طرح یہاں کیوں لیا گیا ہے؟" فاضل دارا نے منہ سے دھواں چھوڑا پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"تم دو لاکھ وصول کرنے کے لئے میرے پاس آئے تھے...... مسٹر زمان اور میں نے نہیں دھکے دے کر باہر نکال دیا تھا، لیکن میں نے سوچا کہ جو شخص اپنی مارکیٹ اس طرح ڈھا سکتا ہے...... وہ کام کا آدمی ہو سکتا ہے...... تم نے پچاس لاکھ کے ساٹھ لاکھ کر دیئے ل...... مائی ڈیئر مسٹر شہنشاہ۔"

"جی۔" زمان حیران لہجے میں بولا۔

"لیکن بے وقوف کے بچے ہو تم...... مجھ سے اس قسم کی حرکت کرنے سے پہلے تمہیں ضل دارا کے متعلق معلومات حاصل کر لینی چاہئے تھیں۔"

"کس قسم کی حرکت...... فاضل دارا صاحب...... میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔" زمان ریادی لہجے میں بولا۔

"شہنشاہ کی حیثیت سے مجھے فون کر کے پچاس لاکھ تم نے نہیں طلب کئے تھے؟"

"جی؟"

"اداکاری مت کرو...... میری آنکھیں بہت گہرائیوں میں دیکھتی ہیں۔"

"لل...... لیکن فاضل دارا صاحب۔"

"پورے پچاس لاکھ دوں گا تمہیں میری جان...... فکر کیوں کرتے ہو...... کیوں پچاس کھ لو گے ناں؟"

"آپ یقین کریں...... آپ کو نہ جانے کیا غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"خیر تم جو کچھ بھی کہہ لو...... دادل بند کر دو اسے...... ہاتھ پاؤں باندھ کر، نیچے تہہ نے میں ڈال دو...... میں اسے پچاس لاکھ دے کر ہی رخصت کروں گا۔"

"دیکھئے...... فاضل دارا صاحب...... مم...... مم...... میں...... میں تو میں تو ویسے ہی......

ان لوگوں نے بھی مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔" جواب میں فاضل دارا نے قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

"تم لوگ سوچتے ہو کہ یہ دولت جو ہم لوگوں نے کمائی ہے...... بس یوں ہی ہماری جیب تک پہنچ گئی ہے...... اس کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے...... تم جیسے نکمے اور ناکارہ لوگ نہیں سوچ سکتے...... تم چھوٹے چھوٹے ذہنوں کے مالک، یہ سمجھتے ہو کہ آسانی سے تم یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہو...... دادل منہ کیا دیکھ رہا ہے لے جا اسے...... بند کر دے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کرنا۔" پھر زمان دہائیاں دیتا رہا...... گڑگڑاتا رہا تھا، ہاتھ جوڑ جوڑ کر معافی مانگتا رہا تھا لیکن دادل اور فرید خان نے اسے پکڑا اور اسے ساتھ لے کر چل پڑے...... تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک تہہ خانے میں اتار دیا گیا...... یہاں پہنچنے کے بعد اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں ریشمی رسی سے جکڑ دیئے گئے اور جب زمان نے چیخنے اور شور مچانے کی کوشش کی تو اس کے منہ پر ٹیپ بھی لگا دیا گیا تھا۔"

"تو عظیم شہنشاہ اب تم یہاں آرام کرو۔" دادل نے کہا پھر وہ اور فرید خان اسے چھوڑ کر باہر نکل آئے...... فاضل دارا اپنے کمرے میں موجود تھا...... اس نے ان دونوں کو دیکھا...... اس کے چہرے پر اب بھی خاصی اُلجھن کے آثار نظر آ رہے تھے، فرید خان نے کہا۔

"سر...... آپ کا خیال ہے کہ اسی نے شہنشاہ کی حیثیت سے آپ کو فون کیا تھا؟"

فاضل دارا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا...... دیر تک وہ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اس کا فیصلہ تو اسی وقت ہو گا جب دوبارہ شہنشاہ کا فون نہ آئے۔"

"جی سر لیکن؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو...... میں لیکن...... ویکن کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"جی سر۔"

پھر رات ہو گئی...... فاضل دارا اپنی آرام گاہ میں کسی زخمی چیتے کی مانند ٹہل رہا تھا...... فرید خان اس کے پاس موجود تھا اور خاموشی سے فاضل دارا کی بے چینی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"سر...... میرا خیال ہے...... آپ نے صحیح جگہ ہاتھ رکھ دیا ہے...... اب کسی شہنشاہ کا فون نہیں آئے گا۔" فاضل دارا کے ہونٹوں پر مدھم مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا...... فرید خان کہ میں نے یہاں تک کا سفر کسی گھوڑے پر بیٹھ کر نہیں کیا ہے...... مشقت کی ہے میں نے...... ان جیسے چوہے اگر مجھے نقصان پہنچا دیں تو پھر مجھے خودکشی کر لینی چاہئے...... معاملہ اگر بابا کا نہ ہوتا تو میں کسی قیمت پر ان لوگوں کو اتنا موقعہ نہ دیتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ بابا کی طرف شک کی ایک بھی نگاہ پڑے۔"

"جی سر...... بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے...... میرا خیال ہے اب کسی شہنشاہ کا فون نہیں آئے گا۔" فاضل دارا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور فاضل دارا کی مسکراہٹ فوراً ہی سکڑ گئی تھی۔ ایک لمحے تک وہ خوفزدہ نگاہوں سے فون کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد آگے بڑھ کر اس نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"فاضل دارا۔" دوسری جانب سے وہی جانی پہچانی آواز سنائی دی اور فاضل دارا سکتے میں رہ گیا۔

"بولتے کیوں نہیں فاضل دارا؟"

"کون ہو؟"

"شہنشاہ۔"

"اوہ تم؟"

"ہاں...... کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے...... تم کیا سمجھتے ہو، کیا میں تمہیں ساٹھ لاکھ روپے دے دوں گا؟"

"نہیں...... فاضل دارا...... اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تم اتنے شریف آدمی نہیں ہو لیکن شاید تم نے اس معاملے کو بہت آسان لیا ہے۔"

"دیکھو...... مجھ سے آکر ملاقات کرو...... مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

جواب میں فاضل دارا کو قہقہہ سنائی دیا تھا، پھر دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اور اس کے باوجود تم یہ کہتے ہو کہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں تم سے ملنے آؤں گا۔"

"میں دوسری قسم کا آدمی ہوں، اگر تم واقعی مجھ سے تعاون کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے ملاقات کرو۔"

"ٹھیک ہے...... کل...... کس وقت ملاقات کرو گے مجھ سے؟"

"جب چاہو۔" فاضل دارا نے جواب دیا۔

"کہاں پہنچنا ہوگا؟"

"یہاں میری کوٹھی میں آجاؤ۔"

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو فاضل دارا؟" دوسری طرف سے آواز آئی اور فاضل دارا ریسیور کو گھورنے لگا، پھر اس نے کہا۔

"پھر تم کہاں چاہتے ہو؟"

"یہ بھی کل گیارہ بجے تمہیں فون پر بتاؤں گا لیکن ایک بات کا جواب دو...... کیا تم مجھے ساٹھ لاکھ روپے ادا کرنے کو تیار ہو؟"

"یہ فیصلہ تو تم سے ملاقات کے بعد ہوگا۔"

"ٹھیک ہے فاضل دارا...... کل گیارہ بجے میں تمہیں پھر فون کروں گا...... کل ٹھیک دن کو گیارہ بجے۔" دوسری طرف سے آواز بند ہوگئی...... فاضل دارا چند لمحات ریسیور ہاتھ میں لئے کھڑا رہا، پھر اس نے مایوس نگاہوں سے فرید خان کو دیکھا اور بولا۔

"یہ کیا ہوا؟"

"سر! کیا کہہ رہا تھا؟" فاضل دارا نے فرید خان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ زمان نے وہ فون نہیں کیا تھا۔ زمان کی آواز اس سے بالکل مختلف ہے...... میں نے خاص طور سے اس بات پر غور کیا تھا۔"

"سر! زمان جس جگہ کا آدمی ہے، وہ اس انداز میں بات کر نہیں سکتا۔"

"ہونہہ پھر کون ہو سکتا ہے؟"

"ایک اور شخص میرے ذہن میں آتا ہے۔" فرید خان نے کہا۔

"کون؟"

"وہی پولیس آفیسر! شہاب ثاقب۔"

"اوہ...... ڈفر ہو تم...... بالکل بے وقوف...... وہ اب ہمارا آدمی ہے...... یوں سمجھ لو کہ اب وہ ہمارے لئے کام کر رہا ہے۔"

"سر...... آپ کو اس کا ماضی یاد ہے...... آپ کو اس کے بارے میں تمام تفصیل فراہم کی تھی میں نے؟"

"سب کچھ پتا ہے مجھے...... بہر حال وہ میرے خلاف نہیں جا سکتا۔" اس بات کا مجھے یقین ہے لیکن یہ شہنشاہ اس نے مجھے ذہنی طور پر پریشان کر دیا ہے...... یہ کون سی بلا گلے پڑ گئی...... باقی لوگ تو نگاہوں کے سامنے ہیں، لیکن یہ بلیک میلر۔" فاضل دارا گہری گہری سانسیں لینے لگا...... کافی دیر اس طرح گزر گئی پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" فرید خان چلا گیا...... فاضل دارا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد کسی خیال کے تحت اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا...... تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سن ڈاؤن کلب۔"

"ہما فاضل دارا یہاں موجود ہے؟"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"فاضل دارا۔"

"جی سر! ہما بی بی موجود ہیں۔"

"اور اس کا باڈی گارڈ؟"

"وہ بھی اپنی جگہ مستعد ہے...... کیا میں انہیں بلاؤں؟"

"نہیں...... شکریہ۔" فاضل دارا نے فون بند کر دیا، پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

❀

سن ڈاؤن کلب، شہر کے معزز لوگوں کا کلب تھا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ لفظ معزز کا مفہوم بدل چکا ہے...... جو دولت مند ہو وہی معزز اور مہذب ہوتا ہے، چنانچہ تمام تہذیب یافتہ لوگ سن ڈاؤن کلب کے ممبر تھے...... ویسے بھی سن ڈاؤن میں تھوڑا سا اقدار کا خیال رکھا جاتا تھا...... اس وقت بھی اس کی رونق شباب پر تھی...... مستقل ممبر اور ان کے مہمان اپنے

اپنے طور پر تفریحات میں مشغول تھے...... ہما فاضل دارا کے لئے جو چیز مخصوص تھی، اس کے بارے میں تقریباً سبھی لوگ جانتے تھے کہ اس میز پر کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ تنہا ہی اپنی میز پر بیٹھا کرتی تھی...... دادل جو اس کا باڈی گارڈ تھا اس کے لئے الگ میز مخصوص تھی اور وہ بھی اپنی میز پر تنہا ہی ہوتا تھا...... اس کا کام صرف یہ ہوتا تھا کہ اطراف پر نظر رکھے اور ہما فاضل دارا کی نگرانی کرے...... اس وقت بھی وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا...... ہما اپنی میز پر بیٹھی پی رہی تھی لیکن وہ کھلنڈرا سا نوجوان جس نے ایک انتہائی خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے نقوش بھی دلکش اور جاذب نگاہ تھے...... کلب میں پہلی بار ہی نظر آیا تھا...... انوکھی بات نہیں تھی، کیونکہ بے شمار ارکان کے مہمان ان کے ساتھ آجایا کرتے تھے...... کوئی خاص فرق نہیں تھا...... حالات میں لیکن اس وقت ذرا سی تبدیلی رونما ہوئی جب یہ شوخ، کھلنڈرا سا نوجوان ہما کی میز پر پہنچا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"لوگوں کا خیال ہے کہ میں جس کی جانب متوجہ ہو جاؤں وہ مجھے کبھی نظر انداز نہیں کرتا اور میڈم یہاں پورے کلب میں مجھے آپ جیسی کوئی پروقار اور حسین شخصیت نظر نہیں آئی، جس کے ساتھ میں بیٹھ کر تھوڑا سا وقت گزار لوں۔" ہما فاضل دارا نے گھور کر اسے دیکھا...... یہ اندازہ تو اسے ایک لمحے میں ہو گیا تھا کہ یہ شکل اجنبی ہے اور کوئی اجنبی ہی یہ حرکت کر سکتا تھا، لیکن نوجوان کے الفاظ نے اس کے ذہن کو زیادہ خراب نہ ہونے دیا...... یہ الفاظ اسے ایک چیلنج محسوس ہوئے تھے اور اس وقت موڈ شاید کچھ خوشگوار تھا کہ وہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"عجیب دعویٰ ہے آپ کا؟"

"لیکن حقیقت سے دور نہیں؟"

"انسان اگر اپنے بارے میں خود فیصلے نہ کر سکے تو سمجھ لیجئے کہ اسے دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔"

"ویری گڈ...... گویا لوگوں نے آپ کو دل بھر کے بے وقوف بنایا ہے۔" ہما بولی۔

"بے وقوف؟"

"جی ہاں...... ورنہ آپ کو اپنے بارے میں اس قدر خوش فہمی نہ ہوتی۔"

"محترمہ! میں آپ کی آنکھوں میں بھی اپنے لئے پسندیدگی کے جذبات دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں...... جنگل میں بہت سے جانور خاصے خوبصورت ہوتے ہیں...... انسان انہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہی ہے۔"

"گویا آپ مجھے جنگل کا جانور کہنا چاہتی ہیں۔"

"ارے نہیں نہیں...... آپ کی بات سے اتفاق کر رہی ہوں میں۔" ہما کے ذہن میں اچانک ہی شرارت آگئی۔

"شکریہ...... آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں کیا پیوں گا؟"

"وہ ایک عام سی بات ہو جائے گی...... کیوں نہ ہم باہر کھلی ہوا میں چلیں۔ اب آپ جیسی شخصیت اگر اس انداز میں سامنے آجائے تو دل میں بہت سی خواہشیں بھی بیدار ہو جاتی ہیں۔"

"اس پذیرائی کے لئے شکر گزار ہوں۔"

"آیئے باہر ذرا...... تھوڑی دیر تک گھومتے ہیں...... ویسے آپ اس کلب میں مجھے اجنبی معلوم ہوتے ہیں؟"

"جی ہاں...... یہ بات تو بالکل درست ہے...... بس ایسے ہی ایک کرم فرما کے ساتھ آگیا تھا۔"

"وہ کرم فرما کہاں ہیں؟"

"اپنی تفریحات میں مشغول ہیں...... میں کبھی کسی کو اپنے سر پر مسلط کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"آیئے چلتے ہیں۔" ہما نے کہا اور نوجوان کے ساتھ اُٹھ گئی...... کلب کے دونوں سمت خوبصورت لان بنا ہوا تھا...... سوئمنگ پول بھی تھا، لیکن رات کے وقت یہ حصہ عموماً ویران رہتا تھا...... باہر کی ہوا کافی خوشگوار تھی...... ہما نے باہر نکلتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے دادل کو بھی اُٹھنے کے لئے کہہ دیا تھا اور اس کے بعد وہ کلب کے عقبی حصے کی جانب چل پڑی...... اس نوجوان کو تھوڑا سا سبق دینا بہت ضروری تھا...... بس ترنگ ہی تھی جو ہما نے یہ فیصلہ کر لیا تھا...... بہر حال وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟"

"ہنی۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"گڈ...... نام بھی بہت میٹھا ہے۔"

"شکریہ۔"

"آپ نے میرا نام نہیں پوچھا؟"

"ایک اور صاحب سے پوچھا تھا...... اس وقت جب آپ مجھے اچھی لگی تھیں؟"

"گویا آپ میرا نام جانتے ہیں؟"

"جی۔"

"جس سے آپ نے میرا نام پوچھا تھا...... ذرا مجھے اس کا نام بھی بتا دیجئے۔"

"کیوں؟"

"اس کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے آپ کے بعد۔"

"اوہو...... نہیں نہیں...... اب تو ہماری، آپ کی ملاقاتیں ہوتی ہی رہیں گی۔"

"ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں...... کیوں نہیں۔" آہستہ سے چلتی ہوئی وہ لان کے عقبی حصے میں پہنچ گئی، اس جگہ روشنی بے شک تھی لیکن ان دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا، البتہ دادل تیز قدموں سے اس طرف چلا آرہا تھا...... نوجوان نے چونک کر کہا۔

"یہ کون بے وقوف ہے، کیا آپ کا کوئی شناسا؟"

"میری دُور کی نظر کمزور ہے...... قریب آجائے تو پہچانوں...... ہو سکتا ہے میرا کوئی شناسا ہی ہو۔" ہما نے کہا...... وہ ایک درخت کے قریب پہنچ کر رُک گئے...... موسم واقعی بے حد حسین تھا...... ہما کہنے لگی۔

"تو میں آپ کو پسند آگئی ہوں...... اب یہ بتایئے مجھے آپ کی کیا خدمت کرنی چاہئے؟"

"معیار سے گری ہوئی گفتگو نہ کریں...... میں ایک پاکباز طبیعت کا مالک نوجوان ہوں پسند اپنی جگہ لیکن اس کے بعد کی تمام حرکتیں گھناؤنی سمجھتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ہما سچ مچ سنک گئی۔

"مطلب یہ کہ ماحول کتنا خوشگوار ہے...... آپ ایک دلکش خاتون ہیں اور میری خوش قسمتی ہے کہ آپ بھی مجھے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہیں...... کیا اتنا کافی نہیں ہے...... اس کے بعد آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کہ آپ میری کیا خدمت کر سکتی ہیں، اگر آپ کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ میں عام رومانی نوجوان کی طرح آپ کے دلکش وجود سے کوئی لطف

حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تو معاف کیجئے گا...... یہ ایک غیر معیاری بات ہے۔"

"تم اُلو کے پٹھے ہو۔" ہما اپنے آپ کو نہ روک سکی۔

"جی۔" نوجوان حیرت سے بولا۔ اتنی دیر میں دادل قریب پہنچ گیا تھا۔ ہما نے کہا۔

"دادل اسے مارو...... اتنا مارو کہ اس کی زبان دوبارہ کبھی کسی لڑکی کے سامنے اس انداز میں نہ کھل سکے۔"

"ارے...... ارے...... ارے...... کیا بدتمیزی ہے یہ۔" نوجوان بوکھلا کر بولا لیکن دادل کے لئے ہما کا حکم زندگی اور موت کا درجہ رکھتا تھا...... اس نے دونوں ہاتھ پھیلا لئے اور خونخوار نگاہوں سے نوجوان کو دیکھنے لگا...... ہما پھر بولی۔

"کتے کے بچے...... آج تک کسی کو میری اس طرح توہین کرنے کی جرات نہیں ہوئی...... تو نے میری توہین کی ہے...... وہ صلہ ملے گا تجھے کہ پھر کبھی کسی لڑکی کے سامنے اپنے آپ کو گلفام بنا کر پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکے گا...... دادل کیا دیکھ رہا ہے، مار اسے۔" ہما نے کہا اور دفعتاً دادل نے پنجے جوڑ کر نوجوان پر چھلانگ لگا دی۔

نوجوان تو اس کی زد میں نہیں آسکا تھا لیکن وہ خود سامنے والے درخت سے جا ٹکرایا تھا...... بڑی مشکل سے اس نے خود کو زخمی ہونے سے بچایا تھا۔

"یہ بن مانس تم نے کہاں سے خریدا۔" نوجوان نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دادل کو دیکھتے ہوئے کہا، پھر بولا۔

"لیکن شاید تمہیں یہ معلوم نہیں ہے مس ہما فاضل دارا کہ بن مانس ہیوی ویٹ ہوتے ہیں اور زیادہ پھرتی سے حرکت نہیں کر سکتے...... اس کی بجائے اگر تم بندر پال لیتی تو میرے خیال میں زیادہ بہتر ہوتا۔"

دادل نے جھلا کر دوبارہ نوجوان کی جانب دوڑ لگائی...... نوجوان اگر چاہتا تو وہاں سے بھاگ کر جان بچا سکتا تھا، لیکن وہ بھی دیوانہ ہی معلوم ہوتا تھا...... بالکل اس طرح جیسے بچے، پکڑنا پکڑنا کھیلتے ہیں...... وہ ایک دائرے میں چکراتا رہا اور دادل اسے پکڑ نہ سکا۔ ہما کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا...... اس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"دادل...... تو اس کتے کو پکڑ نہیں سکتا۔" دادل نے ایک بار پھر نوجوان کو دبوچنے کی کوشش کی تھی لیکن نوجوان زمین پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دادل کی دونوں

ٹانگیں پکڑ کر انہیں کھینچ لیا..... دادل واقعی ہیوی ویٹ تھا..... طاقتور تو وہ اتنا تھا کہ اگر نوجوان اس کی گرفت میں آجاتا تو شاید دادل اس کی ہڈیاں ہی پیس کر رکھ دیتا، لیکن پھرتی میں وہ نوجوان کا مقابلہ نہیں کرپا رہا تھا، نوجوان کی اس اچانک حرکت سے وہ ایک دھماکے کے ساتھ ہما کے پیروں کے پاس ہی گرا تھا..... ہما نے جھلاہٹ میں کئی ٹھوکریں اسے رسید کردیں اور پھر خود بھی نوجوان کی جانب دوڑ پڑی۔

"تمہارے سامنے سے ہٹنا نعمتوں سے انکار کرنا ہے، کون نہ چاہے گا کہ تم جیسی حسین اور گداز لڑکی کسی کے قریب آنے کی کوشش کرے اور وہ اسے ٹھکرادے..... ہما نے اپنے ناخنوں سے نوجوان کی آنکھیں نوچنے کی کوشش کی تھی، لیکن نوجوان نے دونوں کلائیں سیدھی کرکے کچھ اس طرح کا تحفظ کیا کہ ہما کے ہاتھ تو اس کی کلائیوں میں رہ گئے، اس کا بدن اور چہرہ نوجوان کے قریب آگیا۔

"یہ آرزو تو صدیوں میں جاکر پوری ہوتی ہے اور اس آرزو کی تکمیل کے لئے میں اب شکریہ ادا کرتا ہوں..... مس ہما فاضل دار انجانے کتنے دلوں میں یہ آرزو ہوگی، لیکن اپنی اپنی تقدیر کی بات ہے، وہ جو کہتے ہیں ناں کہ بن مانگے موتی ملیں..... مانگے ملے نہ بھیک۔" ہما نے اپنا سر اس کی ناک پر مارنے کی کوشش کی تو نوجوان نے پیچھے ہٹ کر کہا۔

"نہیں..... مس ہما..... ان نازک ضربوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔" اتنے میں دادل اپنی جگہ سے اُٹھ گیا تھا اور اس طرح اسے تاک رہا تھا جیسے اس بار وہ اس کو بالکل نہیں چھوڑے گا..... ہما نے اسے اپنی جانب متوجہ کررکھا تھا اور دادل عقب سے آرہا تھا، لیکن جیسے ہی دادل نے اپنے درختوں کی شاخوں جیسے لمبے ہاتھ آگے بڑھائے اور نوجوان کو کمر سے دبوچنے کی کوشش کی نوجوان نیچے بیٹھ کر ایک طرف نکل گیا اور ہما دادل کی گرفت میں آگئی..... دادل نے گھبرا کر اسے چھوڑ دیا تھا۔ اب ہما دادل کو گھور رہی تھی۔

"کتے کے بچے..... آج تک تجھے جو کچھ کھلایا پلایا اس وقت بالکل بیکار ہو رہا ہے، تو اس معمولی سے لڑکے کو نہیں پکڑ سکتا۔"

"مجھے معمولی کہنے پر اعتراض ہے۔" دادل کی بجائے نوجوان نے کہا۔

"میں تجھے زندہ درگور کردوں گی۔"

"بڑا رومانٹک جملہ ہے..... اگر اس کی گہرائیوں میں جایا جائے..... اصل میں ہمارے

ہاں عشق و محبت کے معاملات کچھ عجیب و غریب ہیں..... یعنی اگر واقعی کسی کو کسی سے عشق ہوجاتا ہے تو پھر وہ یہ خواہش کرتا ہے کہ محبوبہ سے شادی کرے اور محبوبہ جب بیوی بن جاتی ہے تو شوہر کے لئے اتنی ہی بری بیوی ثابت ہوتی ہے کہ بس اسے زندہ درگور ہونا پڑتا ہے..... اگر تم اپنے آپ کو میری بیوی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتی ہو تو قسم کھاتا ہوں تمہیں قبول نہیں کروں گا۔"

جواب میں ہما نے ایک ایسی گندی بات کہی کہ نوجوان کا پارا چڑھ گیا، اس نے کہا۔

"بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہو بہت بڑے آدمی کی بیٹی، بہت غلیظ ہوتی ہے..... بات میری اور تمہاری اپنی ذات تک ہے نہ میں نے تمہارے ماں باپ کو کچھ کہا اور نہ تمہیں ایسی کوئی بات کہنی چاہئے تھی۔"

"تو میرے قریب آجا پھر میں تجھے بتاتی ہوں۔"

"اصل مسئلہ تو وہی ہے کہ میں تمہارے قریب آنا چاہتا ہوں لیکن اتنا نہیں کہ بعد میں تم مجھ سے نکاح کا مطالبہ کرو..... میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ بڑے پاکیزہ جذبات کے ساتھ میں اس گوشے میں آیا ہوں لیکن شاید تم زمانہ قدیم کی قلوپطرہ کا کردار ادا کرنا چاہتی ہو، یعنی اپنے غلام سے مجھ پر قابو پانے کے بعد..... توبہ توبہ۔" نوجوان دونوں گالوں پر تھپڑ لگانے لگا..... اس نے ہما کو اس قدر آتش زدہ کردیا تھا کہ اب وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ یا تو یہ نوجوان اس دنیا میں رہے یا وہ خود..... دونوں ناکام تھے..... دادل تو اس کے مقابلے میں بالکل ہی بیکار ثابت ہوا تھا..... ایک بار بھی اس کے بدن کو چھو نہیں سکا تھا اور نوجوان بس اسے جھکائیاں دے رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

"مس ہما، ایسا کرتے ہیں کہ کل کسی ڈھنگ کے آدمی کو لے کر آئیے..... اگر وہ مجھے چھو جائے گا تو میں آپ سے شادی کرلوں گا۔" ہما نے پھر ایک ایسی بات کہی کہ نوجوان کو شدید غصہ آگیا..... وہ آگے بڑھا اور اس نے کہا۔

"دیکھو کسی کی پسند ناپسند اپنی جگہ ہے لیکن کم از کم زبان اتنی غلیظ نہیں ہونی چاہئے۔"

"تو خود کو سمجھتا کیا ہے..... کتے کے پلے۔" لیکن جواب میں نوجوان کا زوردار تھپڑ ہما کے رخسار پر پڑا..... پٹاخہ پھوٹنے جیسی آواز ہوئی اور ایک لمحے کے لئے ہما کا سر چکرا کر رہ گیا..... نوجوان نے دو قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔

"اس کے بعد کسی کو اس طرح گالی مت دینا سمجھیں اور کل سے اگر تم گھر سے باہر نکلیں تو ایک بات تمہیں بتائے دیتا ہوں، اس وقت تو میں نے تمہارے رخسار پر صرف تھپڑ مارا ہے، کل سے کسی پبلک مقام پر پانچ جوتے تمہارے سر پر پڑا کریں گے۔ یہ تمہارا کوٹا ہوگا، چنانچہ کل سے گھر پر بیٹھنا...... نکل آتی ہیں کلبوں میں...... ہیں بالکل جاہل ہے جاہل۔"

نوجوان واپسی کے لئے پلٹ گیا...... دادل اب بری طرح ہانپ رہا تھا...... اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس چھلاوے کو قابو میں کرنا ناممکن ہے...... بلاوجہ اپنی قوت ضائع کر رہا ہے...... وہ بہت پھرتیلا تھا۔ ہما بھی خاموش ہی کھڑی رہ گئی تھی، اس کے پورے وجود میں شعلے رقصاں تھے...... پھر اس نے دادل کو دیکھا...... ہاتھ سے سینڈل اتارا اور اس کے بعد دادل پر پل پڑی...... دادل خاموشی سے پٹتا رہا تھا۔

"تو نے آج جتنا ذلیل کرایا ہے دادل اتنی ذلیل میں کبھی نہیں ہوئی۔"

"بابا...... میں تو ایک بات کہتا ہوں...... وہ آدمی کا بچہ تھا ہی نہیں۔"

"اچھا...... پھر کیا تیری نسل سے تھا؟"

"میری نسل سے ہوتا تو میں اپنی نسل ہی ختم کر دیتا بابا۔"

"لیکن وہ۔"

"کیا کہنا چاہتا ہے تو؟"

"انسان نہیں تھا وہ...... کوئی رُوح تھی رُوح۔" دادل نے کہا۔

"روح کے بچے اسے تلاش کر...... تو اسے گولی نہیں مار سکتا تھا۔"

"بابا کیسی باتیں کرتے ہیں آپ کیا کلب کے اس حصے میں کسی کو گولی ماری جا سکتی ہے...... اگر ہم کسی کو گولی مار کر قتل کر دیتے تو کیا ہم خود بچ جاتے۔"

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... بات کروں گی میں ڈیڈی سے۔ بات کروں گی کہ تم نے یہ پورس کے ہاتھی پال رکھے ہیں...... ان کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"بابا...... دیکھو ہمارا قصور نہیں ہے...... آپ نے ساری باتیں خود دیکھی ہیں۔"

"اسے تلاش کر میں کہتی ہوں اسے تلاش کر۔" دادل ایک طرف دوڑا چلا گیا تھا...... اس وقت ہما کے غصے سے بچنے کا ایک یہی طریقہ تھا کہ اس کی نگاہوں کے سامنے سے دور ہو جایا جائے، لیکن ظاہر ہے نوجوان اب آسانی سے نہیں مل سکتا تھا...... تھوڑی دیر کے بعد

ہما نے اپنا حلیہ درست کیا...... جو کچھ ہو چکا تھا وہ واقعی ہی ایسا تھا کہ وہ خودکشی کر لیتی، لیکن اب اتنی آسانی سے بھی خودکشی نہیں کی جا سکتی...... نوجوان کو مارنا اب اس کی زندگی کا پہلا فرض ہو گیا تھا۔ اگر اسی شہر میں رہتا ہے تو جائے گا کہاں...... پھر اس نے دماغ ٹھنڈا کر لیا...... دادل ہر طرح اس کے قریب ہی رہنا چاہتا تھا۔ اسے نگاہوں سے اُوجھل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسے کوئی نقصان بھی پہنچ جائے تو اس نقصان کے نتیجے میں دادل کو اپنی زندگی کا نقصان برداشت کرنا پڑتا، کیونکہ فاضل دارا نے اس کی یہی ڈیوٹی لگائی تھی کہ صورت حال کچھ بھی ہو۔ ہما سے فاصلہ نہیں اختیار کرنا ہے...... پھر ہما ہی نے اپنا دماغ ٹھنڈا کیا اور دادل کے قریب پہنچ گئی۔

"دادل میں جانتی ہوں کہ تو بے وقوف نہیں ہے...... میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے باپ کا وفادار غلام ہے۔"

"بابا میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"ٹھیک ہے دادل...... وہ نہیں ملا ناں۔"

"وہ یہاں ہے ہی نہیں...... میرا خیال ہے بھاگ گیا۔"

"دادل ہمیں سمجھ داری سے کام کرنا ہوگا۔"

"حکم دو بابا۔"

"دیکھ ابھی اس بات کا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہئے، ورنہ لوگ پوچھیں گے اور انہیں بتانا پڑے گا کہ ایک کتے کا پلا ہما فاضل دارا کو ذلیل کر کے خاموشی سے نکل گیا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں بابا۔"

"لیکن بہت ہوشیاری کے ساتھ بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ پتہ چلانا ہے کہ وہ کس کے ساتھ یہاں آیا تھا، کم از کم کسی نہ کسی کا مہمان تو ہوگا وہ۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تو پھر تو نکل یہاں سے...... میں اندر ہال میں بیٹھتی ہوں، تو یہ معلومات حاصل کر کے مجھے اس کے بارے میں اطلاع دے...... ہم اس کی نسلیں تباہ کر دیں گے...... ان لوگوں کی بھی جو اسے یہاں لے کر آئے ہیں...... چاہے ان کا اس سے کوئی بھی رشتہ ہو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں بابا۔" دادل نے کہا۔ ہما فاضل دارا نے اپنے آپ کو درست

کیا اور پھر آہستہ سے چلتی ہوئی ہال میں داخل ہو گئی...... اس کی نگاہوں نے پورے ہال کا جائزہ لیا تھا۔ لوگ اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے، چونکہ ہما نے آج تک کسی کو اپنا دوست نہیں بنایا تھا، وہ اپنی میز پر جا بیٹھی، لیکن وہ بری طرح نڈھال ہو گئی تھی ...... اس کے گال پر نوجوان کے ہاتھوں کا لمس اس وقت بھی چمک رہا تھا...... دیکھنے والے اگر غور سے اس کا رخسار دیکھتے تو انہیں انگلیوں کے نشانات صاف نظر آ سکتے تھے...... وہ خاموش بیٹھی رہی۔ اندر کی کیفیت جو کچھ بھی تھی، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، لیکن بظاہر چہرہ پر سکون بنائے بیٹھی ہوئی تھی، جس طرح یہاں وقت گزارا کرتی تھی، اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی تو نہیں تھا......

دادل نجانے کتنی دیر تک مارا مارا پھرتا رہا اور اس کے بعد وہ مایوسی سے منہ لٹکائے اس کے قریب پہنچ گیا...... ہما نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بولی۔

"تیرے چہرے پر ناکامی نظر آتی ہے دادل۔"

"بابا صاحب کہیں سے پتا ہی نہیں چلتا۔"

"آج تو جس قدر ناکارہ ثابت ہوا ہے دادل۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی، ڈیڈی نے تجھے میرا باڈی گارڈ بنایا ہے، لیکن میں تو یہ محسوس کرتی ہوں کہ اب تیری حفاظت کے لئے کچھ عورتوں کو متعین کر دیا جائے۔" دادل کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے بھیانک تاثرات نظر آئے اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا اب بھی ہمیں یہاں بیٹھنا چاہئے؟"

"واپسی زیادہ مناسب ہو گی بابا صاحب۔" دادل نے آہستہ سے کہا۔

"چل...... چلتے ہیں۔" ہما اپنی جگہ سے اُٹھ گئی...... اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے...... غصے کی شدت نے اسے دیوانہ کر دیا تھا...... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، بہر حال باہر نکلی...... پارکنگ لاٹ پر پہنچی۔ دادل نے جلدی سے کار کی چابی نکال کر ڈرائیونگ سیٹ کی سائیڈ کا دروازہ کھولا اور وہ اندر بیٹھ گئی۔ پارکنگ لاٹ کے برابر ہی ایک اور خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جو بظاہر اس وقت سنسان نظر آتی تھی...... ہما نے اس پر توجہ بھی نہیں دی تھی...... دادل گھوم کر دوسری طرف آیا اور پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا...... تبھی برابر والی کار کا شیشہ کھلا...... لیفٹ ہینڈ ڈرائیو تھی اور رُخ ہما ہی کی طرف تھا...... کھلے شیشے کی سرسراہٹ سن کر ہما نے اس طرف دیکھا اور ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور اس کی

آنکھوں میں جنون اُبھر آیا...... یہاں اچھی خاصی روشنی تھی اور اس روشنی میں برابر والی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نوجوان کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"ہیلو بے بی...... بڑی جلدی واپس چل دیں یہاں سے۔" دادل نے بھی یہ آواز سنی...... ہما نے اس چہرے کو دیکھا اور اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ ایک بار پھر اس پر جنون طاری ہو گیا تھا...... نوجوان بولا۔

"تم نے واقعی یہ گدھا پال رکھا ہے...... آخر اس گدھے کو ساتھ رکھنے سے کیا فائدہ۔ کیا یہ گاڑی بھی نہیں چلا سکتا۔" ہما کچھ نہ بولی...... صورت حال ایسی تھی کہ اس وقت وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی...... دروازہ دوسری کار کی رینج سے دُور تھا...... یعنی اگر وہ دروازہ پوری قوت سے کھول کر اس کار پر مارنا چاہتی تو وہ وہاں تک نہیں پہنچتا...... اپنی گاڑی سے اگر کود کر اس گاڑی پر جھپٹنے کی کوشش کرتی تو یہ بھی ایک بیکار کوشش ہوتی...... کار کا انجن چونکہ سٹارٹ نہیں ہوا تھا اس لئے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ خاموشی سے بیٹھی ہوئی بے بسی سے اسے دیکھتی رہی...... نوجوان نے پھر کہا۔

"ویسے تم گاڑی چلاتے ہوئے بڑی عجیب لگتی ہو گی...... اصل میں میرا نظریہ اس سلسلے میں کچھ اور ہے...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت مجھے نجانے کیوں ایسی لگتی ہے جیسے کوئی بکری قوالی گا رہی ہو...... ویسے بے بی تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے۔" ہما نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا...... دادل آہستہ آہستہ ہینڈل کھول رہا تھا...... لیکن وہ خود بھی نوجوان کے بارے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا...... وہ قابو میں آنے والوں میں سے نہیں ہے...... اب اگر وہ یہاں ملا ہے تو یقینی طور پر اس نے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر لیا ہو گا...... پھر نوجوان نے گاڑی سٹارٹ کی اور بولا۔

"اگر ڈرائیونگ آتی ہے تمہیں تو آؤ ذرا تھوڑی سی چہل قدمی کر لیں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے انجن سٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی اور اب صورت حال ہما کے ہاتھ میں آ چکی تھی...... اس کے ہونٹوں پر ایک بھیانک مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

"دادل...... ہر چالاک انسان آخر کار کوئی نہ کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتا ہے جو اس کی موت بن جاتی ہے...... اس شخص نے مجھے خود ہی اپنی موت کو دعوت دینے کا راستہ دکھایا ہے۔" اور اس کے بعد ہما نے کار آگے بڑھا دی...... کلب کے بڑے کمپاؤنڈ سے نکلنے کے بعد ایک چوڑی

سڑک سامنے نظر آتی تھی...... ہما نے ایک لمحے کے لئے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈالا، بس وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ نوجوان سڑک کی داہنی سمت جاتا ہے یا بائیں سمت...... نوجوان بائیں سمت مڑ گیا تھا اور اس کے بعد ہما نے جس طوفانی رفتار سے کار کو ٹرن دیا وہ ناقابل یقین تھی...... ایک طرف کے دونوں ٹائر اوپر اٹھ گئے تھے، لیکن ہما جانتی تھی کہ کار کس طرح ڈرائیو کی جاتی ہے اور اس کے بعد چوڑی سڑک پر ڈرائیونگ شروع ہو گئی، لیکن اسے ڈرائیونگ نہیں کہا جا سکتا تھا......یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دو ہوائی جہاز زمین پر دوڑ رہے ہوں......اپنی اسی رفتار کے ساتھ، جو وہ فضا میں قائم کرتے ہیں...... دیکھنے والوں کی نگاہیں اس وقت کار پر نہیں ٹک سکتی تھیں...... دونوں ہی دیوانے معلوم ہوتے تھے...... ہما تو خیر اس سلسلے میں مشہور تھی، لیکن نوجوان بھی کمال کی شخصیت تھی...... وہ اس طرح کار دوڑا رہا تھا کہ ہما اسے پکڑ نہیں پا رہی تھی...... اس کا پاؤں ایکسیلیٹر پر آخری حد تک دب چکا تھا اور کار ہوا سے باتیں کر رہی تھی، لیکن نوجوان کی کار کا فاصلہ اس کی کار سے کم نہیں ہو پا رہا تھا، کئی جگہ موڑ آئے اور ان موڑوں پر مڑتے ہوئے دادل جیسے بے جگر آدمی کو آنکھیں بند کر لینا پڑیں، لیکن ہما فاضل دارا کے چہرے پر خون نظر آ رہا تھا...... وہ آگ بنی ہوئی تھی...... اس وقت بھی اسے نوجوان کے مقابلے میں اپنی شکست کا احساس ہو رہا تھا...... کار کی رفتار بتانے والی سوئی آخری بند سوں تک آ رہی تھی، لیکن اسے کنٹرول کرنا ایک ناقابل یقین عمل تھا...... پھر ایک ایسا موڑ آیا جسے کاٹنا تقریباً ناممکن ہی تھا...... ہما نے کار کی رفتار سست کی اور اس موڑ سے گزر گئی، لیکن آگے اسے دوسری کار کی روشنیاں نظر نہیں آئی تھیں...... وہ یا تو فضا میں پرواز کر گئی تھی یا پھر نجانے کیا ہوا تھا...... سڑک کے دوسرے کنارے پر بھی کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی جس سے یہ اندازہ ہو کہ دوسری کار موڑ کنٹرول نہیں کر سکی اور کہیں جا ٹکرائی...... دونوں طرف عمارتیں بنی ہوئی تھیں...... ہما فاضل دارا نے کار کی رفتار سست کی اور پھر یہ دیکھنے لگی کہ نوجوان کی کار کدھر گئی...... دادل نے اس موقعے کو غنیمت جان کر کہا۔

"بابا صاحب تھوڑی سی غلطی آپ نے کی ہے...... آپ اسے بھلا کر یہاں سے نکل جاتیں...... یہ سڑک اتنی سنسان ہے کہ میں آسانی سے اسے گولیوں کا نشانہ بنا سکتا تھا۔"

"تو بکواس مت کر...... کتے کے بچے میں گھر چل کر تجھے بتاؤں گی...... گولیوں کا نشانہ بنا سکتا...... خبردار۔ اب اگر وہ نظر آئے تو اس پر گولی مت چلانا...... اس نے مجھے مقابلے کی

دعوت دی ہے۔"

"مگر بابا صاحب...... وہ تو نکل گیا۔" دادل کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا...... اچانک ہی نوجوان کی کار روشنیاں بند کئے ان کے قریب پہنچی اور اس نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

"ہما فاضل دارا...... آخر لڑکی ہو...... یہ سب کچھ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ بھلا مجھ سے مقابلہ کرو گی...... آؤ...... ابھی تو سڑکیں بہت طویل ہیں۔"

ہما کی کار گیئر میں تھی...... اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور نوجوان کی کار کے پیچھے چل پڑی...... نوجوان نے ایک بار پھر روشنیاں جلائی تھیں...... غالباً موڑ کاٹنے کے بعد وہ سڑک کی سائیڈ میں روشنیاں بجھا کر رک گیا تھا...... ہما کی کار کی رفتار اتنی تیز تھی کہ موڑ پر اسے کنٹرول کرتے ہوئے وہ ادھر اُدھر کہیں نہیں دیکھ سکتی تھی...... نوجوان نے اس سے فائدہ اٹھایا تھا...... اب سڑک اس قدر چوڑی نہیں رہی تھی، بلکہ آگے چل کر تھوڑی سی خراب ہو گئی تھی...... کنارے پر بڑے بڑے درخت اُگے ہوئے تھے، نوجوان کی کار کا فاصلہ اب ہما کی کار سے کم ہوتا جا رہا تھا...... غالباً خراب سڑک کی وجہ سے اسے بھی رفتار سست کرنی پڑی تھی، لیکن یہ ہوش مندی کا کام تھا، جبکہ ہما میں ہوش مندی کا ہی فقدان تھا، چنانچہ اب وہ کار کے قریب پہنچ گئی اور ایک بار اس نے پوری قوت سے نوجوان کی کار کو سائیڈ مارنے کی کوشش کی...... نوجوان نے ایک دم رفتار سست کر دی اور بریک لگا دیا...... ہما کی کار کی رفتار چونکہ تیز تھی اس لئے وہ آگے نکل گئی اور سائیڈ نہ مار سکی...... نوجوان رانگ سائیڈ سے پھر آگے بڑھ گیا تھا...... ہما نے بھی رانگ سائیڈ ہی سے کار آگے بڑھائی اور اس بار پھر اس نے پوری قوت سے کار کا اسٹیئرنگ نوجوان کی کار کے قریب لا کر گھما دیا...... یہ بہت خطرناک کوشش تھی...... نوجوان نے اس بار پیچھے رکنے کی کوشش نہیں کی تھی، بلکہ ایک دم سے ایکسیلیٹر دبا دیا تھا اور ایکسیلیٹر دباتے ہی اس کی کار تو ہوا ہو گئی، لیکن ہما اپنی کار کو کنٹرول نہ کر سکی...... اس کی کار بالکل سامنے کی سمت سے اس چوڑے درخت کے تنے سے جا ٹکرائی جو سڑک کے کنارے پر موجود تھا...... ایک ہولناک دھماکہ ہوا، سب سے پہلے ونڈ سکرین ٹوٹا اور اس کا بڑا شیشہ ہما کی گردن سے پار ہو گیا...... ہما کی گردن شانوں سے دور پیچھے بیٹھے ہوئے دادل کی گود میں آ گری...... خون کے چھینٹوں نے ایک لمحے کے لئے دادل کی آنکھوں کو بھگویا، لیکن دوسرے لمحے وہ بھی کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہا...... سامنے کی پوری بازی

اس کے سر سے ٹکرائی اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا..... کار میں خون ہی خون بکھر گیا..... نوجوان کی کار تھوڑے فاصلے پر جا کر رُکی..... ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور اس کے بعد ہما کی کار میں آگ لگ گئی تھی..... نوجوان نے تھوڑے فاصلے پر لے جا کر کار روکی اور اس کے بعد اسے ریورس کرنے لگا..... پھر دوسرا دھماکہ ہوا اور جب دوسرے دھماکے کے بعد شعلے چاروں طرف بکھر گئے تو نوجوان نے کار میں جھانکا اور اس کے بعد ایک گہری سانس لے کر اپنی کار آگے بڑھا دی..... تھوڑی دیر کے بعد وہ جلتی ہوئی کار سے بہت دُور نکل چکا تھا۔

عموماً ایسا ہوتا تھا کہ فاضل دارا ہما کی واپسی کا انتظار کرتے کرتے تھک جاتا تھا..... ہما اپنی مرضی کی مالک تھی..... کبھی جلدی کلب سے اُٹھ جاتی تھی اور کبھی بہت دیر لگا دیا کرتی تھی..... کلب کی تفریحات ڈھائی تین بجے تک چلتی رہتی تھیں..... اس کے بعد کلب بند ہوتا تھا اور ہما خاموشی سے آ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی، لیکن فاضل دارا رات کے کسی نہ کسی وقت آنکھ کھلتی تو ہما کے بیڈروم کا جائزہ ضرور لے لیا کرتا تھا..... آج رات بھی ایسا ہی ہوا تھا..... وہ اپنی بیوی سے تقریباً پونے ایک بجے تک باتیں کرتا رہا تھا..... ہما واپس نہیں آئی تھی..... جب اس نے بیوی کی آنکھوں میں گہری نیند کے آثار دیکھے تو بولا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں سو جانا چاہئے..... میں تمہاری کیفیت خراب دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں سخت نیند آ رہی ہے۔"

"کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لڑکی کو سنبھالنے کا..... کوئی ایسی کوشش ہو جس سے یہ کم از کم اتنی رات گئے واپس آنا چھوڑ دے۔"

"آپ خود سوچیں۔"

"تمہارے انداز میں ہمیشہ طنز پایا جاتا ہے۔" نجانے کیوں فاضل دارا کی آواز میں جھلاہٹ پیدا ہو گئی۔

"دیکھئے بات اصل میں یہ ہے کہ آپ کے سوچنے کا انداز غلط ہے..... آپ کو بالآخر ایک دن یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہما پر سخت پابندیاں لگائی جائیں۔"

"تو بابا کون نہیں چاہتا لیکن وہ جس قدر جنونی ہے تمہیں خود بھی اس کا اندازہ ہے۔"

"اس کا یہ جنون آپ کو ہی ختم کرنا ہو گا..... میں تو عورت ہوں..... برا نہ مانئے گا..... آپ نے مجھ سے ہمیشہ ایک ماں کا حق چھینا ہے..... کبھی کسی معاملے میں بولی تو آپ نے فوراً

ٹانگ اڑا دی..... کون باپ اپنی بیٹی سے محبت نہیں کرتا لیکن اس طرح اسے بے لگام کر دینا آپ ہی کا کام ہے۔ بیٹا ہوتا تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ سرکش ہے..... بدتمیز ہے..... بیٹی اگر کتنی ہی سرکش کتنی ہی بدتمیز ہو لیکن اسے لگام ڈالنی ہی پڑتی ہے۔"

"اب تم مجھے گالیاں دینے بیٹھ گئیں۔"

"میری یہ جرات نہیں کہ میں آپ کے سامنے اونچے لہجے میں بھی بات کر سکوں..... آپ کی پریشانی دیکھتی ہوں تو دُکھ ہوتا ہے۔"

"کیا کیا جائے آخر؟"

"دیکھئے سختی اور صرف سختی۔"

"تم جانتی ہو میں ایسا نہیں کر سکتا وہ میرے دل کا کنول ہے، اس کی پیشانی کی ایک شکن میرے پورے وجود کو شکن آلود کر دیتی ہے۔"

"مانتی ہوں..... ہر بات مانتی ہوں میری بھی اولاد ہے، وہ آپ کا کیا خیال ہے کیا میں یہ نہیں چاہتی کہ اس سے محبت کی جائے۔ کیا میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ ایک بہت اچھی بچی بن جائے..... لیکن آپ خود سوچئے آخر لڑکی ہے۔ کوئی واقعہ کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

"بس اب تم مجھے خوفزدہ نہ کرو..... چلو تم مجھ سے زیادہ تھکی ہوئی محسوس ہوتی ہو۔ سو جائیں" فاضل دارا اپنی جگہ سے اُٹھا تو اس کی بیوی بھی اُٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں بستر پر جا لیٹے..... بیوی تو کروٹ بدل کر سو گئی، لیکن فاضل دارا کے ذہن میں بہت سے خیالات گردش کرتے رہے۔ بیوی کی بات سے سو فیصدی اتفاق کرتا تھا..... ہما فاضل دارا کو اب تھوڑا سا کنٹرول کرنے کی ضرورت تھی، لیکن اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ بیٹی کے سامنے اس قدر بے بس ہو چکا تھا کہ بات ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی..... بہر حال بہت دیر تک غور و فکر میں ڈوبا رہا اور پھر آنکھوں میں نیند آ بسی۔ نجانے کتنی دیر سویا تھا..... بیٹی کا تصور ذہن میں تھا..... اچانک ہی آنکھ کھل گئی..... نگاہ اٹھا کر سامنے لگی گھڑی کو دیکھا جس میں مدھم سی روشنی جل رہی تھی اور ڈائل صاف نظر آ رہا تھا..... ڈھائی بجے تھے..... بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اور بیڈروم سے باہر آنے کے بعد ہما کے کمرے کی جانب چل پڑا..... تیسرا کمرہ تھا۔ اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی..... تاریکی دیکھ کر اس کا دل اُچھل کر رہ گیا..... ہما ہمیشہ نائٹ بلب جلا کر سوتی تھی۔ تاریکی کا مطلب یہ تھا کہ وہ واپس نہیں آئی.....

اتنی رات گئے اس نے بے اختیار دروازہ کھولا...... اندر جا کر لائٹ جلائی...... ہما کا بستر بے شکن تھا، جس سے صاف اندازہ ہو گیا کہ وہ واپس نہیں آئی ہے...... اتنی رات گئے وہ دوڑتا ہوا باہر نکل آیا...... بیڈ روم میں پہنچنے کے بعد اس نے ٹیلی فون اپنے سامنے رکھا اور ریسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھا ہی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اُٹھی...... نجانے کیوں اس گھنٹی نے فاضل دارا کا دل اپنی گرفت میں لے لیا...... اسے محسوس ہوا جیسے یہ گھنٹی یقینی طور پر کسی خطرے کی گھنٹی ہے...... رات کے ڈھائی بجے اس کی ڈائریکٹ لائن پر اسے فون کرنے والا کون ہو سکتا ہے...... کانپتے ہاتھوں سے اس نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا...... دوسری جانب سے ایک اجنبی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو...... ہیلو۔" فاضل دارا کے منہ سے بمشکل تمام آواز نکلی۔

"کون ہے؟"

"فاضل دارا صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں میں۔"

"میں بول رہا ہوں۔"

"سر میں پولیس انسپکٹر ہوں...... کراس روڈ پر ایک کار کا حادثہ ہو گیا ہے۔ براہ کرم آپ فوراً ہی نیشنل ہسپتال میں تشریف لے آئیے۔" فاضل دارا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"کیوں۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"سر آپ کا تشریف لانا بے حد ضروری ہے...... کیا اس کار کو آپ کی صاحبزادی چلا رہی تھیں۔"

"کیا ہوا انسپکٹر کیا ہوا۔"

"سر میرا نام ابراہیم شاہ ہے...... میں نیشنل ہسپتال ہی سے بول رہا ہوں...... آپ براہ کرم۔"

"انسپکٹر...... میرا نام جانتے ہو۔"

"جی سر۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں واقعہ کیا ہوا ہے؟"

"سر میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

"کیا ہما اس میں موجود تھی کار میں...... میرا مطلب ہے ہما کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

"جی سر۔"

"کیا وہ زخمی ہو گئی ہے؟" فاضل دارا نے سوال کیا۔

"سر آپ تشریف لے آئیں تو زیادہ بہتر ہو گا...... میں اس سے زیادہ آپ کو اور کچھ نہیں بتا سکتا۔" انسپکٹر نے فون بند کر دیا...... فاضل دارا ریسیور ہاتھ میں لئے رہ گیا...... ایک لمحے کے لئے اس کے بدن میں جیسے جان ہی نہ رہی ہو...... انسپکٹر کا لہجہ بہت عجیب سا تھا اور نجانے یہ لہجہ فاضل دارا سے کیا کہہ رہا تھا...... بہر طور پھر اس نے خود کو سنبھالا، جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور بیوی کو جھنجھوڑ ڈالا...... بیوی ہڑبڑا کر اُٹھ گئی تھی۔

کیا ہوا...... کیا بات ہے؟

کپڑے دو میرے جلدی سے کپڑے دو۔

"الٰہی خیر...... کیا ہوا؟"

"کپڑے دو۔" فاضل دارا غرایا اور بیوی نے جلدی سے بستر سے چھلانگ لگا دی...... پھر اس نے فاضل دارا کا لباس اسے دیا تھا...... فاضل دارا نے بمشکل تمام اُلٹا سیدھا لباس پہنا...... وہ ذہنی طور پر سخت معطل ہو رہا تھا، بیوی پوچھتی ہی رہ گئی...... وہ دوڑتا ہوا باہر نکلا...... اس وقت کسی تکلف کی گنجائش نہیں تھی، اس نے خود ہی اپنی پجارو نکالی اور اسے سٹارٹ کر کے طوفانی انداز میں گیٹ کی جانب بڑھا، چوکیدار خوش قسمت تھا کہ اس نے یہ بھاگ دوڑ دیکھ لی تھی اور گیٹ پر تیار تھا، جیسے ہی فاضل دارا کی کار گیٹ کی جانب لپکی اس نے گیٹ کھول دیا...... اس کے دل میں پنکھے لگے ہوئے تھے...... انسپکٹر کے الفاظ اسے اپنے ذہن میں دھمکتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے...... یہ نہ بتانا کہ ہما زخمی ہو گئی ہے یا نہیں...... فاضل دارا کے دل میں برچھیاں لگا رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

بینا کو چائے کا پھندا لگ گیا...... صبح کو سب سے پہلا کام وہ یہی کرتی تھی...... بیڈ ٹی سے تو اسے نفرت تھی، لیکن بیڈ سے اترنے کے بعد وہ منہ ہاتھ دھو کر چائے ہی پیتی تھی...... چائے کے ساتھ ساتھ اخبار بھی ضروری ہوتا تھا...... نجانے کب سے یہ عادت بنی ہوئی تھی، لیکن اخبار کی لیڈ دیکھ کر اسے چائے کا پھندا لگ گیا...... سیاہ حاشئے میں خبر چھپی ہوئی تھی...... ملک کی ایک بہت بڑی شخصیت فاضل دارا کی بیٹی ہما فاضل دارا کار کے ایک خوفناک حادثے میں ہلاک۔ الفاظ بینا کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے...... ہما فاضل دارا کار کے حادثے میں ہلاک...... شہاب کے الفاظ کہ بینا مجرم کیفر کردار تک پہنچنا ہی چاہئے اور مجرم کیفر کردار کو پہنچ گیا تھا، لیکن کیا شہاب...... شہاب...... شہاب...... پوری خبر بینا بامشکل تمام پڑھ پائی تھی، لیکن جو خبر تھی اور اس کے ساتھ تباہ شدہ کار کی جو تصویریں چھاپی گئی تھیں انہوں نے بینا کو بری طرح نروس کر دیا...... بہت دیر تک وہ سر پکڑے بیٹھی رہی...... چائے بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی...... عدنان واسطی اس کے کمرے میں پہنچے تو بینا چونک پڑی۔

"کیوں کیا بات ہے خیریت...... تمہارا چہرہ کچھ عجیب سا ہو رہا ہے۔" بینا کے منہ سے الفاظ نہیں نکل سکے...... اس نے اخبار عدنان واسطی کی جانب بڑھا دیا۔

"ارے خیریت ہے...... کیا بات ہے۔" عدنان واسطی نے اخبار اس کے ہاتھ سے لے کر سب سے پہلے اس کی لیڈ ہی دیکھی تھی...... پھر وہ بھی ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔

"ہما فاضل دارا۔" انہوں نے پوری خبر پڑھی اور صوفے پر بیٹھ گئے۔

"مگر تمہاری یہ کیفیت کیوں ہو رہی ہے بینا...... سنا ہے وہ لڑکی ویسے بھی تیز رفتاری کی عادی تھی۔" پھر عدنان واسطی خود ہی چونک کر بولے۔

"تو کیا تمہارا مطلب ہے۔"

"نہیں ڈیڈی...... بس ایسے ہی میں سوچ رہی تھی کہ...... کہ......" بینا جملہ پورا نہیں کر سکی...... عدنان واسطی پر خیال نگاہوں سے بینا کو دیکھتے رہے، پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"وہ اس قدر جنونی ہو سکتا ہے۔"

"وہ اس سے زیادہ جنونی ہے ڈیڈی۔" عدنان واسطی نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"بہر حال...... بات کیا کہی جائے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قانون میں بڑی لچک ہے اور صاحب اقتدار لوگوں نے عام لوگوں کی زندگی کو کھیل سمجھ لیا ہے، لیکن بیٹے ہم ذاتی دشمنیاں نہیں اختیار کرتے...... قانون کو اس انداز میں استعمال نہیں کیا جا سکتا کہ ہم خود انہیں سزا دینے پر آ جائیں۔"

"ڈیڈی میں شہاب کی وکالت نہیں کروں گی، لیکن آپ دیکھئے کہ بعض صاحب حیثیت لوگ قانون ہی کو فٹ بال بنا لیتے ہیں...... ہما فاضل دارا نے سارجنٹ اشتیاق علی کو جان بوجھ کر ٹکر ماری تھی...... صرف اس لئے کہ اس نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی...... یہ ایک ایسا جرم ہے ڈیڈی جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے...... صرف اس لئے کہ وہ ایک بڑے آدمی کی بیٹی تھی...... نہ وہ جنونی تھی نہ وہ پاگل...... بلکہ بس ایک غرور میں ڈوبی ہوئی لڑکی تھی...... اصولی طور پر فاضل دارا کو اسے سنبھالنا چاہئے تھا...... آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ شہاب نے فاضل دارا کو پیشکش کی تھی کہ اپنی بیٹی کو قانون کے حوالے کر دے اسے اس جرم کی سزا دلائے...... ڈیڈی اس کے دو پہلو تھے۔ ایک لڑکی کا غرور ٹوٹتا...... وہ آئندہ یہ سوچنا چھوڑ دیتی کہ انسانی زندگی اس قدر بے حقیقت ہوتی ہے...... وہ خود بھی تو انسان تھی ڈیڈی۔"

"یہ تمام باتیں میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"نہیں ڈیڈی، حالانکہ میں اس عمل سے متفق نہیں ہوں...... اگر اس حادثے میں شہاب کا کوئی ہاتھ ہے تو اس نے بھی انتہا پسندی کی ہے، لیکن ڈیڈی ان لوگوں کو بھی سوچنا چاہئے...... سیر کو سوا سیر ضرور ملتا ہے۔ سارجنٹ اشتیاق علی تو پھر بھی صاحب حیثیت تھا اور اس کی بیوی اور بچے گزارا کر لیں گے، لیکن ایسے بے شمار لوگ ہوں گے جن کی داد و فریاد بھی ایسے لوگوں کے مقابلے میں نہیں سنی جا سکتی، ان کی آوازیں ان کے حلق میں گھونٹ دی جاتی

ہیں ڈیڈی انسان تو وہ بھی ہیں...... اللہ کی مخلوق...... ایک جیسے ہیں سب کچھ...... سوچنا چاہئے ان لوگوں کو سوچنا چاہئے۔"

"تمہاری چائے ٹھنڈی ہوگئی ہے۔"

"میری طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے ڈیڈی۔ بہر حال یہ ایک حادثہ ہے یا۔یا۔"

"شہاب سے بات کرو۔" عدنان واسطی نے کہا۔

"اس وقت گھر میں ہی ہوں گے۔"

"دیکھ لو۔" عدنان واسطی بولے اور بینا نے لرزتے ہاتھوں سے شہاب کے گھر کا نمبر ڈائل کیا...... فون شاید ثریا بھابھی نے اٹھایا تھا۔

"کون بول رہا ہے۔"

"ثریا بھابھی میں بینا ہوں۔"

"ارے بینا...... خیریت۔"

"شہاب ہیں گھر پر۔"

"ہاں میرا خیال ہے تیاریاں کر رہے ہیں نکلنے کی۔"

"بات کرادیجئے۔" بینا نے کہا اور چند لمحوں کے بعد شہاب کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مس بینا...... آپ خیریت سے تو ہیں۔"

"شہاب میں آپ سے۔"

"تو پھر یوں کیجئے کریم سوسائٹی کی کوٹھی پہنچ جائیے...... گفتگو وہیں ہوگی۔"

"آپ آرہی ہیں۔"

"ہاں...... میرا خیال ہے...... جوہر خان کو ٹیلی فون کر کے ہم ناشتے کی تیاری کے لئے کہہ دیتے ہیں...... آپ نے بھی ناشتہ نہیں کیا ہوگا۔"

"آپ اتنی صبح تیاریاں کر رہے تھے۔"

"ہاں...... بعد میں آپ کو ٹیلی فون کرتا۔"

"اوکے...... میں پہنچ رہی ہوں۔" بینا نے فون بند کر دیا...... عدنان واسطی کو بتایا۔ عدنان واسطی نے کہا۔

"خیر ٹیلی فون پر ایسی گفتگو ہمیں ویسے بھی نہیں کرنی چاہئے، لیکن دوپہر کو میں کورٹ

سے واپس آؤں گا تو تم آفس آجانا...... ذرا سی معلومات مجھے بھی درکار ہیں...... شہاب اس کے بعد کیا ارادہ رکھتا ہے، بتانا مجھے۔"

"جی ڈیڈی۔" اور اس کے بعد بینا کریم سوسائٹی کی کوٹھی چل پڑی تھی...... شہاب کی کار اسے وہیں نظر آئی...... اس کا مقصد ہے کہ شہاب تیار ہو چکا تھا اور اسے باہر نکلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی...... اس نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بینا کا استقبال کیا...... وردی میں تھا اور بہت خوبصورت نظر آرہا تھا...... بینا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت طاری تھی...... اسے دیکھ کر شہاب مسکرایا اور بولا۔

"میرا خیال ہے اس وقت ناشتہ تمہارے لئے بہت ضروری ہے۔"

"میں ناشتہ نہیں کر سکوں گی شہاب۔"

"اخبار پڑھ لیا کیا؟" شہاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"تب پھر ہماری گفتگو صرف اور صرف ناشتے کے بعد ہوگی۔"

شہاب کے لہجے میں ایک پتھریلا پن تھا...... بینا نے چونک کر اسے دیکھا اور بولی۔

"میں سمجھی نہیں شہاب۔"

"تمہیں ناشتہ کرنا چاہئے...... روزمرہ کی طرح، معمول کے مطابق۔ کسی واقعے اور کسی حادثے سے اس قدر متاثر ہونا ہمارے مسلک میں نہیں ہے بینا۔"

"شہاب۔"

"نہیں بینا...... سوری...... میرا بھی ایک نظریہ ہے...... اس نظریئے کو مجروح نہ کرو۔" بینا پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہوگئی۔ پھر اس وقت تک خاموشی طاری رہی جب تک جوہر خان نے ریڈی میڈ ناشتہ نہ لگادیا...... شہاب نے بینا کو اشارہ کیا اور بینا سلائس پر مکھن لگانے لگی...... پھر وہ لوگ خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے...... شہاب بینا کو چیک کر رہا تھا اور بینا اس وقت مکمل طور سے یہ محسوس کر رہی تھی کہ شہاب بھی اندر سے جذباتی ہے۔ اس کی یہ شکل اسی بات کا اشارہ کرتی تھی...... ناشتہ خاموشی سے کیا گیا...... بینا نے اس سلسلے میں دل نہ چاہنے کے باوجود کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا...... شہاب نے زندگی میں اسے بہت کم ہی احکامات دیئے تھے، لیکن اس وقت وہ جس انداز میں بینا سے بولا

تھا، اس سے بینا کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہما کے بارے میں ہمدردی کا ایک بھی لفظ سننے کے لئے تیار نہیں ہے اور خود بھی اتنا ہی جذباتی ہے...... بہر حال کبھی کبھی تو شہاب کی اندرونی کیفیات سے بینا خود بھی خوفزدہ ہو جاتی تھی اور یہ نہ سمجھ پاتی تھی کہ وہ کب اور کس وقت کس موڈ کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ ناشتے کے بعد شہاب کچھ نارمل ہوا اور اس نے بینا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو بینا...... کس چکر میں پڑ گئیں تم...... زندگی اسی کا نام ہے...... ہمیں زندگی کے شب و روز میں ایسے لاتعداد واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... کہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے بینا کہ ہم کسی مجرم کو کیفر کردار پہنچانے کے بعد خود اس کے لئے افسردہ ہو جاتے ہیں، لیکن بینا دُنیا بڑی عجیب جگہ ہے...... اگر تم ظالم نہیں ہو تو تمہیں مظلوم بننا پڑتا ہے...... ظالم اور مظلوم سیاہی اور سفیدی ہیں، لیکن اگر تمہاری ذمہ داری مظلوم کو ظلم سے نجات دلانا ہے تو پھر تمہیں بھی ظالمانہ اقدامات کرنا پڑیں گے، ورنہ کسی ظالم سے نمٹنا آسان کام نہیں ہوتا۔"

"خیر یہ بات میں جانتی ہوں۔"

"تم مجھے افسردہ نظر آ رہی ہو۔"

"اصل میں تم نے میرے پوائنٹ آف ویو پر غور ہی نہیں کیا۔"

"اچھا...... ایسی بات ہے۔" شہاب آہستہ آہستہ اپنے مخصوص موڈ میں آتا جا رہا تھا۔

"ہاں بات تو یہ ہے۔" شہاب آہستہ آہستہ اپنے مخصوص موڈ میں آتا جا رہا تھا۔

"ہاں بات تو ہے...... اس سے انکار نہیں کروں گی۔"

"تو حضور مجھے اپنے پوائنٹ آف ویو سے روشناس کرائیں۔"

"نہیں میں اس وقت صرف ایک انسان بن کر سوچ رہی ہوں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لڑکی ایک قاتلہ تھی...... بغیر کسی وجہ کے اس نے ایک زندگی کا چراغ گل کر دیا۔"

"ایک ایسی زندگی کا چراغ گل کر دیا، جو خود اپنی نہیں تھی...... تم خود بھی اشتیاق کے گھر جا کر اس کے اہل خاندان کو دیکھ چکی ہو...... معصوم بچے باپ کے بغیر پرورش پائیں گے...... بینا زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے...... کوئی بھی کسی وقت جا سکتا ہے لیکن ہمیں تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ ہم اللہ کے کام میں مداخلت کریں...... کتنی درندگی کی بات تھی...... اس نے تو صرف اپنا فرض پورا کرتے ہوئے اس کا راستہ روکا تھا...... وہ اس قدر

نادان نہیں تھی کہ یہ نہ جانتی ہو کہ اگر ایک موٹر بائیک کو وہ اتنی قوت سے ٹکر مارے گی تو موٹر بائیک پر موجود شخص کا کیا حال ہو گا...... جس لڑکی کے ذہن میں انسانی ہمدردی نہ ہو کیا وہ قابل معافی تھی اور پھر اس کا باپ اس کے جرم میں برابر اس کی معاونت کر رہا تھا...... لاکھوں روپے کی گاڑی اس نے تباہ و برباد کر دی اور اس کی جگہ نئی گاڑی لا کر کھڑی کر دی...... وہ مسلسل ایسی مجرمانہ حرکتیں کر رہا تھا جس کی اسے سزا ملنی ضروری تھی...... میں اگر چاہتا تو اس کے خلاف اور بھی بہت سے چارج لگا سکتا تھا...... اس کے بارے میں اس تفتیش کے دوران مجھے اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہو چکی ہیں...... یہ جو ایسی اولادیں ہوا کرتی ہیں ناں بینا...... یہ ایسے لوگوں کی اولادیں ہوتی ہیں جو ان کے خون میں صرف اور صرف حرام شامل کر دیتے ہیں، اس حرام کی کمائی پر پلنے والی اولادیں ایسا انداز اختیار کرتی ہیں...... بینا میں اسے سزا دے سکتا تھا، لیکن میں نے اصل مجرم کو سزا دی اور ایماندارانہ طور پر جو کام کر رہا تھا، وہی کیا...... بعض اوقات میں نے یہ سوچا کہ شاید میں اپنے فرض سے غداری کر رہا ہوں...... فاضل دارا ایک سمگلر ہے...... مجھے اس کے وہ پہلو بھی تلاش کرنا چاہئے تھے لیکن ابھی میں نے ایسا نہیں کیا...... یہ دوسرے مرحلے کی بات ہے...... اگر وہ اس واقعے کے بعد کسی طرح میرے سامنے آنے کی کوشش کرے گا بینا تو پھر میں اس کا یہ دوسرا پہلو تلاش کر کے اسے سزا دلواؤں گا" بینا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر مسکرانے لگی، پھر بولی۔

"شہاب...... ایک بات تو بتا دو گے مجھے؟"

"پوچھو۔"

"وہ کیسے ہلاک ہوئی؟" بینا نے سوال کیا اور شہاب سوچ میں ڈوب گیا...... چند لمحے غور کرتا رہا...... پھر بولا۔

"میں نے اس کی نفسیات کا اندازہ لگا لیا تھا...... اس کی طبیعت میں درندگی ہے...... اس کے ساتھ جو شخص اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے رہتا تھا یہ وہی شخص تھا جس نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی اور مجھے قتل کر دینا چاہا تھا۔"

"اوہ میرے خدا...... تم نے مجھے یہ واقعہ تفصیل سے نہیں بتایا۔"

"بہت سے واقعات چھپانے پڑ جاتے ہیں بینا۔" شہاب نے جواب دیا۔

"مجھ سے بھی۔" بینا نے شہاب کو دیکھتے ہوئے کہا شہاب مسکرا دیا پھر بولا۔

"خصوصاً تم سے۔"

"کیوں۔" بینا منہ بنا کر بولی۔

"اس لئے کہ اب تم ان لوگوں میں شامل ہو جو میرے لئے زندگی اور سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں اور جو میرے لئے چھوٹی سی بات پر پریشان ہو سکتے ہیں...... اب تم دیکھو نہ بینا۔"

"بس...... بس...... بس میں سمجھ گئی آ گئے شرارت کے موڈ میں۔" بینا نے کہا پھر جلدی سے بولی۔

"لیکن میں سمجھ رہی ہوں کہ تم بات ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کون سی بات۔"

"یہی جو میں نے تم سے پوچھی تھی۔"

"تم نے مجھ سے کچھ پوچھا تھا۔"

"کیا۔"

"وہ کیسے ہلاک ہوئی۔" شہاب پھر غور کرنے لگا، پھر آہستہ سے بولا۔

"میں نے کہا نا بینا اگر اس کی فطرت میں کوئی تبدیلی رونما ہو جاتی، اگر وہ اپنے کیئے پر شرمندہ ہوتی، اگر فاضل دارا اپنی بیٹی کے جرم کو محسوس کر کے معذرت کرنے کی کوشش کرتا یا ایسا انداز اختیار کرتا جس سے یہ احساس ہو کہ اسے اپنی بیٹی کے جرم کا افسوس ہے تو شاید میرا انداز نرم ہو جاتا، میں اسے قانون کے حوالے کر دیتا، کسی نہ کسی شکل میں ایسا کر سکتا تھا، مجھے یہ احساس ہو گیا تھا بینا کہ وہ ہر حالت میں اپنی بیٹی کے جرم کو تسلیم نہ کر کے پاک صاف ظاہر کرنا چاہتا تھا اور اپنی بیٹی پر اسے کوئی کنٹرول بھی نہیں تھا...... وہ اس کی شخصیت کو نہیں بدل سکتا تھا...... بینا اور یہ لڑکی نجانے ایسے کتنے حادثات کرتی...... میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا ضمیر مجرم نہیں ہے۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو شہاب اعصاب بہت زیادہ مضمحل ہو گئے ہیں۔"

"ہاں یار چلو کچھ اپنی باتیں کریں اچھا لگتا ہے۔" شہاب نے کہا اور بینا مسکرانے لگی۔

❁ ❁ ❁